مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

ان میں سے کوئی گروہ ایسا ہو جو دانش دین و قرآن سے آراستہ ہو (توبہ ۱۲۲)

دنیا کی پہلی اور منفرد کتاب

دانشورانِ قرآن

جس میں ہزاروں قد آور دانشوروں میں سے 390 ایسے دانشوروں کے سوانحی خاکے دیئے گئے ہیں جنہوں نے خدمتِ قرآن میں عمریں کھپا دیں اور حریفانِ وحی کے ہاتھوں اذیتیں جھیل کر نام کمایا

—— اب کوئی یہ نہ کہہ پائے گا کہ تاریخ اسلام میں سرسید سے پہلے نہ کسی نے قرآن کی حاکمانہ برتری کا اعلان کر کے فقہ اور حدیث کی دینی حیثیت مجروح کر دی اور نہ ہی ....

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کی صدا بلند کر کے حدیثی مسلمات کو آغوش لحد میں سلا دیا

یہ کتاب پڑھ کر آپ سید کی زبانی کہنے پر مجبور ہوں گے کہ

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

بلکہ بادہ قرآن چشیدہ کرنے سے روکنے والوں کو برجستہ جواب دیں گے کہ:

یہیں نہ زاہد و واعظ کے بس کی بات نہیں
تمام شہر ہے دو چار دس کی بات نہیں
اسد ملتانی

تحریر

رحمت اللہ طارق

ادارہ دائیاتِ اسلامیہ ملتان

1339/3 گلشن آباد بیرون پاک گیٹ ملتان۔ پاکستان

Seyal Computer Multan.

جملہ حقوق بحق
طاہرہ خانم عامرہ خانم
احمد کامران نگسی محمد رضوان نگسی
اور عبداللہ نگسی۔ محفوظ ہیں
ہمارا کوئی وکیل فروخت نہیں ہے!

نام کتاب :۔ دانش ورانِ قرآن

مصنف :۔ رحمت اللہ طارق

ناشر :۔ عبداللہ احمد نگسی

قیمت :۔

پتہ :۔ ادارۂ ادبیات اسلامیہ
1339/3۔ گلشن آباد بیرون پاک گیٹ، ملتان

E-mail: ahmadkamran800@hotmail.com
rehmatullahtariq@hotmail.com

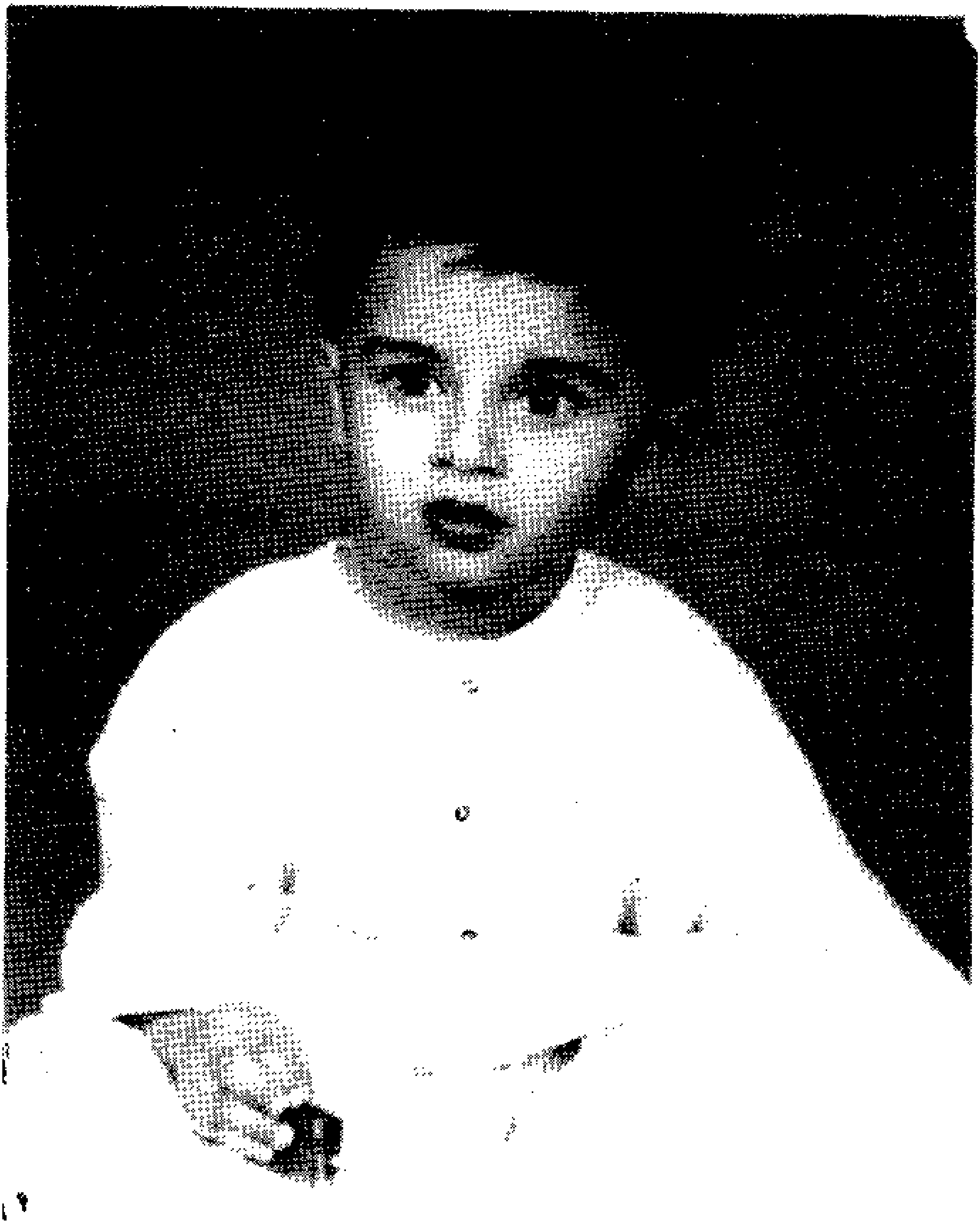

ناشر۔ عبداللہ احمد ولادت ۲۸۔ جون ۲۰۰۱ء

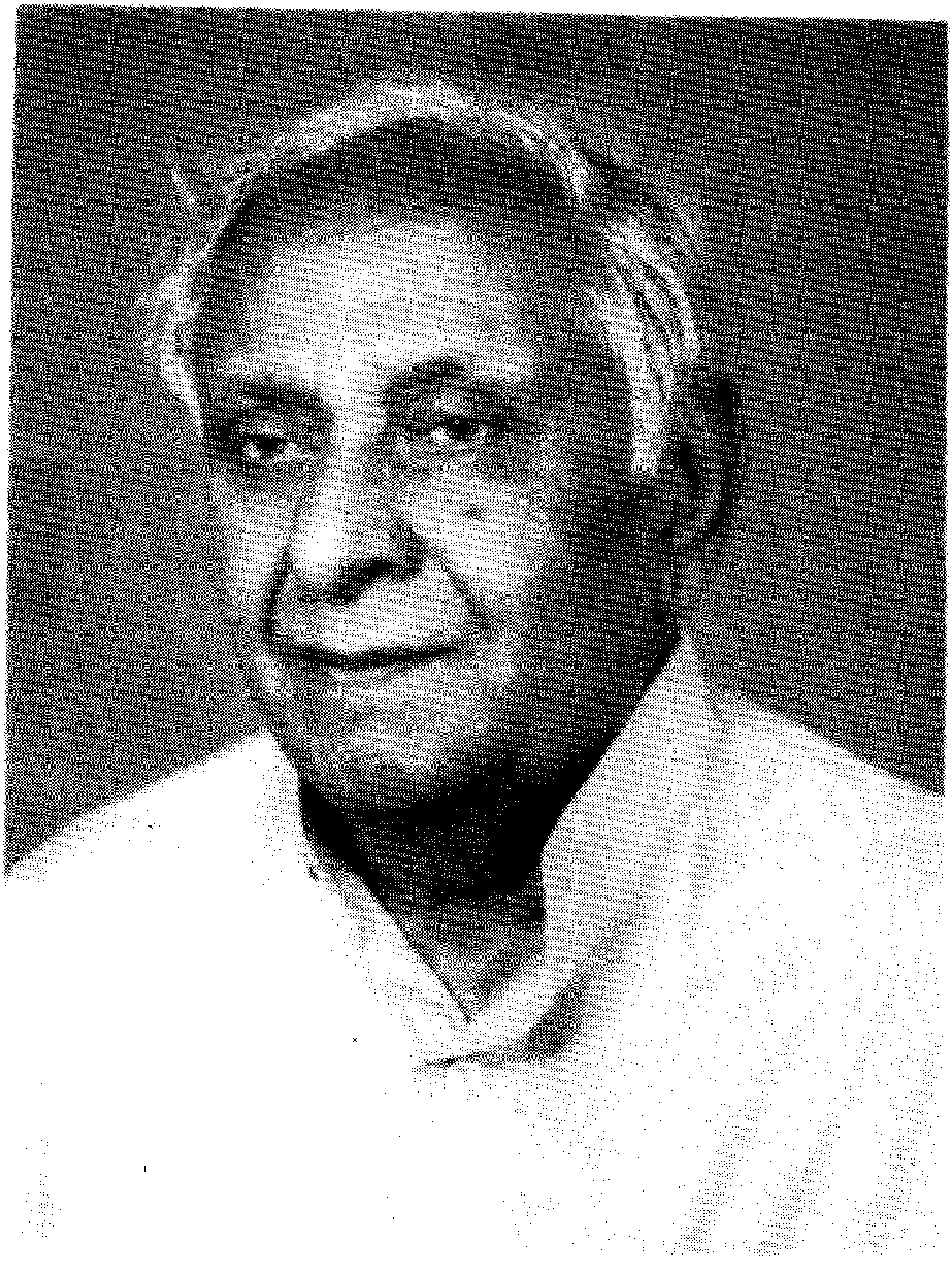

مصنف ۔ رحمت اللہ طارق

محمد رسول اللہ ﷺ

کے نام

جو رحیم تھے، **کریم** تھے، ایمان لانے والوں پر مہربان تھے **رؤف** تھے۔ شفقتِ بیکراں کے مالک تھے

جو آخری نبی تھے۔ سلسلۂ نبوت نا معلوم کب سے شروع ہو کر نوحؑ اور ابراہیمؑ تک پہنچا اور وہاں سے چل کر محمد رسول اللہ ﷺ پر منتہی ہوا۔ اسے اپنی غرض و غایت پر پہنچا کر ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والے تھے

جنھوں ______ نے اس آخری اُمت کی ذہنی تربیت کے لئے وہی اُصول وضع کئے جو عالمی تھے آفاقی تھے جن کی بنیاد حکمت و فرزانگی اور موعظہ حسنہ پر رکھی گئی تھی جو فطرتِ انسانی کے ہم آہنگ تھے

جنھوں ______ نے عقل کو بات فہمی کا معیار ٹھیرا کر ماورائے عقلیات کو مسترد کر دینے کا درس دیا کہ وحی کے مخاطب صرف اولوالالباب اور ذی عقل تھے

جنھوں ______ نے قرآن کے داعیوں اور مبلغوں کو بڑا قیمتی سرمایہ ٹھیرا کر **فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو اہلِ ذکر سے دریافت کرو

قرآن کا ایک نام۔ **ذکر** ۔ بھی ہے یعنے قرآن والوں سے رُجوع کرو

کیونکہ ہم کسی بھی مرحلے پر تنہا عقل کے سہارے منزل سے دور جا سکتے ہیں۔ کیونکہ عقل آزادہ روی چاہتی ہے لہٰذا وحی کو اس کا پاسباں بنایا گیا اس طرح ہر بات کی پاسبان عقل اور عقل کی پاسبان وحی ہے یعنے وحی سپریم پاسبان ہے اور پاسبان کسی چیز کی نفی نہیں کرتا صرف کنٹرول کرتا اور کج روی سے روکتا ہے اور

جن کی اُمت کو۔ **امۃ وسطا** ۔ کا لقب دے کر اعتدال پسندوں کا گروہ ٹھیرا گیا ہے جو اصل میں اعتزال پسندوں کا وصف ہے اور ان کے شیوہ کا عکاس ہے کیونکہ یہی لوگ اچھائیوں کو وطیرہ بناتے اور کج ادائیوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اسی قافلے کے سالار صرف آپ ہی ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم

شکریہ

میں نے قرآنی دانشوروں کے جب سوانحی خاکے تیار کرنے شروع کئے تھے تو سن وار ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا تھا کہ مختلف اوقات میں مختلف شخصیات کی سن وار تلاش و ترتیب میرے لئے ناممکن تھی لہٰذا تلاش و تفتیش کے دوران جو بھی شخصیت دریافت ہوئی اس کا اُسی جگہ خاکہ تیار کیا۔حروفِ تہجی کی مراعات رہی نہ سن وار ترتیب کا لحاظ!!

اس طرح شخصیات کا غیر مربوط مرقع تیار تو ہو گیا مگر ہوا یہ کہ پہلی صفوں کے زعماء پچھلی صفوں میں اور پچھلی صفوں کے پہلی صفوں میں چلے گئے۔اور اس طرح ایک خلش رہ گئی جو بعد میں خار بن کر چبھ رہی تھی کہ عزیزی آصف علی انصاری ایم اے نے سن وار ترتیب میں ہاتھ بٹا کر میری مشکل کسی حد تک حل کر دی۔کسی حد تک اس لئے کہ بعض شخصیات کے سنین وفات معلوم نہ ہو سکے اور انہیں اندازے سے زمانی ترتیب کے خانے میں رکھنا پڑا۔جو کچھ بھی ہو، اُن کے مخلصانہ تعاون پر مؤلف کی جانب سے حرفِ تشکر پیشِ خدمت ہے۔

اور صانم خواجہ اگر اجازت دیں تو اُن کا نیز شکریہ۔

طارق

دو یارِ غار سرسیدؔ اور چراغ علی

نمبر شمار	رھنمائے منزل	صفحہ
❁	انتساب	
❁	شکریہ	
❁	فوٹو (سر سیّد احمد خان)	
❁	فوٹو (عبداللہ احمد کامران)	
❁	فہرست	11
❁	دیباچہ	23
1	صدیق اکبرؓ (634 م)	53
2	عمر بن خطابؓ (644 م)	53
3	حضرت عثمانؓ (656 م)	56
4	عائشہ صدیقہؓ (678 م)	57
5	سماک بن حرب (632 م)	65
6	ابن ابی کعب (642 م)	65
7	حضرت ابو درداءؓ (652 م)	66
8	عبداللہ بن مسعودؓ (653 م)	66
9	حضرت معاویہ (680 م)	67
10	حضرت ابن عباس (687 م)	70
11	ابوالاسود دولی (688 م)	71
12	عبداللہ بن عمر (692 م)	71
13	معبد الجھنی (699 م)	72
14	عُروہ بن زبیر (712 م)	72
15	انس بن مالک (712 م)	73
16	امام محمد بن الحنفیہ (717 م)	73
17	شہزادہ عمر بن عبدالعزیز (720 م)	74

صفحہ	رہنمائے منزل	نمبر شمار
77	شعبی (721 م)	18
77	غیلان بن مسلم دمشقی (723 م)	19
81	طاؤس بن کیسان (724 م)	20
81	قاسم بن محمد (725 م)	21
82	محمد بن سیرین (729 م)	22
83	مکحول دمشقی (730 م)	23
84	وھب بن منبہ (732 م)	24
84	قتادہ بن دعامہ (736 م)	25
85	جعد بن درھم (736 م)	26
87	ایاس مزنی (740 م)	27
87	امام زید بن علی (740 م)	28
89	عمرو بن دینار (743 م)	29
89	یزید الناقص (744 م)	30
90	الکمیت الاسدی (744 م)	31
90	جہم بن صفوان (745 م)	32
91	نعمان بن المنذر (750 م)	33
92	خلیفہ ابوالعباس (754 م)	34
92	سعید بن المسیب (713 م)	35
92	الفضل الرقاشی (757 م)	36
93	عمرو بن عبید (761 م)	37
94	امام ابوحنیفہ (767 م)	38
98	امام مالک (790 م)	39
100	ابن جریج (767 م)	40

نمبر شمار	رہنمائے منزل	صفحہ
41	موسیٰ الاسواری (767م)	100
42	محمد بن اسحاق مؤرخ (768م)	101
43	معمر راشد (770م)	101
44	سعید بن ابی عروبہ (773م)	101
45	ابوعمرو بن العلاء (774م)	101
46	زفر بن الہذیل (775م)	102
47	ابن ابی ذوئیب (775م)	102
48	ابوسلمہ الکندی (780م)	102
49	بشیر الرّحال	103
50	عیسیٰ بن صبیح	103
51	خلیفہ مہدی عباسی (785م)	103
52	امام واصل بن عطاء (798م)	104
53	خلیل عروضی (791م)	106
54	امام سیبویہ (796م)	107
55	ابراہیم الاسلمی (800م)	107
56	حفص بن سالم	107
57	عمرو بن فائد	108
58	ابوعبداللہ الغزال	108
59	واصل کی شریکِ حیات	109
60	ھشام الدستوائی	109
61	محمد بن حسن الشیبانی (804م)	109
62	امام محمد حنفی (804م)	110
63	امام کسائی (806م)	110

نمبر شمار	رھنمائے منزل	صفحہ
64	ابوشمر	110
65	الاصم	112
66	عبدالرحمان اللؤلوی (814م)	112
67	سفیان بن عینیہ (814م)	113
68	معاذ الدستوائی (815م)	113
69	امام شافعی (820م)	113
70	قطرب (821م)	115
71	امام فراء (822م)	115
72	بشر بن المعتمر (825م)	116
73	ثمامہ بن الشرس النمیری (828م)	117
74	معمر بن عباد السلمی (830م)	117
75	ابوزید لغوی (830م)	118
76	ابن عُلیہ (833م)	118
77	خلیفہ مامون عباسی (833م)	118
78	بشر المریسی (833م)	120
79	موسیٰ ابوالعباس (839م)	121
80	خلیفہ معتصم عباسی (841م)	121
81	ابراہیم نظامی (845م)	123
82	حبیب الطائی (846م)	127
83	ابویحییٰ الزھری (846م)	127
84	الجمعی (846م)	128
85	محمد بن سماعہ (847م)	128
86	ابن الزیات (847م)	129

نمبر شمار	رہنمائے منزل	صفحہ
87	ابن عائذ دمشقی (847م)	129
88	جعفر بن مبشر (848م)	129
89	خلیفہ منصور عباسی (850م)	131
90	جعفر بن حرب (850م)	131
91	ابوالہذیل علاف (850م)	131
92	الآدی	134
93	ابویعلیٰ زرقان	134
94	یوسف الشحام	134
95	علی الاسواری	135
96	ابوعفان	135
97	مالک الایادی (854م)	135
98	اسکافی (854م)	136
99	یحییٰ بن اکثم (857م)	136
100	شعیب بن سہل الرازی (860م)	137
101	اسحاق تنوخی (866م)	137
102	جاحظ (869م)	137
103	خلیفہ مہتدی عباسی (870م)	141
104	ابوسعید الاسدی	142
105	ابوالحسن الشطوی	142
106	عمر بن شبہ (876م)	142
107	ابوالحسن المنجم (888م)	142
108	ابن قتیبہ (889م)	144
109	ابوحنیفہ دینوری (895م)	144

صفحہ	رہنمائے منزل	نمبر شمار
145	امام مبرد نحوی (899ء م)	110
146	ابو مجالد بغدادی	111
146	ابو محمد بن حمدان	112
146	ابو القاسم وزیر السلطان	113
147	الاسفندیانی	114
147	خلیفہ معتضد عباسی (902ء م)	115
148	الناشی الانباری (906ء م)	116
148	رزق اللہ	117
148	عبدالرحیم الخیاط (912ء م)	118
149	احمد دینوری قاضی (915ء م)	119
149	ابو علی جبائی کبیر (916ء م)	120
151	الفارسی (917ء م)	121
151	قاضی احمد سریج (918ء م)	122
152	الحسن نوبختی (922ء م)	123
152	امام طبری (923ء م)	124
155	محمد بن بحر الاصفہانی (934ء م)	125
156	الخجندی	126
156	قرمیسینی	127
156	النقاش	128
157	ابن السقطی	129
157	الصالحی	130
157	زفرویہ	131
158	القانعی	132

نمبر شمار	رهنمائے منزل	صفحه
133	ابوالقاسم البلخی (931م)	158
134	ابوهاشم جبائی صغیر (933م)	158
135	مکحول بیروتی (933م)	159
136	الاخشید (936م)	159
137	امام ابوالحسن اشعری (936م)	159
138	یحیٰی بن منجم (937م)	161
139	ابوبکر ابن مجاہد (939م)	162
140	العبدکی	162
141	جمل عائشہ	162
142	الخالدی	162
143	حسین بن علی بصری	163
144	ابوبکر زبیری	163
145	ابوعمران السیرانی	164
146	ابوالحسن عبیداللہ الکرخی (952م)	164
147	ابوالقاسم تنوخی کبیر (953م)	164
148	مسعودی (957م)	165
149	العسال (960م)	165
150	ابوالحسن البرزعی (961م)	167
151	ابوالطیب (961م)	168
152	یوسف (975م)	168
153	ابوالجیش بلخی (977م)	168
154	السیرانی (979م)	168
155	ابوبکر جصاص (980م)	168

نمبر شمار	رھنمائے منزل	صفحہ
156	بُعل الکاغذی (980م)	169
157	عبدالغفار فارسی (987م)	169
158	المیزوکی	169
159	علی الجامع	170
160	ابوالفضل کشی	171
161	اسماعیل البستی	171
162	سعید باھلی	171
163	عبداللہ الرامھورمزی	172
164	عبداللہ اللباد	172
165	دخترِ جبائی	172
166	قاضی ابونصر محمد بن سھل	173
167	ملاحمی	173
168	ابوالحسین الطوّائفی	173
169	ابوالقاسم العامری (991م)	173
170	ابوالحسن الرمانی (994م)	174
171	محسن تنوخی (994م)	174
172	محمد المرزبانی (994م)	174
173	ابوالقاسم الطالقانی (995م)	175
174	محمد حارثی (996م)	175
175	عبداللہ الاسدی (997م)	175
176	ابنِ خلاد	175
177	محمد بن حنیف	176
178	النجار	176

نمبر شمار	رہنمائے منزل	صفحہ
	اِبتدائی صدیوں کے دیگر دانشورانِ قرآن کا اِجمالی تذکرہ	177
	مدینہ منورہ	
❀	179 تا 200	178
	مکہ معظمہ	
❀	201 تا 211	181
	شامی اعتزال پسند	
❀	212 تا 234	182
	بصرہ (مرکزِ اعتزال)	
❀	235 تا 305	184
	یمن کی دلآویز مہک	
❀	306 تا 307	188
	ابو حنیفہ کے دیس سے پیامِ وفا	
❀	308 تا 322	189
	قرونِ وسطیٰ کے دانشورانِ قرآن	193
323	عثمان بن جنی (1002م)	194
324	اسماعیل الجوہری (1003م)	194
325	اصطخری (1013م)	194
326	شریف رضی (1015م)	194
327	محمد بن ابی علان (1018م)	196
328	عبدالجبار الہمدانی (1025م)	196

صفحہ	رہنمائے منزل	نمبر شمار
199	محسن تنوخی (1026 م)	329
199	محمد اللبان (1028 م)	330
199	المؤید باللہ (1030 م)	331
199	محمود غزنوی (1030 م)	332
203	الشریف المرتضیٰ (1044 م)	333
203	ابوالقاسم (1044 م)	334
203	محمد بصری (1044 م)	335
204	ابن الندیم (1047 م)	336
204	منصور ابوالفتح (1050 م)	337
204	ابوالقاسم تنوخی صغیر (1055 م)	338
205	ابوسعد السمان (1055 م)	339
205	ابوالحسن الماوردی (1058 م)	340
207	ابنِ متویہ	341
207	سعید بن محمد نیشاپوری	342
208	ابوالفتح اصفہانی	343
208	ابنِ شروین	344
208	امام ابن حزم اندلسی (1066 م)	345
210	محمد مہریزد (1067 م)	346
210	علی یزداد (1067 م)	347
210	ابن بشران (1070 م)	348
210	ابوعلی بن الولید (1086 م)	349
211	صندلی (1091 م)	350
211	حاکم الجشمی (1101 م)	351

نمبر شمار	رھنمائے منزل	صفحہ
352	ابو مضر ضبی (1116م)	211
353	ابوالوفا بغدادی (1119م)	212
354	امام ابوالقاسم حریری (1122م)	212
355	امام زمخشری (1144م)	213
356	ابوالبرکات (1145م)	215
357	علی العمرانی (1165م)	215
358	ابنِ رُشد (1198م)	215
359	امام رازی (1210م)	217
360	ابن ابی الحدید (1257م)	220
361	البیضاوی (1286م)	220
362	محمد بن ابی بکر الہمدانی (1321م)	222
	دورِ جدید کے دانشورانِ قرآن	223
363	سر سید احمد خان (1898م)	225
364	چراغ علی (1895م)	227
365	محمد عبدہٗ (1905م)	229
366	محسن الملک (1907م)	231
367	حافظ نذیر احمد دہلوی (1912م)	231
368	حالؔی (1914م)	235
369	سید امیر علی (1928م)	238
370	رشید رضا (1935م)	240
371	عنایۃ اللہ اثری	242
372	طنطاوی جوھری (1940م)	243
373	امام فراہی (1940م)	243

نمبر شمار	رھنمائے منزل	صفحہ
374	امامِ انقلاب عُبید اللہ السندی (1945م)	245
375	عبداللہ العمادی (1946م)	247
376	الشیخ الفاضل ثناء اللہ امرتسری (1948م)	248
377	حسن البناء (1949م)	251
378	سید محب الحق عظیم آبادی (1954م)	253
379	احمد امین (1954م)	254
380	علامہ اسلم جیراجپوری (1955م)	256
381	امام الہند (1958م)	256
382	عنایۃ اللہ المشرقی (1963م)	259
383	نیاز فتح پوری (1884-1966)	261
384	ضیاء الدین کرمانی	263
385	امام الرجال تمنا عمادی (1971م)	264
386	قاضی عزیز احمد خوشابی	268
387	پرویز (1985م)	271
388	عمر احمد عثمانی (1991م)	273
389	علامہ ابوالخیر اسدی (2001م)	274
390	ڈاکٹر سید عبدالودود (2001م)	275
❁	**حریفانِ قرآن**	277

حرفِ آغاز

علمی ارتقاء سے پہلے کائنات کے بہت سے راز اِخفاء میں تھے پوشیدہ تھے سربستہ راز تھے انبیا آئے اورلوگوں کے فکری مدارج کے مطابق ان باتوں کو بیان کرتے رہے جو اخلاقی اور دینی زاویوں سے گہرا تعلق رکھتی تھیں مافوق الفطرت باتوں کو چھیڑنے، کریدنے اور افشار کرنے کی ابھی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح کھربہا سال سے ''اخفاء'' اور ''افشاء'' کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور جب انسان اتنے طویل سفر کے بعد عقلیات اور شعور کی پگڈنڈیوں پر چلنے لگا تو اخلاقیات کا لب ولہجہ بھی بدلنے لگا۔ پہلے جہاں اسکی نفسیاتی تسکین کیلئے کچھ کرشمات کا اظہار ہوتا رہا ہو گا عقل کی شاہراہ پر قدم رکھنے کی وجہ سے دلائل اور براہین کو اولیت دیجانے لگی۔ ابراہیمؑ نے اپنے مخالفوں کو ''عقلیات'' کے ذریعہ ہی ساکت وصامت، خاموش اور مبہوت ٹھیرایا۔ موسیٰؑ نے تمام زندگی فرعونی باطل سے ''عقلیات'' کی توانائی ہی سے آویزش جاری رکھی غرضے کہ تمام انبیاء نے زبانی یا۔صحائف کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کا اہتمام کیا۔ چند ہزار سال پہلے حمورابی (1750-1792 ق م) نے بھی دنیا کو اپنے مجموعہٴ قوانین سے متعارف کرایا اور دنیا محوِ حیرت ہے کہ انسانی کاوش سے اس مجموعے میں حال کی طرح مستقبل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ''لہجہ'' تک مستقبل کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح حضرت انسان شعور اور عرفانِ ذات کے حقائق کو اپنے اندر جذب کرتے کرتے ''ارادے'' اور ''اختیار'' کا مالک بن چکا تھا۔ نہ دین میں اکراہ تھا نہ معاملات زیست کو طے کرنے میں جبر اور دشواری۔ ہر سو عقل کی فرماں روائی کے آثار نمودار ہوتے چلے گئے جس سے عقل کی اہمیت دوچند ہوتی رہی بلکہ عقل ہی نے انسان میں جرأت اور بیباک توانائی پیدا کی کہ وہ اندھی تقلید اور فکری ارتکاز کی دلدل سے نکل کر سوچ کے وسیع میدان میں قدم رکھنے لگا۔ عقلی شجاعت نے اسے فکرِ صحیح اور اصابتِ رائے کا ''جوہر'' عطا کیا اب وہ معاملات کو پرکھنے کیلئے حقیقت کی ترازو نصب کرنے میں کوئی رُکاوٹ محسوس نہ کرنے لگا۔ جاحظ (869 م) نے عقل کے راہنما بنانے کو ''ضلالت'' سے بچنے کا پُریقین ذریعہ ٹھیرایا ہے فرماتے ہیں :فلاتذهب الیٰ ماتریک العین واذهب الی مایریک العقل وللامور حکمان حکم ظاهر للحواس و حکم باطن للعقل والعقل هو الحجة

تم جو کچھ آنکھ سے دیکھتے ہواس پر نہ جاؤ جو کچھ عقل رہنمائی کرے اسی پر
نظر رکھو کہ تمام امور کے سلسلہ میں دو طرح کا فیصلہ چلتا ہے۔ حواس کے ذریعہ جو
فیصلہ ہوتا ہے وہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور جو فیصلہ عقل کے ناطے سے ہوتا ہے وہ
باطن سے تعلق رکھتا ہے اور عقل ہی توانا حجت ہے۔

(کتاب الحیوان۔ بحوالہ مقام العقل عند العرب قدری طوقان ص 7/98 تا 11)

اور یہی وہ طریقہ ہے جسے زمانہ مابعد کے فلسفی ڈیکارٹ (1650م) نے اپنایا اور پھر ''مسلمات'' کو بھی اسی معیار پر جانچنے اور پرکھنے پر زور دیا۔ بلکہ جاحظ ہی سے اس نے کشید کرلیا ہے کہ ___ جو واضح نہ ہواسکی تصدیق نہ کرو اور جسکی تصدیق کرو وہ واضح ہونا چاہئے **(مقام العقل طبع دار المعارف قاہرہ ص 17/98)** ___ اس طرح جاحظ ہو یا ڈیکارٹ ان کا فلسفہ اول میں وضاحت کا طالب اور آخر میں وضوح کا خواہاں ہے۔

اس طرح جاحظ اپنے پس منظر میں عقل واجتہاد کو بنیادی حیثیت دیتے اور طالبانِ قرآن کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ عقل سے بھی کام لیں اور اجتہاد سے بھی اور پوری جرأت سے کام لیں کہ اس راہ میں بزدلی اور ہزیمت ضلالت کا عنوان ہے جبکہ ضلالت سے ڈرنا عین ضلالت ہے یہی وجہ ہے کہ مشہور عرب سکالر عبد المتعال الصعیدی کہتے ہیں کہ **اذا تعارض دليل النقل ودليل العقل وجب تاويل النقل بما يوافق دليل العقل والعمل بدليل العقل**

جب روایت اور درایت میں تعارض محسوس ہو تو روایت کی ایسی توجیہ
سامنے لائی جائے گی جو عقلی تقاضوں کے ہم آہنگ ہو یا عملی حد تک ہم آہنگ ہو۔

(فی میدان الاجتھاد بحوالہ مقام العقل عند العرب ص ۷۳)

جاحظ سے پہلے۔ نظام (845م) وغیرہ بھی سلطانی عقل کی دہائی دیتے رہے وہ کہتے تھے کہ **ان الانسان العاقل يتوصل بالتفكير والتأمل الى معرفة الخالق قبل ورود الشرع**

باشعور انسان اپنی عقل کے زور پر حقیقتِ الوہیت کا اس وقت ادراک
کر پاتا ہے کہ شرع کی زبان ابھی خاموش ہوتی ہے۔ **(مقام العقل ص 81)**

یعنے انبیاء اگر نہ بھی آتے اور وحی کی زبان نہ بھی بتلاتی تب بھی اصحابِ شعور اور عقلاء پر ''توحید'' واجب تھی۔

یقین سے پہلے شک

نظام کہتے تھے کہ۔ **الشاک اقرب اليک من الجاهد و لم يكن**

يقين قط حتى صادفه شك ولم ينتقل احد من اعتقاد الىٰ اعتقاد حتى يكون بينهما حال شك

صاف انکار کرنے والے سے شک کرنے والا بہتر ہے۔ دنیا میں کوئی بھی یقین نمودنہیں پاتا جب تک اس سے پہلے شک نے دباؤ نہ ڈالا ہو۔ تجربہ یہ ہے کہ ایک انسان اس وقت ہی اپنا عقیدہ چھوڑ کر دوسرے کا عقیدہ اپناتا ہے جب سابقہ عقیدہ شک میں بدل جاتا ہے۔۔۔۔ (مقام العقل ص 89)

حسن و قبح کی پہچان

معتزلہ نے سلطانی شعور کو اتنا پھیلایا کہ۔ خیر و شر۔ یا۔ حسن و قبح کی پہچان کا معیار بھی عقل ہی کو ٹھیرایا انہوں نے حسن کو قبول کرنے اور قبح کو مسترد ٹھیرانے کا فیصلہ اس وقت کر دیا تھا جبکہ شرع کی زبان ابھی بولنے نہ پائی تھی یہی وجہ ہے کہ معتزلہ نے ہمیشہ عقلیات کو فوقیت دی۔ فالهمها فجورها وتقواها. سے کشید کر لیا کہ عقل کے ذریعہ ہی اشیاء کے حسن و قبح کا راز معلوم کیا جا سکتا ہے۔ شہرستانی (1153م) نے الملل والنحل میں تمام ادیان کے حاملوں کا متفقہ موقف بیان کیا ہے کہ۔۔۔۔ وان اعتناق الحسن واجتناب القبح واجب كذالك

حسن کو سینہ لگانا اور قبح سے پرے ہٹ جانا ہر فرزانے پر واجب ہے۔ (مقام العقل ص 80)

عقل کی حکمرانی

شریعت کچھ بتلائے یا خاموش رہے حسن و قبح کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرنا ہر صاحبِ دانش کا فرض ہے کیونکہ تمام انبیاء نے عقل ہی کو آلۂ ابلاغ بنایا اور عقل ہی کو مخاطب گیا اور یہ بھی دراصل اسلئے کہ رسولوں کو صرف اتمامِ حجت کیلئے ارسال گیا گیا ورنہ تو عقل ہی معاملات کو سلجھانے اور برے بھلے کی تمیز عطا کرنے کے لئے ان رسولوں سے پہلے بھی موجود اور قائم تھی۔ اس زاویہ سے معتزلہ نے جب عقل ہی کو دینی حقیقتیں معلوم کرنے کا معیار ٹھیرایا تو یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا خدمات جلیلہ کا وہ معیار تھا جو وحیِ الٰہی نے تسلیم کر رکھا تھا انہوں نے خرافات اور مذہبی بے راہ روی کے خلاف اپنی جدوجہد کو اس لئے بارآور بنایا اور طبیعت اشیاء کے مخالف تصورات کو حرفِ غلط ثابت کیا کہ عقل ان کی یاور تھی اور دانش مددگار۔ اس طرح قرآن ان کے نزدیک نہ صرف اعلےٰ قدر تھی اپنے اسلوب اور نظم کے لحاظ سے اعلےٰ ''مثال'' بھی تھا۔ جس میں حسن و جمال کی رعنائیاں اور کلماتِ بدیعہ کی بوقلمونیاں۔ اصنافِ سخن کی رنگارنگی مجازات و استعارات کی بہتات اور تصریف آیات کے تنوع کے ذریعہ مطالبِ عالیہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے فطری اسالیب تھے جن کے تعاون سے وہ قرآنی تشبیہات اور تمثیلی صیغوں کو نہایت سادگی اور پختگی سے تاویل صحیح

کے سانچے میں ڈھال سکتے تھے۔اس جرم کی پاداش میں سُنّی علما نے جتنا کچھ اُنہیں زچ، ذلیل اور پریشان کیا وہ عظمت کے پہاڑ تھے کہ جنبش کھائے بغیر کھڑے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ معتزلہ نے استقلال، ثابت قدمی اور استدلال سے ایسی تصنیفات کو وجود دیا جو ایک علمی اساس کے طور پر اُبھر کر نت نئے علوم اور ارتقائی پیش قدمیوں کا موجب بن گئیں۔انہوں نے پوری قوت سے اس نظریئے کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا جس کی وجہ سے انسانِ عاقل ایک بہرا گونگا آلہ سمجھا جاتا تھا جس کی نہ رائے تھی نہ رہنمائی۔ نہ حریتِ فکر ہو نہ اختیار کارکردگی۔ پردے پیچھے دستِ قدرت کا تصور جو اُسے چلا رہا ہو۔

معتزلہ کی حریتِ فکر کو دنیا کے قدیم خواہ جدید دانشوروں اور محققوں نے سراہا اور اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ان کی اصابت رائے سے انسان مقلدانہ سوچ کے جبر سے آزاد ہوا اور فرد کی رائے کا احترام ہونے لگا اور ایسا لٹریچر وجود میں آیا جو رہتی دنیا تک غلط راہوں پر چلنے سے روکتا رہے گا شبلی نعمانی (1914ء) لکھتے ہیں،

> ''معتزلہ اگرچہ دنیا سے ناپید ہو گئے لیکن ایک مدت تک ان کو بہت عروج رہا بڑے بڑے نامور مصنفین اس میں پیدا ہوئے مشہور خلفا اور سلاطین نے فخریًا اس لقب کو اختیار کیا۔متعدد علوم اس فرقے کی بدولت عالمِ وجود میں آئے۔ غرض وہ خود اگرچہ دنیا میں نہیں رہے لیکن مذہب میں علم میں تصنیف میں، لٹریچر میں انکی بہت سی یادگاریں اب بھی موجود ہیں اور زمانہ ان کو آیندہ بھی مٹا نہیں سکتا''۔

(مقالاتِ شبلی طبع ایم ثناء اللہ لاہور ص 67)

معتزلہ فکر کی پذیرائی اور وُسعت

معتزلہ افکار کی ابتدا بنو امیہ کے عہدِ حکومت میں ہوئی سب سے پہلے خلیفہ یزید بن ولید بن عبدالملک نے اعلانیہ یہ فکر قبول کر لی۔معتزلہ کا سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ

انسان جو برائیاں کرتا ہے خدا نہیں کراتا کیونکہ خدا کا عادل ماننا اس بات پر موقوف ہے کہ انسان کو اپنے افعال کا مختار مانا جائے۔اور اسی مناسبت سے انہیں عدلیہ بھی کہا جاتا ہے اور قدریہ بھی اسکے ایک زعیم معبد الجہنی چونکہ حکومتِ بنی امیہ کو علانیہ برا بھلا کہتا تھا لہٰذا عبدالملک بن مروان نے اُسے قتل کرا دیا۔ کہتے کہ ایک دفعہ یہ معبد جہنی حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مسئلہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی کہ بنی امیہ اپنے مظالم کو دستِ قضا کا عمل قرار دیتے ہیں اس پر حسن بصری نے کہا۔ کذب اعداء اللہ۔ دشمنانِ

خدا بنی امیہ جھوٹے ہیں۔ (ابنِ قتیبہ ص 225 بحوالہ شبلی ص 72)

معبد کے بعد اموی حکومت میں غیلان دمشقی کا نام آتا ہے جس نے امر بالمعروف ۔اور۔ نھی عن المنکر ۔ کو مذہبِ اعتزال میں پانچویں اصول کے طور پر شامل کیا چونکہ یہ مسئلہ حکومتِ وقت کے لئے پر خطر مسئلہ تھا اور غیلان پوری بیباکی سے اسے پیش کرتا رہا تھا لہٰذا ہشام بن عبدالملک نے اسے پھانسی دیدی (تفصیل غیلان کے حالات میں ملے گی) ______ ادھر معبد اور غیلان نے اگرچہ بہت کم وقت پایا تھا لیکن ان کی قربانیوں سے اعتزال کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور بہت ترقی ہوگئی بقول شبلی ۔سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے نظریۂ اعتزال کو دل و جان سے قبول کیا۔ ان ہی دنوں عراق میں شعور و آگہی کے افق پر تین نئے ستاروں کا ایک ہی سال میں طلوع ہوا یعنے ۸۰ ہجری میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام الفکر عمرو بن عبید اور بانی مسلک واصل بن عطاء پیدا ہوئے تینوں کی سمتِ سفر دفاعِ قرآن تھا اور تینوں ہی رائے رکھتے تھے کہ روایات کے ذریعے مفردات قرآن کے مفاہیم کا تعین جائز نہیں ہے یزید بن ولید ۔جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے پرجوش معتزلی تھے اس کا والد ۔ولید جب ۱۲۵ ہجری میں تخت نشین ہوا تو اس نے عیش کوشی کو وطیرہ بنایا اور منکرات سے زیادہ دلچسپی لینا شروع کی ۔جس کے لئے بیت المال ہی حاجت روائی کرسکتا تھا چنانچہ اپنے اوباش ساتھیوں کے ذریعے اس پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔ اِدھر یزید ۔حضرت معاویہ کے پوتے خالد بن یزید کی طرح حکومت کو لوگوں کی امانت سمجھتا تھا جس طرح خالد نے بیعت مسترد کر کے معاملہ مسلمانوں کے سپرد کردیا تھا اسی طرح ولید کے بیٹے یزید نے بھی بیت المال اور خزانے کے معاملات کو مسلمانوں پر اٹھا رکھا تھا ۔ ان کا تعلق بنو امیہ کی بنو مروان فیملی سے تھا جو ناپسندیدہ لوگوں میں جاگیریں اور بڑے بڑے عطیات تقسیم کرتے تھے ۔ادھر غیلان کی طرح یزید بن ولید نے بھی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر ۔ کو شیوہ بنا کر اپنے خاندان کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔ ہزاروں معتزلہ نے ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوگیا اس طرح شام سب سے پہلے معتزلہ کے تسلط میں چلا گیا ۔اب دُکھ تو اس بات کا ہے کہ شام کو جب اچھے حاکم میسر آئے تو علویوں اور عباسیوں کی مشترکہ سازشوں سے دولتِ امویہ کا 132 ہجری میں ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

بنو عباس اعتزال کی آغوش میں

بنو امیہ کے خاتمے کے ساتھ ہی بنو عباس نے اعتزال کی قربت شروع کردی۔ عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء کو مملکت میں نظریاتی تبلیغ کا اذنِ عام عطا ہوا امام واصل ۔ایک مالدار شخص تھے انہیں جب پتہ چلا کہ ایران وسطِ ایشیا اور دیگر دور دراز علاقوں میں قرآنی مبادیات پر کھلے منہ باتیں ہو رہی ہیں تو آپ نے اپنی جیب سے

نقیبوں اور مبلغین کا انتخاب کر کے اطراف واکناف عالم میں بھجوا دیئے۔عبداللہ بن حارث کو مراکش بھیجا جہاں بہت سے لوگوں نے اعتزال قبول کیا۔حفص بن سالم کو خراسان روانہ کیا جہاں جہم بن صفوان سے مڈبھیڑ ہوئی جہم ہزیمت کھا گیا لوگ جوق در جوق حلقۂ اعتزال میں شامل ہوتے گئے اسی طرح حسن بن ذکوان اور ایوب کو الجزائر۔عثمان طویل کو آرمینیہ اور کعبی کو یمن بھجوایا۔یہ لوگ جہاں جہاں گئے ان کی تبلیغ سے لوگ حد وحساب سے زیادہ اعتزال کیگرویدہ ہوتے چلے گئے۔

اعتزال کا شہرہ اور پذیرائی

ادھر حسنِ اتفاق ملاحظہ ہو کہ بنو امیہ کے بعد بنو عباس نے بھی دامنِ اعتزال کو تھام کر مملکت کے اہم عہدے ان ہی کے سپرد کر دیئے اور عمرو بن عبید اور واصل کے مشن کو پذیرائی دی واصل نے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ جو کام کرنا تھا کر ڈالا ادھر عمرو بن عبید کے علمی کمالات کے علاوہ شبلی لکھتے ہیں کہ

> ''وہ نہایت زاہد و عابد اور دنیا سے بے نیاز تھا حسن بصری سے ایک شخص نے اسکی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ تم ایسے شخص کی نسبت پوچھتے جس کو گویا فرشتوں نے ادب سکھایا ہے اور انبیا نے اس کی تربیت کی ہے میں نے اس سے زیادہ کسی کے ظاہر کو باطن کے ساتھ موافق نہیں پایا (ابنِ خلکان) خلیفۂ منصور عباسی کے دربار میں اس کا آنا اور نہایت بے نیازی اور آزادی سے گفتگو کرنا نہایت دلچسپ واقعہ ہے جس کا تذکرہ تمام مؤرخوں نے کیا ہے اس کے مرنے پر خلیفہ نے مرثیہ لکھا۔اہلِ تاریخ کا بیان ہے کہ یہ شرف یعنے خلیفۂ وقت کا مرثیہ لکھنا عمرو بن عبید کے سوا دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا''۔ (شبلی ص 74،ص 75)

ادھر ان ہی دنوں خلیفہ منصور نے لوگوں کی پذیرائی سے متاثر ہو کر مملکت میں علوم وفنون کی اشاعت پر زور دیا، سریانی، عبرانی، یونانی، ایرانی اور فلسفہ ہند سے متعلق کتابوں کے تراجم کرائے جس سے افکار کے انتقال کا سلسلہ چل پڑا۔فلسفیانہ اور کلامی مسائل کی گرم بازاری سے مسلمانوں کی اعتقادیات متاثر ہونے لگیں کیونکہ ان کے مذہب کی بنیاد روایات اور نقلیات پر تھی جبکہ عقلیات کی یورش کے سامنے مذہب اور نقلیات نے ہمیشہ زک اُٹھائی ایسے میں خلیفہ منصور نے دفاعِ اسلام کی دہائی دی مگر کوئی نہ تھا جو دفاع کے جدید اَسالیب سے واقف ہوتا جہاں تک ''عقیدہ'' محض کا تعلق ہے تو وہ صرف راسخ العقیدہ لوگوں کا شیوہ ہے اہلِ دانش اسے دلیل نہیں سمجھتے ان کے نزدیک مذہب کاٹھ کی ہنڈیا ہے جو چولھے پر رکھتے ہی جل کر فنا ہو جاتی ہے۔غرض فقہا اور ـــ

محدثین خلیفہ کی دہائی پر میدان چھوڑ کر گوشہ نشین ہوتے چلے گئے جس سے شہ پا کر زنادقہ، ملاحدہ، قرامطہ اور مجوسی افقاد کے منکرین زور میں آ گئے جس سے گھبرا کر منصور نے ان لوگوں کو جن کو وقت کے چیلنج کو قبول کرنے کی صلاحیت اور توانائی حاصل تھی میدان میں اُترنے کی دعوت دی چنانچہ معتزلہ نے خلیفہ کی ڈھارس بندھائی اور مذہب کو عقلی دلائل کا سہارا دے کر قابلِ اعتماد بنایا جسے دیکھ کر لوگوں کو بھی حوصلہ ملا۔ خلیفہ نے اعتزالی دانشوروں کی اتنی خود اعتماوی دیکھ کر ہر مذہب وملت کے آدمیوں کو بحث و مناظرہ کی عام اجازت دیدی۔ اب اعتزالی تحریک سے لاکھوں آدمیوں نے اپنے قدیمی عقائد سے دست بردار ہو کر اسلام کی بقاء کو قبول کر لیا گویا کہ اب اعتزال ہی لوگوں کا حاجت روا، مشکل کشا اور غوثِ اعظم بن گیا۔ کہتے ہیں کہ اسلام کی طرف لوگوں کے کشاں کشاں چلے آنے پر منصور کا دل باغ باغ ہونے لگا اور اس نے مملکت کے اطراف واکناف میں مجالس مناظرہ قائم کیں جن میں ہر جگہ معتزلہ ہی ممتاز نظر آنے لگے۔ شبلی کہتے ہیں کہ ____ درحقیقت اس وقت ان کی وجہ سے اسلام بڑے صدمہ سے محفوظ رہ گیا (ص 7/78 تا 8) ایک مناظرے میں ابوالھدیل علاف کی خوبی تقریر اور زورِ کلام سے تین ہزار سے زائد غیر مسلم اسلام لائے (شبلی)

ملاحدہ کے سامنے فقہا کی درماندگی

جب چہار دانگ عالم میں اعتزال کا شہرہ ہوا تو مختلف حکومتوں کی جانب سے عباسی راجدھانی بغداد سے ایسے دانشوروں اور علمائے کلام کی طلب آنے لگی جوان ملکوں میں بسنے والے فلسفیوں سے مناظرہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ہوں۔ چنانچہ احمد بن یحییٰ المرتضیٰ (1437ء) طبقات المعتزلہ میں لکھتے ہیں:

''ہارون رشید نے جن دنوں مذہبی مناقشات پر پابندی لگا دی تھی تو سندھ کے کسی رجواڑے کے راجہ نے ہارون کو لکھا کہ سنا ہے تم ایسی قوم کے سردار ہو جو انصاف نہیں کر سکتے ارتکاز فکری (تقلید) کے پرستار اور تلوار کے زور پر غلبہ پانے والے ہیں تاہم اگر جناب اپنے دین ومسلک میں سچے ہیں تو میرے پاس کسی مناظر کو بھیجو وہ جیت گیا تو ہم تمہاری مانیں گے ہار گیا تو تم ہم سے مل جانا چنانچہ ہارون نے فقہا میں سے ایک قاضی کو روانہ کر دیا جب وہ اتنا طویل سفر طے کر کے راجہ کی دربار میں پہنچا تو اس کا بے حد احترام اور استقبال کیا گیا اور مجلسِ مباحثہ منعقد ہو گئی سمنی (یعنے پنڈت) نے سوال کیا کہ قاضی صاحب تم اپنے معبود کے

بارے میں بتا سکتے ہو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے؟ جواب ارشاد ہوا کہ ہاں قادر ہے! اعتراض اُٹھا کہ۔ کیا اپنی مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ قاضی جی نے فرمایا کہ یہ علمِ کلام کا مسئلہ ہے جس پر گفتگو کرنا بدعت ہے اور ہمارے بزرگوں نے اِس پر کچھ بولنے سے روک دیا ہے۔ اس پر پنڈت جی نے دریافت کیا کہ تمہارے وہ بزرگ کون ہیں؟ قاضی جی نے کہا فلاں، فلاں اور فلاں۔ اس پر پنڈت جی نے مایوس ہوکر راجہ سے کہا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ یہ لوگ مقلد محض ہیں ہمیشہ تلوار کا سہارا لے کر کام چلا لیتے ہیں چنانچہ راجہ نے قاضی جی کو خط دے کر واپس بھجوا دیا خط میں تھا کہ میں نے مسلمانوں کے بارے میں سنا تھا کہ معقولیت اور سلیقے سے بات کرنا جانتے ہی نہیں اب یقین سے کہتا ہوں کہ نہیں جانتے فلما ورد الکتاب علی الرشید قامت قیامتہٗ وضاق صدرہ. جب راجہ کا یہ خط رشید نے پڑھا تو اس پر قیامت چل گئی اور شدتِ غم سے اس کا سینہ پھٹنے لگا اور۔ پکار کر کہا کہ۔ الیس لھذا الدین من یناضل عنہ ۔کیا ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس دین کا دفاع کرے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین تم نے خود ہی تو مذہبی مناقشات پر پابندی لگا دی تھی اب تو پروان چڑھنے والا وہ دفاعی کلچر ہی ختم ہو رہا ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا جلدی ہندو عالم کے اس سوال کا جواب دینے والا تلاش کرو۔ چنانچہ دربار میں ایک بچہ بیٹھا تھا اس نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے؟ ہر کوئی جانتا ہے کہ پیدا ہونے والا ہر لحاظ سے محدث (نیا جنم لینے والا) ہوگا جبکہ محدث قدیم جیسا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا پنڈت جی کا مثلِ خدا پیدا کرنے کا سوال ہی غلط ہے کیا حادث اور قدیم یکساں ہوسکتے ہیں؟ جو کہتا ہے ہوسکتے ہیں وہ دماغی خلل کا مریض ہے بچے کے اس جواب پر دُنیا عش عش کر اُٹھی اور ہر طرف سے واہ واہ کی صدائیں گونجنے لگیں۔ خوشی سے خلیفہ کا چہرہ تمتما اُٹھا حکم دیا کہ اس بچے کو بحفاظت سندھ روانہ کیا جائے لیکن حاضرین نے مشورہ دیا کہ یہ بچہ ہے پنڈت پینترے بدل بدل کر سوالات کی بوچھاڑ کر دیں گے جس سے یہ گھبرا کر رُک جائے گا اس کے لئے معمر بن عباد السلمی (830م) کو روانہ کیا جائے۔ ادھر سندھی پنڈتوں ۔۔

نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اُنہیں پل پل کی خبر مل جاتی تھی اور وہ پیش بندی کے طور پر اپنے مخالف کو دورانِ سفر ہی زہر دے کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے وادیٔ مرگ میں پہنچا دیتے تھے اور ہمارے معمر کو اسی طرح کی موت سے ختم کر دیا گیا"۔

(طبقات المعتزلہ طبع بیروت ص 54 تا ص 56)

حدیث والوں کی بیچارگی

اس واقعہ سے اندازہ کریں کہ ہمارے فقہاء کس طرح اسلام اور مسلمین کی رسوائی کا سامان کرتے تھے کیونکہ وہ علومِ عقلیہ کا حصول بے دینی اور خباثت سمجھتے تھے۔ ان کا مقولہ ہے کہ

علم دیں فقہ است و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

اب آیئے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے جو اہل الحدیث سے تعلق رکھتا ہے۔ امام احمد بن یحییٰ ہارون رشید ہی کے ناطے سے ایک اور واقعہ سناتے ہیں کہ **ابو الحسین خیاط** بتلاتے ہیں:

"ہند کے کسی بڑے راجہ نے ہارون رشید سے استدعا کی کہ ہمارے پاس کوئی ایسا عالم بھیج دو جو اسلام سے متعارف کرا سکتا ہو۔ خلیفہ نے اپنے ذرائع سے معلوم کر لیا کہ راجہ مذکور کے پاس ایک فلسفی پنڈت ہے چنانچہ آپ نے اہل الحدیث میں سے کسی محدث کو روانہ کر دیا جس پر پنڈت جی پریشان ہوئے، چنانچہ پنڈت جی نے نہایت رازداری سے ایک آدمی تیار کیا تاکہ راستے ہی میں ملکر محدث کے علم کی گہرائی معلوم کر لے، قصہ مختصر جب محدث پہنچا اور دربار منعقد ہوا۔ پنڈت اور محدث کا آمنا سامنا ہوا تو پنڈت جی نے سوال داغا کہ۔ کیا دلیل ہے کہ تمہارا ہی دین دینِ حق ہے؟ محدث نے کہا۔ **حدثنا سفیان الثوری بکذا و حدثنا شعبہ بکذا و حدثنا ابن عون بکذا...** حدیث بیان کی ہم سے سفیان ثوری نے۔۔۔ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے۔۔۔ حدیث بیان کی ہم سے ابن عون نے۔۔۔ یہ سن کر پہلے تو پنڈت جی **حدثنا**۔ **حدثنا** کی گردان سن کر چکرا گیا۔ آخر بول پڑا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ تمہارے نبی نے جو دعویٰ کیا ہے روایات بیان کرنے والے سچے بھی ہیں؟ اس پر اہلحدیث نے ایک آیت پڑھی (فتح 48)۔

جو کہ برخود موقع و محل کی مناسبت سے تعلق نہ رکھتی تھی، تاہم پنڈت جی نے کہا کہ اسکا ثبوت کیا ہے کہ۔ یہ اللہ کا کلام ہے تمہارے پیغمبر نے اپنی حمایت میں وضع نہیں کیا؟ اسپر محدث بدحواس ہوکر خاموش ہو گئے اور ایک لفظ نہ بولے۔ اسپر راجہ نے خلیفہ کو لکھا کہ یہ شخص علم سے نابلد ہے کوئی اور صاحب بھجوائیے۔ ہارون رشید تب سمجھ گئے کہ یہ فقیہ یا محدث کا کام نہیں ہے کوئی متکلم تلاش کرو، چنانچہ معتزلہ کے شیخ ابو خلدہ کو قربانی کیلئے روانہ کیا، لیکن جب یہاں کے پنڈت نے بھی اپنے خفیہ ذرائع سے معلوم کرلیا کہ یہ تو بہت بڑے مناظرِ اسلام ہیں تو راستہ میں ابو خلدہ کا کام تمام کرادیا۔ (طبقات المعتزلہ طبع بیروت ص58، ص59)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اعتزال ہی وقت کی آواز اور ضرورت تھی، غیر مسلموں سے آنکھ ملا کر بات کرنا صرف اور صرف دانشورانِ قرآن ہی کا کام تھا۔ جو لوگ علوم عقلیہ اور کلامیہ کو فسادِ عقیدے کا لازمی سبب سمجھتے تھے وہ غیروں سے بات کرنے میں اسلام کو ہزار بار رسوا کرنے کے باوصف یہ سمجھیں کہ وہ اسلامی اخلاقیات کو حفاظتی حصار میں لئے ہوئے ہیں، نہ معلوم کس منہ سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ ہاں یہ تسلیم ہے کہ ان کی نادان دوستی اور علم دشمنی سے عقلیات کے چراغ یقیناً گل ہوتے چلے گئے۔ اور انکی رسمِ بیداد سے کتنے دانشورانِ قرآن فنا کے گھاٹ اتار لئے گئے ہوں گے۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

''اشعری مذہب کے رواج کے ساتھ ہی اعتزال کے جبراً مٹانے کی کوشش کی گئی۔ معتزلیوں پر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا اور ان کو اپنے خیالات کے اظہار کی جرأت نہو سکتی تھی۔ محمد احمد جو بہت بڑے معتزلی عالم گزرے ہیں اور ۴۷۸ ھجری میں انتقال کیا، پچاس برس تک گھر سے نہ نکل سکے۔ علامہ زمخشری جن کی تفسیر کشاف گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہے چونکہ معتزلی تھے اپنے ملک میں چین سے رہنے نہیں پائے تھے، مجبوراً مکہ چلے گئے''۔ (شبلی ص 81)

اشاعرہ اپنے فکری تناظر میں

معتزلہ کے ساتھ اشعریوں اور سنیوں نے جو کچھ کیا اس کی تفصیل سے پہلے ان گروہوں کے عقائد کے بارے میں کچھ وضاحت ہو جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ امام ابو محمد علی بن حزم اندلسی (1066م) اپنی عقائدی انسائکلو پیڈیا۔ الملل والنحل میں واضح کرتے ہیں کہ وہ۔ طبائع اور فطرتِ اشیاء کو بالکل نہیں مانتے تھے۔ ذھبت الاشعریۃ

الیٰ انکار الطبائع جملہ و قالوا لیس فی النار حر. ولا فی الثلج برد. ولا فی العالم طبیعتہ اصلا. وقالوا انما حدث حر النار. وبرد الثلج عند الملا مسۃ وقالوا فلا فی الخمر طبیعۃ اسکار. ولا فی المنی قوہ یحدث بھا ما یحدث منہ ولکن اللہ تعالیٰ یخلق مایشاء وقد کان ممکنا یحدث من منی الرجل جملا. ومن منی الحمیر انسانا ومن رزمۃ الکزبر نخلا

اشاعرہ اپنے عقیدے کے تناظر میں اشیاء کے نیچر اور مزاج کا کلی طور پر انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ آگ میں جو حرارت ہے۔ برف میں جو برودت ہے اور کائنات میں جو طبعیت، نیچر، مزاج اور فطرت ہے وہ کوئی شے نہیں ہے۔ آگ کے چھونے سے اور برف کے چُھونے سے حرارت اور برودت کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح شراب میں نشہ بھی طبعاً نہیں ہوتا بلکہ منی (نطفہ) بذاتِ خود آفرینش کی ذاتی خوبی سے عاری ہے اور عین ممکن ہے کہ منی کے ذریعہ جو انسان پیدا ہوتا ہے اللہ اس میں ایسی تبدیلی پیدا کردیں کہ انسان کے نطفے سے اونٹ۔ اور گدھے کی منی سے انسان اور سبز دھنیاں کے پودے سے کھجور کا درخت پیدا کرڈالیں۔

(الملل والنحل بحوالہ فطرت اور قانون فطرت از محسن الملک طبع وکیل کمپنی امرتسر ص 49)

ابنِ حزم کا تعاقب

اشاعرۃ کی سوچ کی پستی کا بخوبی احساس کیا جاسکتا ہے خود ابنِ حزم نے اپنے تعاقب میں ان کو آڑے ہاتھوں لے کر واضح کیا ہے کہ یہ لوگ معقولیت کے بحران میں مبتلا ہیں لکھتے ہیں کہ۔ وما نعلم لھم حجۃ شغبوا بھا فی ھذا الھوس اصلا وقد ناظرت بعضھم فی ذالک فقلت لہ ان اللغۃ التی انزل القرآن بھا یبطل قولھم لا ن من لغۃ العرب القدیمۃ. ذکر الطبیعۃ والخلیقۃ والسلیقۃ والنحیرۃ والغریزۃ والسجیۃ والشیمۃ والحیلۃ والخیمۃ ولا ینکر ذوعلم فی ان ھذہ الا لفاظ استعملت فی الجاھلیۃ وسمعھا رسول اللہ ﷺ فلم ینکرھا قط ولا انکرھا احد من الصحابۃ ولا احد من بعدھم

میں اشاعرہ کے پوچ اور بوالہوسی کے عقیدے کے لئے کسی دلیل پر اطلاع نہیں پاسکا۔ ان سے مناظرہ بھی کیا اور ان پر واضح کردیا کہ قرآن پاک جس

لغت میں نازل ہوا ہے اس کا قدیم استعمالات میں نیچر اور فطرتِ اشیاء کے بارے میں۔ جو الفاظ آئے ہیں وہ ان کے عقیدے کی تکذیب کرتے ہیں عرب میں نیچر اور اشیاء کے مزاج کے بارے میں ذیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ طبعیت اشیاء۔ قانونِ تخلیق۔ رائج وطیرہ۔ غرازت فطری مزاج۔ روش۔ جبلّت۔ وخیمة وغیرہ۔ اور کوئی بھی ذی علم انکار نہیں کرسکتا کہ مذکورہ الفاظ جاہلیت کے دور میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اسلام سے پہلے بھی سُنا اور اسلام کے بعد بھی مگر کہیں بھی نہیں لکھا کہ آپؐ نے ان الفاظ کے معانی اور فطرت کی مناسبت سے مفاہیم کا انکار کیا۔ یا۔ کسی صحابی نے کسی لفظ سے انکار کر کے مسترد کیا ہو اور نہ ہی صحابہ کے بعد لغتِ عرب کے دیگر دانشوروں نے استرداد اور نفی کا اظہار کیا۔ (الملل و النحل بحوالۂ فطرت و قانون فطرت ص 49، ص 50)

اس کے بعد ابن حزم نے شعراءِ جاہلیت امرأالقیس (545ء) حمید بن ثور الھلالی (650ء) اور نابغہ ذبیانی (604ء) کے اشعار پیش کر کے اپنے مفہوم کو پختہ بنایا اور اشعریوں کے فطرت شکن عقیدے کا ابطال کیا ہے دکھلانا یہ تھا کہ گدھے سے انسان اور انسان سے اونٹ پیدا کرنے والے اشعریوں نے اپنے عقائد میں قرآن محکم کی صریح تکذیب کی۔ ہے ارشاد ہے فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم

اللہ کا قانونِ پیدائش وہی ہے جس کے مطابق اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے یہ ایسا محکم قانونِ تخلیق ہے جس میں نہ تغیر ممکن ہے اور نہ تبدیلی اور وہی قانونِ خدا ہے جو ہمیشہ سے قائم و موجود ہے۔ (روم، 30)

اس آیت میں اللہ نے اپنے قانونِ تخلیق کے پختہ و ناقابلِ تغیر ہونے کی ایسے الفاظ میں خبر دی ہے جو گدھے سے بندہ۔ اور بندے سے اونٹ پیدا ہونے کی غیر فطری اور مفروضہ تبدیلی کی نفی کرتے ہیں اور قانون یہ ہے کہ انسان سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے وہ کسی بھی غیر فطری طریقے سے نہیں بلکہ نر و مادہ کے جفتی کے نتیجہ میں ہوتا ہے فرمایا ماتری فی خلق الرحمان من تفاوت

اللہ کے قانونِ تخلیق میں کہیں بھی فرق نہ پاؤ گے۔ (الملک، 3)

اس طرح وہ ذہن نشین کراتا ہے کہ فطرتِ اشیاء۔ اشیاء کے اندر ہوتی ہے۔ مرغی کا بچہ انڈے سے

نکلتے ہی دانے کی تلاش کرتا اور بطخ کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی پانی کا رُخ کرتا ہے یہ نہیں کہ دانے اور پانی کی تلاش انڈے سے نکلتے وقت اس میں شامل کر دی جاتی ہے؟

اشعریوں کے بھائی بند سلفی

اشعریوں کے فطرت شکن عقائد کے بعد ان کے پیروکار سلفیوں کے بارے میں بھی گفتگو ہونی چاہئے کہ کلامیات میں صفاتِ باری کا مسئلہ اہم اور بڑا احساس مسئلہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے بعض انسانی صفات کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جو مجازات، ضرب الامثال، محاورات اور ادبی زاویہ سے تو درست ہیں مگر فکری زاویے سے قابلِ تأمل۔ مثلاً ''ید'' کا لفظ ہے جو انسانی اعضاء میں سے ایک عضو ہے۔ وجہ کا لفظ ہے جو پیشانی کے لئے خاص ہے۔ کرسی کا لفظ ہے جو انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ کا نام ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ یہی الفاظ اللہ۔ کی صفات کے بطور بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن معتزلہ کے مطابق الفاظ نسبتوں کے تابع بھی چلتے ہیں۔ مثلاً سماعت و بصارت انسان کی صفات ہیں لیکن اللہ نے بھی اپنے کو سمیع و بصیر کی صفات سے متعارف کرایا ہے۔ یہاں معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ کی نسبت سے سمیع کے معنے سماعت کا جو نتیجہ ہے وہی مراد ہے۔ بصارت کا جو ماحصل ہے وہی مراد ہے اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ''ید'' کی جب اللہ سے نسبت ہوگی تو اس کے معنے طاقت اور پاور کے ہونگے بلکہ عرب محاورات میں جب کسی محسن کو کہا جائے کہ ''لکم علی ایاد'' تو یہاں ''ید'' کے معنے احسان کے ہوں گے یعنے تمہارے مجھ پر احسانات ہیں اسی طرح کرسی ۔ کے معنے اقتدار، غلبہ اور حکمرانی کے ہیں جو بغیر تشبیہ کے اللہ کو حاصل ہیں۔ اب باوجودے کہ ان صفات کو شانِ تقدیس کے مطابق استعمال کیا گیا ہے اشعری، سلفی اور حنابلہ۔ اِن معانی کو تسلیم نہیں کرتے اور تشبیہ ہی کو بلا تاویل صحیح مانتے ہیں اور مخالفین پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ صفات کی نفی اور انکار کرتے ہیں جبکہ ان کا کہنا ہے کہ ہم صفات کی نفی نہیں کرتے انکار ان مفاہیم سے ہے جو یہ لوگ بلا تشبیہ مقرر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں امام ابن تیمیہ (1328ء) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو فرماتے ہیں،

> ''عرشِ عظیم۔ اللہ کے بیٹھنے سے چر چراتا ہے عرش کے چاروں طرف
> سے اللہ میاں کا جسم چار چار انگلیوں جتنا باہر رہ جاتا ہے''۔

(منہاج السنة طبع مصر/ 260)

موقع و محل کی مناسبت سے ایک اور نامور سلفی کا اقتباس ملاحظہ ہو علامہ عبدالکریم شہرستانی (1153ء) اپنی عقائدی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں۔ عن دائود الظاهری انه قال عفونی عن الفرج واللحية وسلونی عما وراء ذالک فقال ان معبودی لهٔ جسم ولحم ودم وله جوارح واعضا

وکبد ورجل وعینان وآذان

مقتدائے اہل روایت امام داؤد ظاہری (884م) کہتے ہیں مجھ سے خدا کی داڑھی اور فرج کے بارے میں دریافت نہ کریں کہ ان کا حدیث میں ذکر نہیں ہے ویسے خدا کے اعضاء ہیں جوارح ہیں جسم ہے گوشت ہے خون ہے رگیں اور پٹھے ہیں جگر ہے پھیپھڑے ہیں، پاؤں ہیں، زبان ہے، دو آنکھیں اور دو کان ہیں۔

(الملل و النحل بحوالۂ منهاج السنة ابن تیمیه طبع مصر 338/1)

یہاں امام داؤد ظاہری سے بھول ہوگئی ہے سلفیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ کے ریش مبارک بھی ہیں جس کے ہر بال میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔

یہ اقتباسات سلفیوں کے عقائد پر بخوبی روشنی ڈالتے اور معتزلہ اور ان کے مابین جو فرق ہے اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ وہ ہر گونہ تقدیس اور تنزیہ۔ کے قائل اور محاورات عرب کی روشنی میں ایسے معانی کو سامنے لائے ہیں جو قرینِ عقل بھی ہیں اور قابلِ تسلیم بھی اس کے برعکس سلفیوں نے جو پہلوانی کی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے آپ بہتر فیصلہ کرسکتے ہیں۔ تاہم سلفیوں میں وہ بھی تھے جو سرسید کے شدید نقاد ہو کر بھی صفات کی تاویل کرتے اور معتزلہ کے اندازِ تعبیر کو پسند فرماتے تھے۔ امام المناظر یحضرت الشیخ ثناء اللہ امرتسری (1948م) اور علامہ عنایت اللہ گجراتی امام مسجد اہلحدیث گجرات کی تصانیف اس پر زندہ گواہ ہیں۔

معتزلہ کا مأخذ

معتزلہ کا مأخذ معلوم کرنے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ اول و آخر قرآن پاک ہے۔ وہ بلند پایہ محقق تھے۔ سکالر تھے درجۂ اجتہاد پر فائز تھے قرآنی الفاظ کے مزاج سے بحث کرتے اور عقائد و احکام میں قرآن کی عمومی پالیسی کو نظر میں رکھتے تھے بلکہ گہرائی میں جا کر دیکھئے تو صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی ان کا موقف اساس رکھتا ہے علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

''اور مذاہب کی طرح اعتزال کے ابتدائی آثار بھی خود آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے زمانے میں موجود تھے''۔

پھر لکھتے ہیں کہ

''صحابہ میں ایسے بھی تھے جو ہر بات کو عقل کے معیار سے جانچتے یا کم از کم یہ کہ عقل کو معاملاتِ شریعہ میں بے کار نہیں خیال کرتے تھے یہی اعتزال کی اصلی بنیاد تھی جس پر آگے چل کر بڑی بڑی عمارتیں قائم ہوئیں''۔ (شبلی ص 1/72 تا 6)

صحابہؓ کی فکر سے اعتزال کا اِستدلال

امام احمد بن یحییٰ المرتضےٰ (1437م) نے طبقات المعتزلہ میں ذیل کے صحابہ رسولؐ کو، طبقہ اولےٰ میں شمار کیا ہے۔ خلفائے اربعہ۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوالدرداء، ابوذرغفاری اورعبادہ بن صامت (ص 1/9 تا 3) مثلاً ابوبکراور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کلالہ. اوراس عورت کے بارے میں جس میں اس کے صبر کا معاملہ خود اسی کے سپرد کیا گیا ہو ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے حوالہ سے کہا تھا کہ اقول فیھا برای فان کان صواباً فمن الله وان کان خطاء فمنی ومن الشیطان

یہ ہماری رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے، اگر غلط ہے

تو ہماری جانب سے۔

اسپراحمد بن یحییٰ لکھتے ہیں کہ. فھذا القول یقتضی بذالک ای بالتصریح بالعدل وانکار المجبر

ان کا یہ کہنا واضح کرتا ہے کہ وہ ''عدل'' پر ایمان رکھتے اور ''جبر'' کو

تسلیم نہ کرتے تھے۔ (ص 11/سطر 4 تا 7)

اسی طرح عمر فاروق کا واقعہ ہے کہ

ایک چور نے جب کہا کہ مجھ سے چوری کا عمل۔ اللہ نے کرایا ہے تو فاروقِ اعظم نے ''جبر'' کی نفی کرتے ہوئے اسے چوری کی سزا دی۔ اور چوری کرانے کی اللہ پر ذمہ داری ڈالنے کے جرم میں درے بھی لگوائے۔ (ص 8/11 تا 11)

جب لوگوں نے حضرت عثمان کو محاصرے میں لے کر پتھر برسائے اور کہا کہ۔ اللہ تم پر پتھر برسا رہا ہے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ پر جھوٹ ہے وہ نہ جُرم کراتا ہے نہ اپنے کام پر سزا دیتا ہے۔ اس پر احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں وھذا ایضا یقتضی انکاره الجبر

حضرت عثمان کا یہ جواب نیز عقیدہ جبر کی نفی اور عدل کی تثبیت کرنا ہے۔ (ص 12/11 تا 13)

عبداللہ بن عمر کے واقعات میں ہے کہ انہیں جب بتلایا گیا کہ کچھ لوگ زنا، شراب، سرقہ اور خون ریزی کا ارتکاب کر کے پھر کہتے ہیں کہ کان فی علم الله فلم نجد بُدًّا منه

یہ برائیاں اللہ کے علم میں تھیں ہم کرنے پر مجبور تھے۔ اس پر آپ نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اللہ کے علم میں ان کا فعل تھا ان کے کرنے پر ان کو اُبھارنا نہیں تھا۔ (ص 1/12 تا 4)

حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے لعبد یعمل المعصیة ثم یقربذ نوبه علی نفسه احب الی من عبد یصوم النهار ویقوم اللیل ویقول ان الله تعالی یفعل الخطیئة فیه

ایک انسان جو گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تو ایسا انسان مجھے اس انسان کی بہ نسبت اچھا لگتا ہے جو دنوں کے روزے رکھتا اور راتوں کو نمازیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ برائیاں اور خطائیں اللہ نے کرائی ہیں۔ (ص 12)

ابنِ عمر کا یہ قول نیز عقیدہ ''جبر'' کی نفی کرتا ہے۔ (ص 10/12 تا 11)

حضرت عبداللہ بن عباس کے بیٹے علی ابن عبداللہ بتاتے ہیں کہ ایک بار میں اپنے والد کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص اندر آیا اور کہا اے عبداللہ بن عباس یہاں ایسے بھی لوگ ہیں جو۔ یزعم انهم اتوا من قبل الله وان الله اجبر هم علی العاصی خیال کرتے ہیں کہ انہیں اللہ ہی نے گناہوں کے کاموں پر مجبور کر رکھا ہے۔

اس پر ابنِ عباس نے فرمایا۔ لو اعلم ان منهم ههنا احد القبضت علی حلقه فحسرته حتی تذهب روحه عنه. لا تقولوا اجبر الله علی المعاصی

اگر مجھے پتہ چلے کہ حاضرین میں سے کوئی اس طرح کا آدمی موجود ہے تو میں اس کا گلہ پکڑ کر اس وقت تک دبائے رکھوں جب تک اسکی جان میں جان ہے۔ لوگو یہ نہ کہو کہ اللہ سبحانہ برائیوں کے ارتکاب پر مجبور کرتے ہیں۔

(ص 6/13 تا 11)

مقصد یہ کہ اللہ برائیاں نہیں کراتا انسان اپنے کرتوتوں کا آپ ہی فاعل ہے۔

حضرت انس فرمایا کرتے تھے۔ ماهلکت امته قط حتی یکون الجبر قوم۔

جو قوم جبر یہ عقیدہ رکھتی اور عدل کے تقاضے کچل دیتی ہے اسکی تباہی میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ (ص 11/13)

حضرت ابی بن کعب فرماتے تھے السعید من سعد بعمله والشقی من شقی بعمله

سعادت و شقاوت اپنے ہی اعمال کے مظاہر ہیں یہ نہ کہو کہ شقاوت میں

اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ص 12/13)

امام حسن سے روایت ہے ایک ایرانی دربار رسالت میں حاضر ہوکر کہنے لگا۔(آیتھم ینکحون امھاتھم واخواتھم وبناتھم فاذاقیل لھم لم تفعلون ذالک؟ ہمارے ہاں ایسے بھی لوگ ہیں جو ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے بیاہ رچاتے ہیں پھر جب انہیں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ فحش کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہیں قضاء الله و قدره. اللہ نے ہمارے مقدر میں یہی لکھ رکھا تھا اور اسکے تقدیری فیصلوں کو ہم نہیں مٹا سکتے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا اما انه سیکون فی امتی قوم یقولون مثل ذالک قال اولئک مجوس امتی۔

تم دیکھو گے کہ میری امت میں بھی ایسے ہی لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے برے کرتوتوں کو تقدیر کا فیصلہ کہیں گے۔ لوگو سن لو کہ ایسے ہی لوگ میری امت کے مجوسی ہوں گے۔ (ص 14/13)

امام حسن کی یہ روایت قرآنی نقطہ نظر سے تو بالکل درست ہے لیکن۔ اگر روایتی معیار کے مطابق بھی محفوظ اور بے عیب ہے تو معتزلہ کے مأخذ میں قابلِ فخر اضافہ ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ بھی ''جبر'' کے خلاف تھے ''عدل'' کی حمایت کرتے تھے۔

ایک بار نبی اکرم ﷺ سے۔ سبحان الله ۔کی تشریح دریافت کی گئی تو فرمایا۔ اللہ۔ ہر برائی سے پاک ومنزہ ہے۔(ص 14) ان حوالہ جات سے آپ معتزلہ کے افکار وعقائد کا بخوبی احساس کر سکتے ہیں کہ پاکیزگی اور اللہ کے لئے پاک جہتی کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

راهواران جادهٔ قرآن کے القاب

دیگر اقوام کی طرح مسلمان بھی ضعفِ عقیدہ کے مریض رہے ہیں۔ یہ بھی اچھنبہ پرستی میں کسی سے پیچھے نہیں،۔ انگشتری میں فیروزہ جڑا ہو تو خوش بختی کے پَٹ کھل جاتے ہیں۔ یاقوت اور زمرد ہوں تو بہت سی آفات سے پناہ ملتی ہے۔ روبی ہو تو قسمت کے وارے نیارے ہیں۔ اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ معجزات وکرامات، سحر اور منتروں سے کایا پلٹ جاتی اور قلب ماہیت یقینی بن جاتی ہے جبکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ معجزات وکرامات ہوں یا تبدیلی کے مفروضہ دیگر اسباب وعوامل ان سے عقیدۂ توحید مجروح ہوجاتا ہے لہٰذا اہلِ توحید پر واجب ہے کہ احترام وعزتِ باری کے پیشِ نظر معجزات اور مفروضہ کرامات کے عقیدے اور تاثیر کی نفی کریں اور خدائے لایزال کے اختیارات میں شراکت سے باز رہیں نیز انسان سے جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں ان کی نسبت اللہ کی

جانب نہ کریں۔اس زاویہ سے معتزلہ کا ایک لقب ''توحیدی'' بھی ہے۔لا یرضه لعباده الکفر الله. کفر، شرک قتل ناحق، زنا اور نافرمانی کی تمام اقسام کو ناپسند فرماتے ہیں کہ یہ تمام افعال انسان کے اپنے ہی ارادے اور اختیار کا مظہر ہیں۔ اللہ نے اسے بے اختیار پیدا نہیں کیا۔اسے اختیار اور یہ قدرت حاصل ہے کہ جو عمل چاہے کرلے اس لحاظ سے ان کا ایک نام ''قدری'' بھی یعنے قدرت رکھنے والا بھی ہے۔ اسکے برعکس جن کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل میں بے بس اور مجبور ہے وہ جو عمل کرتا ہے وہ خودنہیں خدا کراتا ہے ان کو ''جبری'' یا سلفی یا اشعری کہتے ہیں حالانکہ اللہ کے قانون میں نہ جبر ہے نہ اکراہ۔

معتزلہ۔ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ برائیاں ظلم ہیں ان کا مرتکب ظالم ہے۔ جبکہ اللہ ''عادل'' ہے جو برائیوں کا حکم نہیں دیتا اس لحاظ سے انہیں ''عدلی'' بھی کہا جاتا ہے۔اس طرح قدری، توحیدی، اور عدلی سب اعتزال ہی کے پیکر ہیں اور اعتزال اس فکر کا اظہار ہے یا وہ جادہ ہے جس پر چل کر وحی قرآن تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے لہٰذا ان القاب میں فرقہ بندی کی ٹوہ لگانا بگڑے کردار لوگوں کا کام ہے۔

زوالِ عقل و دانش کا صدمۂ جانکاہ

یہ بات کہ شعور وآگہی کا جو کارواں نوحؑ سے چل کر ابراہیمؑ پھر موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے ہوتا ہوا محمدؐ بن عبداللہ کے پاس آکر رُک گیا اپنی غرض وغایت پوری کر چکا تھا صحیح نہیں ہے ابھی شعور کے ارتقائی سفر اور ارتقاء کی آخری حد کا فیصلہ نہیں ہوا جبکہ انسان ازل سے تا ابد شعور کا محتاج رہا ہے۔انبیاء بھی باشعور لوگوں سے خطاب کرتے تھے اور قرآن نے بھی شعوریوں ہی سے ہمکلامی کی لہٰذا یہ سوچ کہ اب شعور وآگہی کا کارواں رُک گیا ہے۔اسکی رفتار تھم گئی ہے غلط ہے بلکہ اب عقل کی اہمیت یوں بھی دوچند ہوگئی ہے کہ عقل کے ساتھ نیا تجرباتی اور مشاہداتی عمل یعنے سائنسی فہم بھی شامل ہوگیا ہے جبکہ مذہب پہلے ہی کسی فلسفے کے مقابل ٹھیر نہ سکتا تھا اب تو سائنس کے سامنے آنے سے کیا ٹھیرے گا پہلے عقل نے اگر لباسِ اعتزال میں اپنا فعال کردار ادا کیا تھا تو اب پہلے سے زیادہ حریتِ فکری کے ساتھ اور بغیر کسی قدیم خواہ جدید نسبتِ اختیار کئے۔کام ہو رہا ہے گذشتہ کئی صدیوں سے اعتزال جدید نے نسبتی قباء کو اُتار کر ایسے ایسے محیّر العقول راستے تلاش کئے اور نظریات کو سائینٹفک جہتوں سے روشناس کرایا ہے کہ دنیا محوِ حیرت واستعجاب میں انگشت بدنداں ہے بلکہ اب تو ابوالحسن الاشعری کی اُمت بھی عقلیات کا سہارا لے کر ہی اپنی فکری کمزوری پر پردہ ڈال رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ حالات کی ستم ظریفی نے معتزلہ کے عروج کو زوال میں بدل دیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ زوال کو کسی معقول طریقے سے لایا نہیں گیا۔ جبر واستبداد اور مذہب کے سیاہ ہتھکنڈوں سے قرآن والوں کو زوال آشنا کیا گیا لیکن یہ کیوں

نظرانداز کیا جاتا ہے کہ ''جدیدیت'' خود ان کے عقائد وافکار کو ایک ہی ریلے میں خس وخاشاک کی طرح بہا لے گئی ہے کیا یہ کم مکافاتِ عمل ہے کہ آج مذہب کا نام لیتے ہی گھن آتی اور اشعری فکر سے بیزاری کی لہر اُبھرتی ہے۔ مانا کہ اشعریوں نے معتزلہ کا وجود رہنے نہیں دیا لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان کا کام پہلے سے زیادہ لازوال بن گیا ہے۔ اب کوئی سی تقلیدی نسبت استعمال کرنے کو یوں بھی معیوب سمجھا جاتا ہے کہ اب کوئی بھی ریسرچ سکالر کام کو نظر میں رکھتا ہے نام کو نہیں ابوالحسن اشعری بیچارہ اگر اعتزال چھوڑ کر سنی بنے اور طبقۂ فقہا اور محدثین نے جو منطق اور فلسفہ سے بالکل ناآشنا تھے ان کو فتوے کا سہارا دیدیا تحقیق وریسرچ کا اسلوب چھوڑ کر فتوے کلچر کو فروغ دیکر نام کمایا۔ سنی جو عقلیات سے عاری تھے اُن کو اپنے پیچھے لگایا۔ اس کے باوصف جب بھی غیروں سے سامنا ہوا تو دفاع کیلئے وہی اسلوب اپنایا جسے کفر خالص کہہ کر چھوڑ چکے تھے بلکہ جدید نویسوں نے پوری تحدی سے کہا ہے کہ آخر عمر میں ''مقالات الاسلامیین'' لکھ کر ایک بار اپنے کیے کی تلافی کرڈالی تھی۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا اب پیروکاران کی کج ادائی کو راہ صواب سمجھ کر ذریعۂ نجات ٹھیرا چکے تھے۔ اب ان کی نظر اول وآخر پر نہیں تھی وہ درمیانی عرصے کی اخلاقیات ہی کو ضلالت سے بچنے کا وسیلہ بنا چکے تھے۔ اور یہ درست ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں بڑے بڑے نامور علمانے آپؐ کے اسوۂ تکفیر کو اپنا کر بڑے معرکے سر کیے قاضی ابوبکر باقلانی (1013م) ابن فورک (1015م) ابواسحاق اسفرائنی (1016م) اور ابواسحاق شیرانی (---) نیز امام غزالی سب اسی دور کی پیداوار ہیں جب احادیث اور فتوے کا چلن تھا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ عقل وشعور کا گلا دبانے والے تہی دست تھے تفہیم کا اسلحہ ان کے پاس نہیں تھا نتیجہ یہ کہ سائنسی دور شروع ہوتے ہی وہ سب کے سب موجِ دریا میں بہہ گئے بلکہ ان میں سے محمد بن الحسن بن فورک تو کھلے عام رہِ ضلالت پر چل کر اپنی مسلم زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تھا اسکا عقیدہ تھا کہ **کان رسول اللہ ﷺ رسولا فی حیاتہ فقط وان روحہ قد بطل و تلاشی**

> رسول اللہ اپنی زندگی میں رسول تھے وفات کے بعد رسول نہ رہے اور مرنے کے بعد جناب کی روح باطل ہوچکی اور بھٹکتی رہی۔ (نعوذ باللہ) چنانچہ باطل عقیدے کی وجہ سے سلطان محمود غزنوی نے اسے زہر دے کر مروادیا تھا۔

(طبقات السبکی طبع مصر 3/52-56۔ النجوم الزاھرہ۔ 4/240۔ وفیات الاعیان 1/482۔ تبیین کذب المفتری ص 232 وغیرہ)

تلوار کی پیاس خون سے بُجھتی ھے

اشعریوں کی بیگانہ خودحرکتوں سے خون آشام

تلواریں فضا میں لہرائیں اور بے گناہوں کے خون سے نہلائیں اشاعرہ کی تعلیمات کے مطابق سلجوقیوں نے انسانی آبادی سے حریت رائے کا پورا استیصال کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بچپن میں قطب الدین مسعود نیشا پوری سے تعلیم پائی تھی اور وہ اشعری المذہب تھے اسی طرح سلطان صلاح الدین کو جب حکومت حاصل ہوئی تو اس نے تمام حکومت میں بجبر اشعری عقائد جاری کر دیئے (مقریزی ص 250 بحوالہ شبلی ص 82) بہ جبر کے معنے یہ ہیں کہ موصل، شام، عراق، لبنان اور فلسطین وغیرہ مقامات پر معتزلہ ہی سرفراز اور سر بلند تھے لیکن صلاح الدین کی شافعی تلوار نے جس طرح صلیبیوں پر فتح پالی اسی طرح کلمہ گو مسلمانوں کے گرم خون سے بھی اپنے حلق کو طراوت بخشی۔ نیز مصر کی ازہر یعنے فاطمی یونیورسٹی کو شافعی یونیورسٹی میں تبدیل کر کے ثابت کر دیا کہ معتزلہ اگر انکی شاہی میں نہ پنپ سکتے تھے تو حنفی وشیعہ مسلمان بھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے جاتے تھے۔

اسی طرح مراکش اور سپین میں بھی معتزلہ کو جبر کی نیند سلا دیا گیا۔ امام غزالی جن دنوں بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے مدرس تھے مراکش کے محمد بن تومرت نے ان سے تعلیم حاصل کی یہ اوران کا والد عبدالمؤمن علی نے مراکش اور سپین پر حکومت اور بہ جبر اشعری عقائد کو فروغ دیا بلکہ حکم دیا کہ اشعری عقائد کے منکر کو قتل کر دیا جائے چنانچہ سخت خون ریزی کے بعد تمام اسپین اور مغرب میں اشعری کے سوا کسی فرقے کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ (مقریزی ص 358 بحوالہ شبلی ص 82) ان حالات میں اگر اجسام کو خاک وخون میں تڑپا دیا گیا تو وجہ بھی تھی مگر اس سے اعتزال کی روح، پالیسی اور ارتقائی سفر کو پھر بھی گزند نہ پہنچ پایا اور نہ ہی ابدالآباد تک پہنچ سکے گا۔

رواداری یا . ابلہی؟

میں عالمِ اسلام کے بگڑے مزاج اور عقائدی بحران پر نوحہ کناں ہوں۔ مجھے کسی فرد کی نہ تنقیص مطلوب ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ احترام۔ بایں ہمہ مجھ پر اعتراض ہے کہ میں نے راسخ العقیدہ ''قرآنی'' ہوکر بھی ابوالحسن اشعری اوران کے ہمنواؤں کی فکری استبداد اور دانشورانِ قرآن پر مشق تکفیر کرنے کے باوصف انہیں قرآنی دانشوروں میں شمار گیا ہے۔ اس بارے میں میں اپنی صفائی میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اشعری کے بارے میں جدید نویسوں نے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ جب کبھی دفاعی لہجہ میں بات کرتے تو ماضیٔ بعید کی طرح عقلیات ہی کا سہارا لیتے تھے اور عقلیات کے اعتراف کے معنے ہیں کہ انہوں نے اعتزال کا یہ کہہ کر دوبارہ اعتراف گیا ہے کہ عقل اور اعتزال جدا نہیں ہوسکتے یہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں بلکہ دو جڑواں بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں ایسے میں مَیں نے ان سے زیادتی

نہیں کی جادۂ انصاف پر چلا ہوں کہ میرا شیوہ ہی یہی رہا ہے کہ نسبت کوئی سی ہو یا نسبت سے ہٹ کر کسی نے 5% بھی قرآن کے بارے میں خیر سگالی کا اظہار کیا ہے تو وہ نہ صرف تحسین و مرحبا کا سزاوار ہے بلکہ اس کا حق بنتا ہے کہ اسے قرآنی دانشور کہا جائے۔ کیونکہ میرے نزدیک قرآن کسی فرقے کی کتاب نہیں ہے کائناتی مرقعِ ہدایت ہے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنا ہر فردِ بشر کا مشترکہ حق ہے خاص کر اشعریوں یا سنیوں میں سب کے سب فتویٰ فروش اور مشق تکفیر کرنے والے نہیں تھے امام رازی جیسے یگانۂ روزگار بھی اشعری تھے جو نقل سے ہٹ کر عقل سے بھی کام لیتے تھے بلکہ اشعری ہونے کے ناطے سے ان کا یہ کارنامہ ابدالآباد تک زندہ رہے گا کہ انہوں نے بطورِ خاص امام المتکلمین محمد بن بحر الاصفہانی کے ''مفاتیح الغیب'' میں جا بہ جا حوالے دیکر اعتزال کو لازوال بنا دیا ہے اب یہ اخلاقی سفلہ پن یا اندھے تعصب کا اظہار ہوگا کہ ان کو دانشورانِ قرآن میں جگہ نہ دی جائے۔ یہ اگر میری خامکاری ہے یا ابلہ فریبی تو مجھے ایسی ابلہ فریبی پر پچھتاوا نہیں سرسید اہلحدیث معتزلی تھے، شبلی حنفی معتزلی تھے محسن الملک، حالی اور مجتہد العصر چراغ علی شیعہ معتزلی تھے جو بعد میں سب ہی لبرل بن گئے تھے اور یہ سب ملتِ مسلمہ کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ لیکن اس کے باوصف وہ قرآن کے قدآور دانشور تھے بلکہ ظاہری نسبت تک استعمال نہ کرتے تھے صرف شبلی تھے جو نسبتِ نعمان سے اعزاز رکھتے تھے جبکہ نعمان بھی دراصل ''عقلیت'' ہی کا استعارہ ہے۔

غیر فانی رِسالت

یہ بات کہ اشعری صفات کی تاویل نہیں کرتے جس سے تجسیم کا عقیدہ جنم لیتا ہے۔ یا عصمتِ رسولؐ کا پاس نہیں کرتے یا۔ رسول کو اس معنے میں خاتم نہیں مانتے کہ آپ بقیدِ حیات نہیں ہیں۔ تو ہم ان پر بھرپور تنقید کرتے اور اپنا مفہوم کھل کر بیان کرتے ہیں ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ رسولؐ اللہ اور قرآن کی رسالت نے باہم ''مندمج'' ہوکر رسالتِ رسول کو دائمی اور ابدی بنا دیا ہے۔ اب اگر رسول انسانی پیکر میں ذائقۂ فنا چکھ بھی چکے ہیں تو قرآن نے آپؐ کی خاک و گل والی رسالت کو اپنی رسالت کا جز بنا کر ابدی حیثیت دیدی ہے۔ رسول نہ ہو تو قرآن بہرحال ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یعنے رسولؐ کی رسالت برنگِ دگر لازوال اور غیر فانی رہے گی اور دنیا فیضانِ رسالت سے سیراب ہوتی رہے گی۔

فحش کے رسیا. رجالِ حدیث

میں نے انسانوں کی فکری کج ادائیوں اور عملی کوتاہیوں پر نظر نہیں رکھی کہ وہ جانیں اور ان کا عمل۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ معتزلہ اگر شاہوں کے ندیم بن کر درباریوں میں آزادانہ گھوم پھر کر کسی فحش کا ارتکاب کر بھی لیتے

ہیں تو انہیں جان سے مار ڈالو تب بھی یہ نہیں کہیں گے ہم سے یہ برائیاں اللہ کراتا ہے خاص کر طنز اور نقد کا یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ گروہ فقہا اور محدثین درباروں میں پہنچ کر نبیذ (عراقی شراب) بھی پیتے تھے اور درباری آداب کے مطابق شاہد باز بھی تھے اور باوصفے کہ وہ فاسق کی روایت قبول نہ کرتے تھے پھر بھی ان سے روایت کرنے کا عام رواج تھا مثلاً سلیمان بن ارقم اور اس کے پوتے کے بارے میں سب ہی نے لکھا ہے کہ فحش کے رسیا تھے درسِ حدیث بھی دیتے تھے اور خوبرو تلامذہ کی دبرزنی بھی کرتے تھے (تھذیب التھذیب ابن حجر جلد 1/165/4)۔اور سلیمان الشاذکوفی (847م) نے تو اس شغل سے بڑا نام کمایا۔

(لسان المیزان طبع دکن 84/3 تا 88)

کہنے کا مقصد ہے کہ خوردہ گیروں نے بہت سے معتزلہ کو دانستہ ہدفِ منکرات وفحش بنا کر اعتراض کیا ہے اس طرح کے طبقہ فجار کو دانشورانِ قرآن میں شمار نہ کیا جائے۔ مانا کہ مشورہ درست ہے مگر کتنے لوگ--- ذہنی پاکیزگی کے حامل ہیں اور فحش کو مجبوری تسلیم نہیں کرتے۔

صحتِ حدیث کا معیار

بہت سی باتیں ہوچکیں مناسب ہوگا کہ احادیث کے ردوقبول کا وہ معیار بھی سامنے لایا جائے جو دانشورانِ اخلاقیات نے ملکر پیش کیا ہے تاکہ معتزلہ کی انصاف پسندی کا احساس کیا جاسکے۔ حدیث کے ردوقبول کا ایک معیار تو وہ ہے جو سرسید کے عہد سے زیادہ متعارف چلا آرہا ہے یعنے ایسی روایت جو اللہ کے قول وفعل میں تضاد کو اُبھارے وہ بھی مسترد ہے اور یہی معیار تفسیر کے بارے میں بھی ملحوظ رکھا جائے گا اس طرح ذیل کے معیارات اساسی حیثیت رکھتے ہیں جو

(1) حدیث عقل کے خلاف ہو___ (2) جو حدیث قرآن کے خلاف ہو___ (3) جو حدیث فطرت کے خلاف ہو___ (4) جو حدیث تاریخ کے خلاف ہو___ (5) جو حدیث موقع یا قرینہ کے خلاف ہو___ (6) جو حدیث مشاہدے کے خلاف ہو___ مثلاً کعبۃ اللہ کے مشاہدے میں چار کونے ہیں مگر روایت میں پانچ بتلائے جائیں___ (7) رافضی صحابہ کے اور خارجی آل فاطمہ کے مطاعن روایت بیان کرے___ (8) چھوٹے چھوٹے عمل پر بڑے اجر اور صلہ کا وعدہ اور چھوٹے گناہ پر بڑے عذاب اور سزا کی وعید ہو___ (9) واقعہ ایسا ہو جسکے بیان کرنے والے بہت سے لوگ ہوسکتے ہوں مگر صرف ایک ہی شخص روایت کرتا ہو۔

یہ تمام شرائط عادلانہ اور منصفانہ ہوسکتی ہیں بلکہ کچھ اور اصول بھی ہونگے جو مناسب پالیسی کے حامل ہونگے لیکن حدیث گری کے صنعت کار اتنے بھی بھولے نہیں تھے کہ ان شرائط اور اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے بھی مارکیٹ میں جعلی مال نہ لاسکیں؟ وہ ایسی احادیث ہی کیوں وضع کرلیں گے جو ان اصولوں کی زد میں

آنے والی ہوں تاہم یہ اصول علے وجہ التقریب درج کئے گئے ہیں جو تنقید کی صرف بنیاد فراہم کرتے ہیں آپ ذہین اور فطین ہیں نمبر 1، نمبر 2 اور نمبر 3 پر اگر سختی سے کاربند ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی آپ کے قدم نہ چومے۔ خاص کر محدثین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی مجروح ہوں۔ یا ان پر جرح بھی ہو اور تعدیل بھی تو احتیاط اسی میں ہے کہ جرح کو مقدم رکھا جائے امید ہے میرا اشارہ کافی ہوگا۔

دانشورانِ قرآن کی دوسری قسم

یہاں تک معتزلہ کے پاکیزہ اصولوں اور شرائط اور صحتِ فکر کے معیار کی تفصیل تھی اب دانشورانِ قرآن کے ان راہواروں کا تعارف ہوگا جو لغت، ادب اور استعمالاتِ عرب کی دوسری اصناف سے قرآن کے دفاع میں خصوصی مذاق رکھتے ہیں اسمیں بھی ہر مدرسۂ فکر کے دانشوروں نے حصہ لیا اور فکری نسبتوں کے باوصف سچے حقائق کا ساتھ دیکر فکر کے زاویئے درست کئے۔ بات یوں بنی کہ ہمارے اسلاف نے مفرداتِ قرآنی سے تعرض نہیں کیا چند تفاسیر بلکہ تراجم کو سامنے رکھ کر ان ہی تراجم کو کسی دوسرے قالب میں ڈھال کر ترجمہ در ترجمہ پر عمل کیا جاتا رہا جس سے نہ تو کلمات اللہ کا اعجاز شگفتہ ہوا اور نہ ہی مفاہیم واضح ہوئے۔ کسی بھی شہ پارے کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ترجمہ پڑھ کر مصنف کی محنت، دماغی کاوشوں، علمی اور نادر خیالات سے پوری طرح آشنا ہوں اور استفادہ کریں۔ یہاں تو پھر کلمات اللہ کی بات ہے جو تمام شہ پاروں کا منبع ہے اسے تحت اللفظ اور طے کردہ نظریاتی ترجموں کے ذریعہ متعارف کرانا ستم ظریفی ہے۔ شاید خطرہ یہ لاحق ہو کہ مفرداتِ قرآن کو اگر نزولِ قرآن کے محاورات، ضرب الامثال اور استعمالات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی تو اس سے اسلامی اصطلاحات مثلاً صوم وصلوٰۃ، حج وزکواۃ وغیرہ متاثر ہو جائیں گی تو یہ خام خیالی اور وہم ہے اور حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اصطلاحات اگر شارعؑ کی موجودگی میں دوسرا مفہوم اختیار کر چکی ہیں اور پیغمبر اہلِ زبان ہونے کے ناطے سے اصطلاح سازی کا پورا حق رکھتا ہے اور قوم نے انہیں قبول عام بھی بخشا ہے تو ان کی لغوی اور ادبی تحلیل ضروری نہیں ہے پیغمبر لغت اور اصطلاح کے تقاضوں کا بخوبی ادراک رکھتا ہے اور اسی ''ادراک'' کی ضوء میں اصطلاح کو روشناس کراتا ہے۔ لیکن یہ اصطلاحات درجن بھر سے زیادہ نہیں ہیں انکی آڑ میں اُن سینکڑوں ہزاروں مفردات کے ذہناً طے کردہ مفاہیم پر اصطلاح کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن پر صریح ظلم ہوگا۔ اور اسی ظلم کا سدِّ باب کرنے کے لئے ہی عربی ادبیات کے ہزاروں دانشوروں نے صدائے احتجاج بلند کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پچاس سال کے مختصر عرصے میں قرآنی ادب کا اتنا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے حساس طبقہ کی

طرح انہیں بھی احساس تھا کہ ___ قرآن پاک ایسے دور میں نازل ہوا جب چہار دانگِ عالم میں مشیخیت، پاپائیت اور ملوکیت کا سکہ رواں دواں تھا ___ انسانیت فرقوں اور قبائل میں بٹی ہوئی باہم دست و گریباں تھی ___ سخن سنجی و سخن فہمی عرب کا طرۂ امتیاز بنی ہوئی تھی ___ فصاحت و بلاغت۔ضرب الامثال اور شاعری ان کا سرمایۂ افتخار تھی ___ انہیں زبان کی سبک روی، ایجاز، اختصار اور ساتھ ہی جامعیت پر بڑا ناز تھا۔لہٰذا ہر بات میں تحدی اور ہر قول میں دعوتِ مبارزت ان کا دلپسند مشغلہ تھا۔ایسے ماحول میں قرآن کا اپنی دعاوی کے ساتھ میدان میں نکل آنا کسی حادثہ سے کم نہیں تھا لیکن قرآن تو حادثہ نہیں ایک حقیقت تھا جو پوری توانائیوں سے مقابل میں آچکا تھا۔اس نے سب سے پہلے ان کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اپنے پیش کردہ دستور ہدایت کا بدل یا مثل پیش کرنے کا چیلنج دیا اور اس طرح اپنے گرد لاتعداد حاسدوں کو جمع کر ڈالا جو اسی ایک ہی دھن میں لگ گئے کہ اس کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ میں، گرامر، ادب اور استعمالات قبائل کی رو سے غلطیاں نکال نکال کر دنیا کو باور کرالیں کہ جس کتاب کی زبان ہی درست نہیں جو بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں جانتی اسکی ہدایات کیا درست ہوں گی؟ تاہم یہ حاسد مقابلہ بازی میں ناکام ہو کر بالآخر دب ہی گئے کہ خود قرآن بھی ان ہی کی زبان کا ایک شاہکار تھا اور وہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے تھے۔لیکن تین چار عشروں کے بعد جب مسلم فتوحات نے کرۂ ارضی کے بیشتر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو غیر عرب مفتوحین کے ایک گونہ باشعور طبقے نے مقابلے کی تکنیک کو بدلتے ہوئے شکوک وشبہات کے زیرِ زمین حملوں کو منظم کرنا شروع کر دیا۔یعنے عرب حاسدین جہاں الفاظ وتراکیب میں فنی غلطیاں تلاش کرتے کرتے تھک گئے وہاں غیر عرب مفتوحین نے اسکے مفاہیم ومطالب میں تبدیلی لانے کا بیڑا اٹھایا کہ اس طرح قرآن کی لازوال تعلیمات از خود ہی توانائی کے اس جوہر سے عاری ہو جائیں گی جن کی طفیل جہانِ نو میں فاتحانہ پیش قدمی اس کا مقدر بن گئی تھی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زیرِ زمین حملے کامیاب ہو گئے اور دست وگریبان وہ انسان جن کو کتاب ہدے' نے توانائی اور نا قابلِ تفریق وحدت بخشی تھی ہر پہلو سے پارہ پارہ ہو گئے اب نہ ان کے پاس فکرِ صحیح تھی نہ عقلِ سلیم۔یعنے اس حملے کی تکنیک یوں بنادی گئی کہ کتابِ ہدے' کی مفردات کے مفاہیم میں تبدیلی لانے کے لئے بڑی دقت، باریکی، ہشیاری اور چابکدستی سے یہ کیا گیا کہ ان کا شعروادب، محاورات، ضرب الامثال و دیگر اصنافِ سخن سے رابطہ منقطع کر کے اسی دوران طے کردہ مفاہیم سے جوڑ دیا گیا یعنے ہر مفرد کی ذیل میں ایک روایت گھڑ لی گئی کہ اس طرح قرآنِ گویا ___ کی زبان بند کر کے ترجمانی کا حق اُن روایات کو دیدیا گیا جو اس مقصد کے لئے نہ صرف خام مال مہیا کر سکتی تھیں مقاصد کے تعین اور پھر توثیق کا معیار بھی انہیں ٹھیرایا گیا تھا۔

عرب جو تفہیمِ قرآن کے لئے زبان، ادب، محاورات اور شعر کو کافی سمجھتے اور نزولِ قرآن کے استعمالات کو بہتر ذریعہ ٹھیراتے تھے وہ ان طے کردہ نظریاتی مفاہیم کے لئے نہ شعری کلام پاتے تھے نہ ادبی محاورے بلکہ اصنافِ سخن میں سے کسی بھی صنف کو اِن کا پشت پناہ نہیں سمجھتے تھے وہ ایک ایسی نئی الجھن میں الجھا دیئے گئے جس سے بآسانی جان بر ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن وہ اس پر قانع بھی نہ ہوسکتے تھے کہ انکی زبان اتنی جامع اور ہمہ گیر ہو کر بھی اپنی مفردات کے لئے نہ شعروادب کی سند رکھتی ہو نہ ضرب الامثال و محاورات کی تائید؟ جب قرآن اُتر رہا تھا جو کلام یا اصنافِ سخن موجود تھے ان میں طے کردہ نظریات و روایت کی صنف کا وجود ہی نہ تھا پھر یہ جال بُنا گیا تو کس طرح بُنا گیا؟ چنانچہ عرب دانشوروں کے حساس طبقے نے کروٹ بدلی اور طے کردہ مفاہیم کے لئے ادب اور لغت کی سند مانگنا شروع کردی۔ لیکن سند کہاں؟ چنانچہ ذیل کے مفکرین عرب و اسلام نے برملا اعلان کردیا کہ قرآن کے مفردات کی وہی تشریح قابلِ تسلیم ہوگی جو اساسی طور پر زبان و ادب و استعمالات قوم کے مطابق ہوگی۔ اور باہر کی وہی تشریح سُنی جائے گی جو اِن قواعد و ضوابط کے گرد گھومتی ہوگی۔

یہ ماہرینِ لسان و ادب اور جهابذۂ فن کون تھے؟

اس سوال کے جواب میں راہوارانِ علم و ادب کا اِجمالی تعارف پیش کررہا ہوں تاکہ کاروانِ شوق کے راہواروں کا پتہ چل سکے۔

امام ابوحنیفہ (767م)، ابن الاعرابی (848م)، ابن جنی (1002م)، ابن خالویہ (981م)، ابن درید (934م)، ابن السکیت (859م)، ابن شمیل (820م)، ابن فارس (1000م)، ابن قتیبہ (848م)، ابن الکلبی (820م)، ابوتراب (806م)، ابوزید (831م)، ابوعبید (840م)، ابوعبیدہ (826م)، ابوعمرو بن العلا (774م)، ابوعمرو والشیبانی (822م)، ابوالہیثم (838م)، الازہری (981م)، اصمعی (832م)، الاموی، ثعلب (904م)، الجوہری (1003م)، خلف الاحمر (801م)، خلیل (791م)، خوارزمی (992م)، زجاج (429م)، سلمہ (855م)، سیبویہ (779م)، السیرافی (979م)، الصاحب (۳۸۵ھ 995م)، عمارہ بن عقیل (854م)، فراء (823م)، کسائی (806م)، لحیانی (831م)، فقعسی Faqaasiyy (780م)، لیث (782م)، مبرد (898م)، مفضل الضبی (836م)، مؤرج Muarrij (810م)، جاحظ (871م)، الفارابی (962م)، رؤبہ (763م)، الکمیت (847م)

ان سب دانشوروں نے اپنی کتابوں میں وضاحت کی ہے کہ روایات کتنا ہی درجۂ صحت کو پہنچی ہوں الفاظ کا مزاج ان کے مفاہیم سے اِبا کرتا ہے اور جہاں روایت و معانی میں مطابقت پائی جاتی ہے وہاں روایت کی خوبی نہیں بلکہ محض اتفاق ہے کہ ادبیاتِ عرب سے اسکی توثیق مل گئی۔

ان دانشوروں کے علاوہ ابن ندیم نے ذیل کے یگانہ روزگار علمائے قرآن کے نام بھی دیئے ہیں جنہوں نے معانی القرآن (یعنے لغات القرآن) کے نام سے کتابیں لکھیں مثلاً۔

ابن کیسان۔ابن الانباری۔ابو معاذ النحوی۔ابوالمعہال عیینہ۔ابوعبدالرحمان الیزیدی۔محمد بن عزیر السجستانی۔ابوبکر بن الوراق۔ابوالحسن العروضی۔محمد بن دینار الاحول۔ابو زید البلخی۔ہیثمبن عدی۔محمد بن یحیی القطعی۔امام واصل بن عطاء وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو ابن الندیم طبع دارالمعرفہ بیروت ص 51، ص 52، ص 53)

تفسیر بالروایت کی ضرر رسانی

اس کے ضمن میں جو کچھ بھی مروی ہے اسکا مأخذ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے صرف 2 فیصد روایات پر تو اس مفروضہ کا اطلاق صحیح ہوسکتا ہے لیکن 98 فی صد وہ وضعی تفسیر ہے جو بعض صحابہ اور تابعین کے نام سے وجود میں آئی ہے۔پھر بحث اس سے نہیں کہ تفسیر بالروایت لامحالہ ہی وضعی اور غلط ہے؟ اعتراض اس پر ہے کہ یہ تفسیر مقاصد قرآن کے منافی بھی ہے یعنے یہاں قرآن کی عصمت کو راوی کی عصمت پر بھینٹ چڑھایا گیا ہے مثال کے طور پر

رسول اللہ ﷺ کی عصمت طے کردہ نہیں طے شدہ عقیدہ ہے واللہ یعصمک من الناس (مائدہ۔ 70) لیکن روایات کی رو سے نبی کی ردائے عصمت کو لبید بن اعصم یہودی کی ساحری نے تار تار کر دیا ہے۔اب قرآن لاکھ کہے کہ لایفلح الساحر حیث اتے

ساحر جہاں سے بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہوسکتا۔ (طہ۔ 69)

لیکن وہ ان آیات کے واضح مفاہیم کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ لبید کے جادو سے چھ ماہ تک دماغ رفتگی کے عالم میں رہے کہ بسا اوقات بیویوں سے مباشرت کر لینے کے باوصف نہ جان سکتے تھے کہ ایسا کر چکے ہیں یا نہیں؟ اس روایت کے راوی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ھذا اشد ما یکون من السحر اذا کان کذا

اگر آپؐ مباشرت کر چکنے کے بعد اسے بھول جاتے تو سمجھ لو کہ آپؐ پر سحر کا شدید حملہ ہو چکا تھا کہ قوتِ ممیزہ ناکارہ ہو چلی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر طبع مصر جلد 4/575,574 تا 6)

گویا کہ غسلِ جنابت بھی نہیں فرماتے تھے کہ عملِ مباشرت آپ کو یاد ہی نہیں رہا تھا اور یونہی ناپاکی اور عالمِ وارفتگی میں نمازیں اور عبادات بجالاتے رہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کی عصمتِ نبوت کو تار تار کر دکھلانے کے علاوہ ''سُحر النبی'' کے خطاب سے بھی آپ کو نوازا گیا یعنے ''سحر زدہ پیغمبر''۔

(روح المعانی طبع مصر جلد 22/282/30 تا 24)

یعنے مسلمان خود ہی ''سحر زدہ نبی'' کہتے سنے گئے حالانکہ قرآن فرماتا ہے اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا o انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا

ان ظالموں کی سنو کہ یہ کہتے ہیں اے مسلمانو تم تو ایک سحر زدہ پیغمبر کی مانتے چلے جاتے ہو؟

غور کیجئے ان لوگوں نے آپؐ کی (شان سے فروتر) کیسی (بھدی) مثالیں تراش لیں اور گمراہ ہو گئے۔ (اسراء 48,47۔ نیز فرقان 9,8)

ان آیات میں جہاں رسول اکرم ﷺ کے سحر زدہ ہونے کی قطعی نفی کی گئی ہے وہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ظالم اور کفار ہی ایسا کہتے تھے مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ یہاں روایت اور قرآن میں صریح تضاد ہے اسکے باوصف نبی کی عصمت کو راوی کی عصمت پر بھینٹ چڑھایا گیا کہ روایات میں یہی کچھ طے کر لیا گیا تھا۔ پھر نہ صرف یہ کہ یہ جو قرآن مسلمانوں کی صفائی بیان کرتے ہوئے نبی کی سحر زدگی کو کفار اور ظالموں کی ہذیاں سرائی قرار دیتا ہے روایت اس صفائی کے برعکس یہ واضح کرتی ہے کہ سحر النبی۔ مسلمانوں کے نزدیک بھی آپ مسحور تھے اور ایک دو دن نہیں چھ ماہ تک۔

یہ تھے وہ اسباب و علل جن کی وجہ سے شناورانِ ادب عربی نہ چاہتے تھے کہ مفرداتِ قرآن کے لئے روایت سے رجوع کیا جائے کیونکہ ایک ادیب اور دانشور کا مذاق اتنا بلند اور نفیس ہوتا ہے کہ وہ الفاظ کے مزاج سے ہٹ کر بات کرنا پسند نہیں کرتا وہ الفاظ کو ماحول اور استعمالاتِ قوم کے ضوء میں اتنی خوبی، موزونیت اور فنکاری سے استعمال کرنے کی قدرت رکھتا ہے کہ اس میں کوئی نقص، خامی اور جھول نہیں ہوتی۔ ان ہی ادیبوں اور دانشوروں کی صف کے ہمارے لسانیات کے دانشور ہیں جنہوں نے سالہا سال تک الفاظ کے مزاج اور تیور سمجھنے میں صرف کئے اور اب ان کا ذوق اتنا بلند اور فزوں ہے کہ وہ بلا شبہ الفاظ کے جوہری کہے جا سکتے ہیں اور الفاظ کے جوہری کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ذخیرۂ الفاظ میں سے کھنکتا ہوا لفظ چُن کر مقابل میں رکھ دیتا ہے جو جامعیت اور معانی کے لحاظ سے اپنا بدل نہیں رکھتا۔

یہ درست ہے کہ سادہ باتوں کی تفہیم بھی سادہ ہوتی ہے لیکن علمی دور میں علم ہی کی باتیں ہوں گی اور

یہاں بھی اصنافِ سخن ہی کا کمال ہے کہ اسکے اصول ہر دور اور ہر علاقے میں یکساں قابلِ تسلیم رہے ہیں اور ان کی روشنی میں ایک ادیب اور دانشور جب چاہے بات کر سکتا ہے کیونکہ وہ متکلم ہے الفاظ کے مزاج دیکھتا اور ان کی ضوء میں بات کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کی بات کو یہ کہہ کر مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا ترجمہ کسی دینی ادارے کے دستار بند سکہ بند عالم کا ترجمہ نہیں ہے؟ یہ منطق اب فرسودہ ہو چلی ہے۔ کیونکہ علم وحکمت اللہ کی دین ہے، وہ جہاں چاہے جمع کر دے اس میں نہ حسد کی گنجائش ہے اور نہ بیجا تعصب وجو دکی۔ ان کو نشانہ حسد وتنقید بنانے کا مقصد ہے کہ امام الامت ابوحنیفہ سے لے کر کسی آخری جہاندۂ فن تک کو نشانہ بنایا گیا ہے کہ یہ ان کے خوشہ چیں ہیں ان کا جرم خوشہ چینی کا ہے اور انہوں نے جس محنتِ شاقہ سے بحرِ الفاظ میں غوطہ زنی کر کے معانی و مقاصد کے موتی نکالے ہیں ان کی قدر و قیمت کا احساس کرنا چاہئے۔ ان کا ادبی ذوق پاکیزہ اور بلند ہے وہاں تک اگر رسائی نہیں ہو سکتی تو اپنے مبلغ علم کا جائزہ لیجئے بیجا تنقید سے گریز کیجئے۔ الفاظ کے جوہری سے بھلائی کی اُمید رکھنی چاہئے کہ وہ ان کی روح اور سپرٹ کا بھی خیال رکھ سکتا ہے۔ امام محمد شلتوت شیخ الازہر مرحوم فرماتے ہیں ولنا ان مختار رائے الخلف من المتکلمین الذین یصرفون اللفظ عن ظاھرہ الی معنی یلیق بجلال اللہ و تنزیھہ

ہمیں چاہئے کہ تعصب کی ڈگر سے ہٹ کر زمانہ بعد کے ان متکلمین و فلاسفہ کے علمی شہ پاروں کو قبول کر لیں جنہوں نے الفاظ کے ظاہر کی بہ نسبت انکی روح اور سپرٹ کو دیکھتے ہوئے اس انداز سے استعمال کئے ہیں کہ اللہ کی شانِ کبریائی اور تقدیس کے شایان ہیں۔

(تفسیر محمد شلتوت طبع ھفتم دار الشروق بیروت و قاھرہ جلد 15/60/1تا 16)

یعنے عرش، کرسی، چہرہ، آنکھ اور ہاتھ وغیرہ کے جو معنے ادبیاتِ قرآن کے متکلمین نے کئے ہیں وہی قبول کرنے چاہئیں اور جو کچھ روایات میں ہے اسے ترک کر دینا چاہئے۔ اسی طرح امام رازی فرماتے ہیں ان ھذا الاجماع ممنوع فقد قال بھذا القول مجاھد و ھو من اکابر المفسرین و لا نابینا فی اصول الفقہ ان استنباط تاویل جدید فی الآیۃ لم یذکرہ المتقدمون جائز o

کہتے ہیں کہ اس معنے پر اُمت پر اجماع ہو چکا ہے۔ جی نہیں اس اجماع کو مجاہد بن جبر کے ویٹو نے مسترد (ممنوع) کر دیا ہے کہ وہ بھی ایک بلند پایہ مفسر ہیں۔ اور ہم اصولِ فقہ کی کتاب میں واضح کر آئے ہیں کہ

آیۂ قرآن کی کوئی سی بھی ایسی توجیہ جسے متقدمین نے ذکر نہیں کیا
متاخرین میں سے اگر کوئی کرپاتا ہے تو بالکل جائز اور روا ہے۔
(تفسیر امام رازی طبع محمد عبدالرحمان مصر جلد 232,231/9)

یعنے کہ امام رازی کے نزدیک اصول عربیت کی مراعات کسی خاص دور سے مربوط نہیں ہے کسی بھی دور میں اسے ملحوظ رکھ کر تشریح کا نیا اسلوب اختیار کیا جاسکتا ہے۔

ناظرین محترم:- یہاں تک دانشورانِ قرآن کے پاکیزہ عقائد او راذکار کا تعارف ہو چکا اب قلمی چہرے ملاحظہ ہوں۔

والسلام مع الکرام
رحمت اللہ طارق

13 نومبر 2000ء مطابق 15 شعبان ۱۴۲۰ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1 صدیق اکبر (634م)

سالارِ اُمم ﷺ کے جگری یار سیدنا ابوبکر صدیقؓ (634م)۔ لغزشوں اور خطاؤں کی نسبت انسان ہی کی طرف کرتے یعنے عـدلـی عقیدے کے مطابق اللہ کی مکمل تنزیہہ وتقدیس کے قائل تھے۔ مثلاً مسئلہ کلالہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اقول برائ فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطاءً فمنی

یہ میری رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اگر نادرست ہے تو میرے ذمہ ہے۔ (صفحہ 4/11 تا 7)

اس پر احمد بن یحییٰ لکھتے ہیں وھذا القول یقتضی بذالک ای بالتصریح بالعدل وانکار الجبر

آپ کا یہ فرمان واضح طور پر آپ کے عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ عـدلـی تھے جبری نہیں تھے۔ (۔۔۔صفحہ 11)

2 عمر بن خطاب (644 م)

خالق ارض وسما نے جب انسانوں کو ارضی نظام درست کرنے کی ذمہ داری سونپی تو اس نظام کو چلانے کی پالیسی یہ عطا فرمائی کہ ان الحکم الا للہ۔ حکمرانی صرف اللہ کا حق ہے (القرآن) یہ نہ موروثی ہے نہ جانشینی کے روایتی طریقوں سے اسے چلایا جاسکتا ہے کہ اللہ کا نہ کوئی وارث ہے نہ جانشین چنانچہ تمام انبیاء نے اللہ کے حقِ حکمرانی کا احسن طریق سے پاس کیا اور آخر میں یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد کی گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے زیرک اور دانشِ بصیرت کے اعلےٰ مقام پر فائز سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (644م) جب

خلیفہ اونٹ کی پکڑے ہوئے مہار آئے

حضور دوشِ مساوات پر سوار آئے

مسلمانوں کے نمائندہ قرار پائے تو اس ربانی پالیسی کو رہنما بناتے ہوئے اعلان کر دیا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمیں اللہ کی عطا کردہ پالیسی یعنے قرآن کافی ہے چنانچہ اس پالیسی کو اپناتے ہوئے حدیث و روایات کی تدوین اور باب بندی کو ممنوع اور قابلِ سزا جرم ٹھیرا دیا کہ اس کے بغیر کتاب اللہ کو سپریم لاء نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں کی متروکہ املاک کو تقسیم کر دینا چاہئے کہ فوجیوں میں مشاہرہ سسٹم ابھی رائج نہیں تھا۔ اسکے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ''خیبر'' میں اموال منقولہ کو تو سپاہیوں میں تقسیم کر دیا لیکن جائداد غیر منقولہ یعنے زرعی اراضی، نہروں اور چراگاہوں کو تقسیم نہیں فرمایا۔ انہیں آبادکاری کی نئی شرائط پر بیت المال کی ملکیت قرار دے کر پہلے سے کاشتکاروں کے پاس برائے کاشت رہنے دیا گیا۔ اس کے لئے بظاہر اگر چہ کوئی نیا حکم نہیں دیا گیا تھا جس سے روایت پرستوں نے عذر بنالیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کاشت کرنے والے۔ بندے۔ نہیں تھے لہٰذا سابقہ مالکان ہی سے معاملہ طے کر دیا۔ اس کے بعد جب فاروق اعظم نے زمام حکومت سنبھال لی تو صحابہ کرامؓ سے عراق، شام، فلسطین اور مصر اور دوسرے سرسبز علاقوں کی آبادکاری کے لئے مشورہ طلب ہوا۔ ادھر صحابہ کرام کی اپنی رائے کے علاوہ کسی ذریعہ سے فاروق اعظم کی رائے کا پتہ بھی چل گیا تھا۔ غرضے کہ رائیں دو ہو گئیں کسی نے کہا متروکہ اموال کی طرح زرعی املاک کو بھی تقسیم ہی کیا جائے اور کسی نے فرمایا بیت المال کی ملکیت بنا دی جائیں اب فیصلہ کے لئے نازک لمحے شروع ہو چکے تھے آخر الامر حسبنا کتاب اللہ والے عمر خطاب نے قرآن سے مشورہ لیا تو قرآن نے یہ رہنمائی فرمائی کہ والارض وضعها للانام زمین جس میں پھل، فروٹ کونپلیں، کھجور انگور وغیرہ پودے اُگتے ہیں تمام انسانوں کے لئے (مشترکہ) ہے (رحمان، 12,11) نیز فرمایا۔ هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعا اللہ وہ ہے جس نے زمین اور جو کچھ اسمیں ہے تم سب کے لئے (مساوی طور پر) پیدا کیا ہے۔ (بقرہ، 29) اس طرح صحابہ کرام اور فاروق اعظم کی ذاتی رائے اور قرآن کی رہنمائی نے فیصلہ سنا دیا کہ زمین تمام نوع بشر کی زیست کا مشترکہ ذریعہ ہے لہٰذا یہ انفرادی ملکیت نہیں بن سکتی اور یہ جو اموال متروکہ تقسیم کرنے کا اشارہ ہے تو اس سے مراد اموالِ منقولہ ہے غیر منقولہ نہیں ہے چنانچہ اس سے پہلے جن سپہ سالاروں نے اپنی صوابدید کے مطابق بعض علاقے مثلاً۔ جابیہ۔ وغیرہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے تھے فاروق اعظم نے ان کا دل رکھنے کے لئے فی حصہ اسی 80 دینار (سونے کے) دے کر اراضی واپس لے لیں اور بیت المال کی تحویل میں دیدیں۔

(ملاحظہ ہو قاضی ابو یوسف کی الخراج ص 14۔ ابو عبید قاسم بن سلام کی کتاب الاموال طبع مصر ص 59۔ اور یحیٰ بن آدم کی کتاب الخراج صفحہ 27، صفحہ 28، صفحہ 48 وغیرہ)

سیدنا فاروق اعظم اللہ سبحانہ کی ذات کے بارے میں بڑے حساس تھے ایک شخص نے اپنے مجرمانہ افعال کو اللہ سبحانہ کی طرف نسبت دیدی اور کہا کہ مجھ سے یہ چوری اور دیگر افعالِ شنیعہ اللہ نے کرائے ہیں آپ نے اسکی پیٹھ پر دروں کی تواضع کر کے اسکے غلط عقیدے کی اصلاح کر دی۔ چوری کی سزا مستزاد۔

آپ نے اپنے عمال سے کہا کہ جب کبھی امر متنازع کا فیصلہ کرو تو یہ دیکھو کہ کہیں اس امر میں تم خود تو ملوث نہیں۔ (زرکلی 204/5) امام زہری کا بیان ہے کہ۔ **کان عمر اذا نزل به الامر المعضل دعا المشبان فاستشارهم يبتغي حدة عقلهم** آپ ہر پیچیدہ معاملہ میں جواں فکر لوگوں سے انکی ذہنی آزمائش کے طور پر مشورے کرتے تھے۔ (طبری 217,187/1۔ حلیة الاولیاء 38/1)۔ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ موقع محل کی مناسبت سے اشعار بھی پیش کرتے تھے۔ (زرکلی 204/5)

❁

3 حضرت عثمان (656م)

سیدنا عثمان بڑے قدآور صحابی تھے قرآن آپ کی سانسوں میں بسا ہوا تھا۔ اللہ نے جو مال و دولت کی فراوانی عطا کی تھی وہ اس کے صرف امین تھے۔ اسلام اور سید المرسلین کو جب کبھی مالی معاونت کی ضرورت پڑی اپنے داماداوسط کو دستک دی۔ آپ نے قحط سالی کے ایام میں غلہ کے قافلے منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی خرید فرما کر پوری رعایا کی تمام اقسام کو فراہمی کا یکساں چانس دیا۔ مدینہ منورہ کے شمال میں میٹھے پانی کا کنواں تھا اسے خرید کر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے یکساں استعمال کے لئے وقف کیا۔ جنگِ تبوک کا تمام حربی سامان اونٹ، گھوڑے اور تلواریں اپنی جیب سے خرید کر فراہم کیا۔ آپ عمل کے بھی پاکیزہ تھے اور عقیدے کے بھی آپ کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں جتنی خرابیاں ہیں ان کا موجب انسان خود ہے اور جتنی اچھائیاں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ خلافت کے آخری مراحل میں آپ کے مخالفین زور میں آگئے مگر آپ نے یہ کہہ کر اپنے ہمنواؤں کو مقابلے سے روکا کہ دنیا یہ نہ کہے کہ عثمان نے اپنی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو لڑا دیا۔ ایسے نازک وقت میں جب تنقید کے تشون قاہرہ چلائے جاتے رہے ایک سیاہ دل نے پکار کر کہا، "الله يرميك" تم پر اللہ پتھراؤ کر رہا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کذبتم لو رماني ما اخطاني۔ اگر وہ پتھراؤ کرتا تو مجھ سے خطا سرزد نہ ہوتی ورنہ تو کہا جائے گا کہ خطا پیدا کرنے والا اپنے ہی فعل پر سزا دے رہا ہے جو قرآن محکم کے بھی خلاف ہے اور اصولِ تنزیہہ کے بھی۔ (ط۔م صفحہ 9,8/11)

اس پر احمد بن یحییٰ المرتضیٰ لکھتے ہیں ھذا ایضا یقتضی انکار الجبر ۔عثمان کا یہ فرمانا ان کے اس عقیدے کا عکاس ہے کہ وہ قدری تھے جبری نہیں تھے۔ (صفحہ 11)

❁

4 عائشہ صدیقہ (678م)

عرب میں ذہانت و فطانت، جودتِ فکر اور اصابتِ رائے پر فائز انسانوں میں جو مقام حضرت عائشہ صدیقہ (678م) کو حاصل تھا وہ کسی دوسری خاتون کو حاصل تھا نہ ہوگا آپ حسن و جمال میں یکتا اور ضرب المثل تھیں حمیرا (چنکی) سے شہرت پائی تھی۔ادبیاتِ عرب اور اصنافِ سخن پر آپ کو پوری دسترس حاصل تھی آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ۔افقہ نساء المسلمین و اعلمھن بالدین. مسلم خواتین میں سب سے زیادہ زیرک، فقیہ اور علم دین کا سب سے زیادہ فہم و بصیرت رکھتی تھیں۔وما کان یحدث لھا امر الا انشدت فیه شعرا جب کوئی سا موضوع چھڑتا تو اسکی مناسبت سے شعر کہہ ڈالتیں اس طرح آپ کو ہزاروں اشعار از بر رہتے تھے (ابن سعد طبع بیروت جلد 39/8۔اعلام النساء 720/2. حلیة الاولیاء طبع مصر جلد 43/2)۔

آپ ہمیشہ قرآن کی گہرائیوں پر نظر رکھتیں اور ادق سے ادق مسائل کا قرآن ہی سے استخراج کرتیں اور کہتی تھیں کہ قرآن گنجینۂ ہدایت ہے اور اسکی چابی عقل ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے عقیدے اور سوچ کی بنیاد قرآن پر رکھی تھی اور حضرت فاروقِ اعظم کی طرح حسبنا کتاب الله. یعنے معاملات طے کرنے کے لئے صرف قرآن کے حوالے پر اکتفا کرتی تھیں ایک بار کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو فرمایا حسبکم القرآن. ہمیں اور تمہیں قرآن کافی ہے آیئے اُنہی سے دریافت کریں مسئلہ یہ تھا کہ۔ان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه ۔میت کے اہلخانہ جب میت پر روتے ہیں تو اسے اذیت یا عذاب ملتا ہے (بخاری و مسلم) آپ نے فرمایا حسبکم القرآن ہمیں اور تمہیں قرآن کافی ہے جس میں ہے کہ الا تزر وازرۃ وزرا خرے ! کوئی انسان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ (انعام ۔ 164)

حضرت عائشہ کی مجتہدانہ اور قرآنی بصیرت کے ضمن میں علامہ بدرالدین زرکشی (1392م) نے الا جابة لا یراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة ۔کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس سے میں چند واقعات عرض کر رہا ہوں تا کہ ان کی فکرِ رسا کا صحیح ادراک ہو سکے میں نے اتنے لمبے نام کی بجائے صرف ''استدراکات'' کا حوالہ دینا ہے ذہن میں رکھئے۔

بات ہو رہی تھی کہ سیدہ عائشہ نے میت پر رونے سے عذاب کی نفی اور انعام (164) کے حوالے سے اس عقیدے کو مسترد کر دیا تھا اس پر علامہ زرکشی تبصرہ کے بطور فرماتے ہیں کہ ۔ واعلم ان تعذیب المیت ببکاء اہله علیه رواہ عن النبی ﷺ جماعة من الصحابة منهم عمرو ابن عمر. وانکرته علیها عائشته وحدیثها موافق لظاهر القرآن وهو قوله لا تزر وا زرة وزر اخریٰ

واضح رہے کہ لواحقین کے رونے پر میت کو عذاب ہونے والی روایت صحابہ نے باقاعدہ نبی اکرم ﷺ سے سُنی ہے عبداللہ بن عمر اور عمر بن الخطاب نیز اس کے راویوں میں سے ہیں باایں ہمہ صدیقہ نے دونوں کی روایت کو مسترد کرتے ہوئے قرآن کے حوالہ سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ جو ہر زاویہ سے ظاہر قرآن کے موافق ہے۔ (استدراکات صفحہ 5/51 تا 7)

یعنی فرمایا جب روح نکل گئی تو عذاب کیسا؟ پھر رونا اگر جرم ہے تو یہ جرم رونے والوں سے سرزد ہوا ہے مرنے والے بے روح کو سزا کیسی؟

سر پر مسح کرنا

سر پر اگر کوئی چیز حائل ہو تو وضوء میں مسح کرنا کیسا ہے؟ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے جائز کہتے تھے۔ اُبی بن کعب نے جب حضرت عائشہ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا۔

''علی سے کہہ دو عائشہ تمہیں قسم دے کر کہتی ہیں کہ کیا سورۂ مائدہ (7) کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے زرہ پر مسح کیا ہے؟ چنانچہ اُبی ۔ نے جب علیؓ سے دریافت کیا تو آپ نے عائشہ کی بات پر عمل کرنا شروع کر دیا''۔

(استدراکات صفحہ 40)

غور فرمایئے عائشہ کے علم کے مقابل باب العلم علی کا علم تنکے طرح بہ گیا ہے۔

علی. کی جانشینی

امام الحافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عاصم النبیل (۔۔۔) نے اپنی کتاب ''الوصایا'' میں لکھا ہے کہ عائشہ کے سامنے جب کسی نے کہا کہ علی وصی رسول ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ۔ اس کا سب سے زیادہ علم مجھے ہونا چاہئے کہ آپؐ نے حالت غیر ہونے پر میری ہی گود میں سر رکھا اور ''رفیقِ اعلیٰ'' سے جا ملے ۔ اس طرح میرے سوا دوسرا کون تھا جس نے اس وصیت کو سُنا۔

(استدراکات صفحہ 40 نیز صفحہ 89 بحوالۂ مسلم)

اللہ کا دیدار

ترمذی اور دیگر بہت سے محدثین نے متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک مرتبہ ہی نہیں دو مرتبہ اللہ کو دیکھا ہے لیکن جب مسروق نے حضرت عائشہؓ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا لا تدرکه الا بصا رو هویدرک الابصار۔ اسے کوئی نظر نہیں پا سکتی وہ ہر صورت کا احاطہ کر لیتا ہے۔ (انعام، 103) یعنے جب اسکی شکل ہی نہیں تو صورت گری کیسی؟ سائل نے سوال کیا کہ ولقد رآه بالافق المبین (تکویر، 3) تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا انما هو جبرئیل لم اره علی صورته التی خلق علیها غیرها تین المرتین o ۔ یہ دونوں مرتبہ میں نے جبرئیل ہی کو اصل شکل میں دیکھا تھا (اللہ کا دیدار نہیں کیا تھا) (استدراکات صفحہ 46)

مہینہ اُنتیس دِن کا

صحابہ میں سے بعض کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان الشهر تسع و عشرین. مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اس پر صدیقہ نے فرمایا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ان الشهر قد یکون تسعاو عشرین. مہینہ کبھی 29 کا بھی ہوتا ہے۔ (استدراکات صفحہ 55۔ اس طرح صحابہ نے آپ کی تصحیح کو تسلیم کر لیا)

مُردوں سے بات کرنا

معرکۂ بدر کے بعد ایک گڑھے میں کفار کی اجتماعی لاشیں پڑی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ ان لاشوں کی طرف گئے اور فرمایا۔ هل وجدتم ماوعد ربکم حقا. اللہ نے تمہاری ذلت اور حرام موت مرنے کا جو وعدہ کیا تھا۔ تم نے کیسا پایا؟۔ حضرت عائشہؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا وما انت بمسمع من فی القبور ۔ جو قبروں میں پڑے ہیں اسے تم بھی کچھ نہیں سنا سکتے۔ (فاطر، 22) (استدراکات صفحہ 56)۔

یہاں اہلحدیثوں اور دیگر کو اعتراض ہے کہ جنگ بدر میں عائشہؓ موجود نہیں تھیں انہیں کس طرح پتہ چلا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی بات ان تک نہیں پہنچی؟ جبکہ اس وقت روح کو جسد کفار میں لوٹا دیا گیا تھا۔ صدیقہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب قرآن کی گواہی ہے کہ قبروں میں پڑے لوگ کسی طرح بھی نہیں سن سکتے تو قرآن کی اس گواہی کو تسلیم کرنا چاہیے۔ خاص کر یہ واضح نہ ہو سکا کہ جب کفار کی روحیں لوٹا دی گئی تھیں تو کیا اہلحدیثوں نے انہیں دیکھ لیا تھا؟ جبکہ موت میں تکرار اور اعادہ نہیں ہوتا۔

جنبی کا روزہ

ابو ہریرۃ کا کہنا ہے کہ جنبی اگر صبح کی اذان ہونے تک نہیں نہایا تو اُسے روزہ نہیں رکھنا چاہیے چنانچہ معاملہ عائشہ صدیقہ تک پہنچا آپ نے فرمایا کہ جنبی نہائے بغیر روزہ رکھ

سکتا ہے۔ یہ بات مروان بن حکمؒ (685م) تک پہنچی تو اس نے کہا تم جاؤ اور ابو ہریرۃ سے ملو اور اسے قسم دے کر پوچھو کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے؟ چنانچہ عبدالرحمان ابن ابی بکر ایسے وقت میں ابو ہریرۃ کے پاس پہنچا کہ خود ان کے والد جناب صدیق اکبرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ ابو ہریرۃ نے کہا اگر بی بی عائشہ اور ام سلمہ کہتی ہیں کہ جنبی روزہ رکھ سکتا ہے تو ان کا علم میرے علم سے زیادہ ہے۔ (استدراکات صفحہ 57)

اسکے معنے یہ ہوئے کہ صحابہ کرام جناب ابو ہریرۃ کی باتوں پر بہت کم دھیان دیتے اور حلفیہ بات پر ہی اعتبار کرتے تھے۔

نہاتے وقت بالوں کو کھولنا

مسلم میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر عورتوں سے کہتا تھا کہ جب وہ خاص نہانا نہائیں تو بالوں کو کھول کر جڑوں تک پانی پہنچائیں۔ یہ بات جب حضرت عائشہ تک پہنچی تو فرمایا یا عجبا لا بن عمر یا مر النساء اذا اغتسلن ان ینقضن رؤسھن افلا یأمر ھن ان یحلقن روسھن

کاش ابن عمرو یہ فتوے نہ دیتے اس سے تو بہتر تھا کہ عورتوں کو سر منڈانے کا فتوے دیتے تاکہ ان کے فلسفہ کے مطابق نہ صرف پانی کا بالوں کی جڑوں تک پہنچنا ممکن ہو جاتا پورا سر ہی پانی میں ڈبویا جا سکتا۔ اس بندۂ خدا کو معلوم ہو کہ ہم (ازواج النبیؐ) سر کے گندھے بال کھولے بغیر یوں ہی اوپر سے پانی بہا دیتی تھیں۔ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سر پر پانی گرا دیں اور بس۔

(استدراکات صفحہ 57)

نحوست کہاں کہاں؟

ابوداؤد طیالسی (819م) بحوالۂ ابو ہریرہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ الشؤم فی ثلاثۃ فی الدار والمرأۃ والفرس۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے۔ مکان میں عورت میں اور گھوڑے میں۔ حضرت عائشہؓ کو جب پتہ چلا تو قرآن سے مدطلب کی جہاں سے جواب ملا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض و لا فی انفسکم الا فی کتاب من قبلہ نبرأھا

زمین میں یا تمہاری ذات میں مصیبت پیش آنے کی جو بھی صورت ہوگی وہ اسکے وجود میں آنے سے پہلے ہی ہمارے قانون میں لکھی ہے۔ (حدید، 22)

اور جب مصیبت کے لئے بھی قانون ہے تو نحوست بغیر قانون کے کیوں؟ (استدراکات صفحہ 59)

اس ضمن میں حضرت عائشہ سے ایک روایت بھی ہے کہ جن اشیاء میں نحوست کا امکان تسلیم کیا گیا ہے یہ یہودیوں کا عقیدہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے مذمت کے مقام پر صرف ذکر فرمایا تھا۔

کسی جاندار کو بِلاوجہ مار ڈالنا

کتب روایات میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، ایک عورت نے ''بلی'' کو پھنسا رکھا تھا نہ اسے کھلاتی نہ پلاتی اور نہ آزاد کر چھوڑتی کہ کیڑے مکوڑے کھا کر زندہ رہتی حتےٰ کہ وہ مرگئی اس پر اللہ نے اس عورت کو عذاب میں مبتلا کر دیا (صفحہ 61) جب یہ حدیث حضرت عائشہ کو سنائی گئی تو اتفاق سے ابو ہریرہ بھی موجود تھا۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا ابا ھریرۃ انت الذی تحدث عن رسول اللہؐ. ابو ہریرہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان خود سنا ہے؟

اس نے کہا کہ سمعتہٗ من رسول اللہ ﷺ۔ جی ہاں میں نے رسول اللہؐ سے خود سنا ہے (صفحہ 16/61)

اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ المؤمن اکرم عندا للہ من ان یعذبہ من جراءِ ھرۃ.

مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ تکریم کا سزاوار ہے اللہ ایک بلی کی خاطر
مسلمان عورت کو جہنم میں داخل نہ کریں گے۔ (صفحہ 17/61)

پھر ابو ہریرہ سے مخاطب ہوئیں کہ۔ یا اباھریرۃ اذا حدثت عن رسول اللہ ﷺ فانظر کیف تحدث قولہ۔

اے ابو ہریرہ رسول اللہ کے حوالہ سے بات کرنا احتیاط طلب ہے تم جب
کبھی رسول اللہؐ سے روایت کرو تو سو بار سوچ کر کرو۔ (صفحہ 18/61 تا 19)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اپنی سادہ لوحی کی بنا پر اکثر ایسی باتیں سناتے جو بمشکل اعتماد پر پوری اترتیں اور صحابہ انہیں ٹوک بھی دیتے۔ پھر یہاں تو خاص طور پر ایک ''بلی'' کے مار دینے کی بات تھی آپ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ بہر حال آپ کی اکثر روایات بے سروپا ہوتیں ایک بار فرمایا۔ مـــا مستہ النار فلہ وضو. آگ سے چھوئی چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے جب یہ سنا تو فرمایا پھر تو سرد موسم میں گرم پانی سے وضو کرنا بھی روا نہ ہوگا کہ اس سے نہ صرف وضو ٹوٹ جاتا ہوگا ہوتا ہی نہ ہوگا۔ (بحوالہ جیراجپوری صفحہ 71)

مُردہ نہلانے پر غسل

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ من غسل میتا اغتسل و من حملہ تو ضا

جو میت کو نہلائے ضروری ہے کہ خود بھی نہائے جو میت کو کاندھا دے بعد
میں وضو کرے۔ (صفحہ 64)

یہ روایت اپنے مفہوم میں واضح ہے مگر اسے سیدہ عائشہ تسلیم نہیں کرتیں فرماتی ہیں کہ۔ او نجس موتی المسلمین وما علی رجل لو حمل عودا
کیا مسلمانوں کے مردے نجس اور ناپاک ہوتے ہیں کہ ہاتھ لگاتے ہی
غسل واجب ہوتا یا لکڑی اُٹھاتے ہی وضو لازم ہو؟ (استدراکات صفحہ 15/64)
یہاں لکڑی سے میت رکھنے والی چارپائی مراد ہے یعنے میت کو ثواب کی خاطر کاندھا دینے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

شعر کہنا

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ۔ لا ن یمتلئ جوف احد کم قیحا ودما خیر له من ان یمتلئ شعرا.
تمہارے منہ میں خون اور پیپ اُنڈیل کر تمہارا پیٹ بھر دیا جائے تو شعر
کہنے سے بہتر ہے۔ (استدراکات صفحہ 64)
ام المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں کہ ابو ہریرہ نے حدیث سمجھی ہی نہیں اس میں ہے کہ جو شعر کسی کی ''ہجو'' میں ہو وہ چونکہ عیب جوئی پر مشتمل ہوتا ہے اسی شعر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ناپاک اور نجس کی طرح حرام ہے۔

کفن سمیت مُردوں کا جی اُٹھنا

حاکم اور ابن حبان ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ خود انہوں نے جب نزع کا وقت قریب ہوا تو نئے کپڑے پہن لئے اور نبی اکرم ﷺ کے حوالہ سے فرمایا کہ۔ ان المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها. میت ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں دفن کیا گیا۔
یہ حدیث جب سیدہ عائشہ نے سُنی تو فرمایا کہ کیا یہ کفن یا نئے کپڑے ابدالآباد تک بوسیدہ ہوں گے نہ گل سڑ جائیں گے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے یحشر الناس حفاتاً عراة غرلا. کہ لوگ جب قبروں سے اُٹھیں گے تو ننگے پاؤں اور ننگے جسم اُٹھیں گے۔ (استدراکات صفحہ 71 کہاں کا کفن اور کہاں کے کپڑے؟)

نمازی کے آگے عورت کا گذر

ابو ہریرہ فرماتے تھے ان المرأة تقطع الصلاة
عورت اگر نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ

جائے گی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ غلط ہے میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز ادا کرتے اور میں سامنے لیٹی رہتی بلکہ پہلو بدل کر آپؐ کے سجدے کی جگہ پہنچتی تو میرا پاؤں ہٹا لیتے۔ (استدراکات صفحہ 66)

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ ما یقطع الصلاۃ. الکلب و الحمار و المرأۃ۔ کتا گدھا یا عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے سیدہ عائشہ نے جب یہ حدیث سُنی تو فرمایا۔ شبھتمونا بالحمیر و انکلاب و اللہ لقد رأیت رسول اللہ

تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا بخدا میں رسول اللہ کے سامنے سوئی رہتی تھی۔ (استدراکات صفحہ 7/84 تا 10)

مکان میں تصویر ہو تو

ابوطلحہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ۔ ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب او تمثال. جس گھر میں کتا یا مورتی ہو تو فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ جب صدیقہ کو پتہ چلا تو ابوطلحہ سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث خود سُنی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں یا ام المؤمنین۔ پھر وضاحت میں فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپؐ بعض غزوات میں سے کچھ کپڑے لائے تھے میں نے ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے لئے کچھ کے گدے بھی بنائے اور کچھ کے دیواروں پر آویزاں بھی کیے جبکہ یہ تصویر دار تھے۔ (استدراکات صفحہ 79)

غلافِ کعبہ کے کپڑے بنانا

شیبہ بن عثمان حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوئے اور بتلایا کہ ہمارے ہاں کعبہ کا غلاف اکٹھے ہوتے ہیں ہم زمین میں گہری کھڈ بنا کر انہیں دفن کر دیتے تاکہ کوئی جنبی مرد یا حائضہ استعمال نہ کر پائیں۔ آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا۔ ما احسنت بئس ما ضعت. ان ثیاب الکعبۃ اذا نزعت منھا لم یضرھا ان یلبسھا الجنب والحائض

تم نے بہت برا کیا جب کعبہ کا غلاف اُتر گیا تو اس کا وہ تقدس نہ رہا اب اگر اس کا سوٹ بنا کر کوئی جنبی یا حائضہ پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (بہتر ہے کہ انسان کے استعمال میں آئے گڑھے میں دفنانے سے تو گل سڑ جائے گا۔ (استدراکات صفحہ 80) تاہم اگر خود نہ پہنو تو بہتر ہے کہ اُترے غلاف کو بیچ کر اس کے پیسے غریبوں اور مسافروں میں بانٹ دو۔ (استدراکات صفحہ 1/80 تا 6)

متعہ کے بارے میں

آپؐ نے سُنا کہ کچھ لوگ متعہ کے بارے میں بعض باتیں پھیلا رہے ہیں تو

قرآن سے روشنی طلب کی ،قرآن نے فیصلہ سنادیا کہ والذین ھم لفروجھم حفظون بیوی کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ذریعہ۔علال نہیں ہے۔ (استدراکات صفحہ 86)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

ترمذی ،نسائی ،ابن ماجہ ،بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔جب سیدہ عائشہ نے یہ بات سُنی تو فرمایا۔من حدثکم ان رسول اللہ ﷺ کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا

جس نے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو فلا تصدقوہ۔ اُسے جھٹلا دو کہ آپؐ نے ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا ہے۔

(استدراکات صفحہ 86)

ایک روایت میں ہے ما بال رسول اللہ ﷺ قائما منذ انزل علیہ القرآن ۔ایک روایت میں ہے۔ماریٔ احد رسول اللہ ﷺ یبول قائما منذ انزل علیہ القرآن

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا جب سے قرآن کا نزول ہوا نہ تو آپؐ نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور نہ ہی کسی نے ایسی حالت میں دیکھا۔

(استدراکات صفحہ 7/87 تا 8)

چاشت کی نماز

عام طور پر عابد و زاہد لوگ نمازوں کی کئی قسمیں ادا کرتے ہیں اور ثبوت میں رسول اللہ ﷺ کا حوالہ بھی دیتے ہیں ۔لیکن بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ الا ان یجیئ من مغیبة آپؐ نے ایسی کوئی نماز ایجاد نہیں کی جو چاشت کے وقت ادا کی جانے والی ہو۔ہاں اگر آپؐ سفر سے تشریف لاتے تو۔ (استدراکات صفحہ 88)

اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یا تو سفر میں کوئی صلاۃ رہ گئی ہو یا پھر گھر سلامت پہنچنے پر شکرانے کا دوگانہ ادا کیا ہو۔

معراج النبیؐ

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ اوپر ہیں جہاں نبی اکرم ﷺ کو بلوا کر دیدار کرایا تھا اب معراج کا لفظ اگرچہ قرآن کا لفظ نہیں ہے تاہم اس کے معنے اوپر چڑھنے کے ہیں۔ اس طرح یہ درجات کی بلندی کا استعارہ بھی ہوسکتا ہے لیکن جو لوگ اللہ کے لئے جہت اور مکانیت کا عقیدہ رکھتے تھے وہ کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوا تھا۔لیکن شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ۔حضرت عائشہ کو اس سے انکار تھا۔

(مقالاتِ شبلی صفحہ 6/69 تا 7)

یہ تمام واقعات دیکھ جایئے صدیقہ نے اپنی بات کو یا تو قرآن پاک کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ قرآن ہی آپؓ کی سانسوں میں بس رہا تھا۔ یا پھر قدرت نے آپ کو جس ذہانت و فطانت سے جس ارتقائی سوچ اور فراست سے نوازا تھا اس کے حوالہ سے بات کرتی تھیں اور یہی دانشورانِ قرآن کا امتیاز ہے جو ازل سے تا ابد انہیں زندہ و پائندہ بنائے رکھے گا۔

یہاں سیدہ عائشہ کی مناسبت سے اُنکی ہم نام بھانجی یعنے ابوبکر کی صاحبزادی اُمِ کلثوم کی بیٹی عائشہ (719م) جو شکل و شباہت میں اور قوتِ استدلال میں اپنی خالہ کا عکس پیش کررہی تھیں اسی طرح ادیبہ، اسی طرح شاعرہ یا سخن سنج جس طرح کہ آپ کی خالہ تھیں ان کی شادی حضرت صدیقِ اکبر کے نواسے مصعب بن زبیر (690م) سے ہوئی تھی آپ عموماً بے پردہ ہوتی تھیں کہ قرآن میں اس کا واضح حکم نہیں تھا ایک بار مصعب بن زبیر نے بُرا مانا تو جواب مرحمت ہوا کہ ان اللہ قد وسمنی بمیسم جمال. احببت ان یراھا الناس فما کنت لا سترہ وو اللہ ما فیّ وصمۃ یقد ان یذکرنی احد

اللہ نے مجھے حسن و جمال کے امتیاز سے نوازا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ
لوگ قدرت کے اس شاہکار کو دیکھیں بخُدا مجھ میں کوئی بُرائی نہیں ہے تا کہ لوگ
دیکھ کر باتیں بنائیں۔ میں پاک و بے عیب ہوں۔

(الاغانی طبع مصر 51/5_58_العقد طبع لجنۃ التالیف مصر جلد 100/6-140,110)

حضرت عائشہؓ سیدنا عثمان غنیؓ (656م) کی زندگی میں جب اختلاف کی گنجائش دیکھتیں تو برملا اظہار فرمادیتیں لیکن شہادت کے بعد آپ نے سیدنا عثمانؓ کے قاتلین کی برملا مخالفت کی اور اپنی جان تک خطرے میں ڈالدی۔

❁

5 سماکؓ بن حرب (632م)

حضرت سماک بن خرشہ الخزرجی الانصاری (632م) عرف ابودجانہ جلیل القدر صحابی تھے۔ توجیہات کو خود قرآن ہی سے کشید کرتے تھے صفات کی تاویل کرتے تھے۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 87)

❁

6 ابن ابی کعب (642م)

حضرت ابی ابن کعب بن قیس بن عبید خزرجی (642م) اسلام سے پہلے یہودی احبار سے تعلق رکھتے تھے قدیم لٹریچر پر کافی دسترس تھی۔ اسلام کے بعد احد۔ بدر، خندق اور اُن تمام دیگر معرکہائے حق و باطل میں شامل رہے جن میں نبی اکرم ﷺ بذات خود شامل تھے۔ سیدنا عمر بن الخطاب ؓ کے عہد میں بیت المقدس والوں سے صلحنامہ آپ ہی نے ترتیب دیا تھا۔ آپ صفاتِ باری کے بارے میں صاف سُتھرے تھے اور فرماتے تھے

السعید من سعد بعلمہ و الشقی من شقی بعلمہ

خوش بختی اور بدبختی انسان کے ذاتی کردار کے مظاہر ہیں یہاں مقدر کا حوالہ دے کر بات نہیں ہوسکتی۔

(صفحہ 13/13 تا 14. غایة النهایة 31/1. حلیة الاولیاء 250/1. صفوة الصفوة 188/1)

7 حضرت ابو درداء (652م)

عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ الخزرجی ابوالدرداء (652م) ۔طبقات صفحہ 9 ۔ اپنے عقیدے میں صاف تھے برائیوں کو اللہ سے منسوب نہ کرتے تھے۔ صحابیؓ تھے۔ مدینے کے تاجر تھے حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کے عہد میں انہیں دمشق کا انتظام سونپ دیا تھا وہ دمشق کے قاضی بھی تھے۔ حکیم تھے، عالم تھے، پورے قرآن کے حافظ تھے۔ وصف کو ذات کا پرتو سمجھتے تھے۔ یعنے اللہ کی صفت کو اللہ کا جز نہیں۔ پرتو سمجھتے تھے۔

(الاصابہ 6119-حلیة الاولیاء -جلد 208/1)

8 عبداللہ بن مسعود (653م)

جناب عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الھذلی (653م) علم و فضیلت، فہم و فراست کے بے پایاں سمندر تھے اسلام لانے والوں کی پہلی ٹیم کے ممبر تھے سب سے بلند آواز میں آپ ہی نے قرآن پڑھا۔ ہر وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہتے حضرت عمرؓ نے ایک بار قربتِ رسول کا یہ منظر دیکھ کر فرمایا کہ یہ وہ برتن ہے جو علمِ نبوت سے ہمہ وقت اور مسلسل بھر رہا ہے۔ آپ کوتہ قد تھے۔ کوفہ کے سکریٹری خزانہ بنا دیئے گئے۔ حضرت عثمان کے زمانے میں مدینہ طیبہ واپس آئے اور وہیں پر ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے قدریوں کے طبقۂ اول سے تعلق رکھتے تھے۔ (الاصابة 4945. البیان و التبیین 56/2) آپ سے جب عورت کے مہر کی سپردگی کی بات ہوئی تو فرمایا۔ اس ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ پس اگر تو یہ ٹھیک ہے تو اللہ کی جانب سے ہے۔ اگر

غلط ہے تو میں ذمہ دار ہوں (ط ۔م صفحہ 11) اس پر امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ لکھتے ہیں کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ عدلی تھے جبر کے مخالف تھے۔ (صفحہ 11) ❁

9 حضرت معاویہ (680م)

رئیسِ مکہ جناب ابوسفیانؓ (652م) کے فرزندِ ارجمند حضرت معاویہ (680م) عقل وفراست کے اِمام اور سیاستِ ملیہ، کے نیک نام زعیم اور مقتدا تھے وہ اسلام کے بڑے سیاس اور فتحمند قائد تھے ان کی فتوحات کی حدیں محیط اطلسی سے آگے تک پہنچ چکی تھیں آپ کے مصر پر مقرر کردہ گورنر نے سن ۴۳ ہجری میں سوڈان کو فتح کر کے اسلامی عملداری میں گوروں کے ساتھ کالوں کو بھی شامل کیا تھا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان پہلے شخص تھے جنہوں نے سمندری فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور بحیرۂ روم، جزائرِ یونان، سائپرس اور درۂ دانیال کو فتح کر کے قسطنطنیہ کو سمندر اور خشکی کے راستے ۴۸ ہجری میں فتح کیا۔ آپ سے پہلے خلفاء کے باڈی گارڈ کا انتظام نہیں تھا لیکن حضرت فاروقِ اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کی شہادتوں کے بعد آپ نے حفاظتی دستہ متعین کیا۔ اور اس کا بظاہر فائدہ بھی ہوا کہ جب خارجی کمانڈوز نے طے کرلیا کہ مصر، شام اور عراق کے اُمراء اور خلفا کو 20 رمضان المبارک کو قتل کر دیا جائے گا کہ یہ سب اسلام سے منحرف ہو چکے ہیں چنانچہ یہ لوگ مکہ سے ایک ماہ پہلے چل پڑے اور مقررہ تاریخ پر اپنا کام شروع کر دیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص (664) کی طبیعت ناساز تھی نائب نے صبح کی امامت کرائی اور حملہ آوروں نے اُسے ہی شہید کر ڈالا۔ عراق میں حضرت علی خنجر خوارج سے جرعۂ شہادت نوش کر گئے ادھر دمشق میں حملہ آوروں نے حضرت معاویہ پر وار کیا باڈی گارڈ جھپٹے اور قاتلین پکڑے گئے بایں ہمہ خنجر کے وار سے آپ کا ایک زانو گھائل ہوا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر الصدیق نے جناب یزید بن سفیان (683م) کو شامی فتوحات کا کنٹرولر مقرر کر کے ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان (680) کو معاون کے بطور ساتھی بنا دیا جہاں آپ نے ''صیدا''، عرقہ، جبیل اور بیروت کے شہر فتح کئے۔ بعد میں حضرت عمرؓ (644م) نے آپ کو اردن کا والی مقرر فرما دیا بلکہ یزید کی وفات پر دمشق کا والی بھی اُنہیں ہی بنا دیا۔ کہ اس عرصہ میں دُنیا آپ کی سیاست اور طرزِ حکمرانی کا لوہا مان چکی تھی اور ہر زبان پر یہی تھا کہ۔ **دھاۃ العرب المتمیزین الکبار و کان فصیحا حلیما وقورا** ٥ آپ عرب کے مشہور بہادر اکابر میں سے تھے باوقار شخصیت کے مالک فصاحت و بلاغت آپ کا طرۂ امتیاز اور

مزاج میں تحمل ان کے خمیر میں شامل تھا۔

(طبری 180/6_یعقوبی طبع مصر 192/2_ تاریخ الخمیس بریل 291/2_296)

اور حکمرانی و جہاں بانی کی ان غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر ہی سیدنا عثمان (656م) نے شام کی تمام ریاستوں (سیریا، لبنان اور اُردن) کا والی انہیں ہی بنا دیا۔ (البدء والتاریخ بوریل 5/6 وغیرہ وغیرہ)

آپ بنیادی طور پر حکومت کے لئے اسی طرزِ فکر کے مالک تھے جو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں رائج تھی۔ لیکن حالات نے آپ کے وطیرے میں تبدیلی پیدا کر دی کہ آل ابو طالب موروثی طرزِ عمل کی حامل تھی اور باوجود ے کہ نبی اکرم ﷺ کی جانب سے اشارتاً یا کنایتاً کوئی ہدایت موجود نہ تھی بااین ہمہ ابنِ ابی طالب کا اصرار تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے وہی وارث اور وہی جانشین ہیں ثقیفہ بنی ساعدہ کی میٹنگوں میں بھی تنہا آپ کا رویہ چغلی کھاتا تھا کہ صرف وہی سیاسی جانشینی کے مدعی ہیں اور موروثیت ہی اسلام کا۔ بلاوا۔ ہے تاہم چونکہ ماحول ابھی سازگار نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام کو مطمئن کرنے کے لئے فیصلۂ پیغمبر کا ثبوت موجود تھا۔ خاص کر حضرت عباس (653م) جو کہ رسول اکرم ﷺ کے چچا بھی تھے اور آپ ﷺ کی وفات سے 21 سال بعد تک زندہ بھی رہے اور براہِ راست وارث بھی۔ ان کے پردۂ سکرین پر نہ آنے سے لوگوں کو شک گذرا کہ اگر براہِ راست وارث جانشینی کا ثبوت نہیں رکھتا تو بالواسطہ مدعی کس بنا پر وارثِ تخت و تاج بن سکتا ہے؟ نہ صرف آپ نے اپنی ذات کے حوالے سے جانشینی کا تأثر دینے کی غلط کوشش کی ذہنی طور پر اولاد کو بھی آمادہ کر لیا کہ جانشینی کو اپنا حق سمجھ کر دعوے کرتے رہیں۔ پھر لطف یہ کہ جانشینی کے بڑے سہیم عباس تک کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ تاکہ اگر خود کسی کے اطمینان کا سامان نہ رکھتے تھے تو ابنِ عباس ہی کو سامنے لے آتے جو لوگوں کا اطمینان کرا سکتے۔ بہرحال ان ہی حالات میں دو خلافتیں کام کر کے چلی گئیں کہ تیسری خلافت کا اندوہناک واقعہ رونما ہوا اور جاننے والے جان گئے تھے کہ اتنے بھیانک قتل میں کن کے ہاتھ خون میں رنگے ہوئے ہیں؟ ساتھیوں اور طرفداروں کا معاملہ نہ پہلے کبھی اخفاء میں رہا اور نہ کبھی رہ سکتا ہے چنانچہ معاملہ فاش سے فاش تر ہوتا چلا گیا۔ صحابہ کرام میں بے چینی پھیل گئی ہر شخص چاہتا تھا کہ قاتلوں کے ہاتھ ابھی رنگین ہیں ان پر ہاتھ ڈالا جائے مگر تاریخ بتلاتی ہے کہ خلافت کے نئے اُمیدوار نے کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ ماحول کو اب بھی ناساز پا کر آپ صحابہ کرام کو چھوڑ کر اپنے غیر معیاری ساتھیوں کو ہمراہ بنا کر سوئے عراق چل پڑے جس کا صحابۂ کرام نے شدید نوٹس لیا کیونکہ اس طرزِ عمل سے مدینۃ النبی کی کیپٹل حیثیت ختم ہو چکی تھی روزگار کے ذرائع ندارد تھے لوگوں نے ایسی سراسیمگی کی حالت میں شام کی طرف ہجرت شروع کر دی اور یہ ہجرت گویا حضرت معاویہ پر لوگوں کے اعتماد کا

اِظہار تھا کہ وہاں تحفظ بھی ملے گا اور معاشی سنبھالا بھی اُدھر لوگوں کے غیر اعلانیہ اعتماد کو دیکھتے ہوئے حضرت معاویہ کے دل میں خیال آیا کہ جو شخص مکہ۔ مدینہ اور حجاز کے لوگوں سے بیعت لئے بغیر باہر کے لوگوں کے سہارے چل پڑا اور اہلِ مدینہ کو میسر تمام سہولیات سے محروم کر گیا اور عراق میں نہ صرف نااہل ساتھیوں کے زور پر حکمرانی فرما رہے اور نصب و عزل کے احکامات بھی جاری کر رہے ہیں جبکہ آپ کی موجودہ حکمرانی کسی بھی زاویہ سے متفقہ۔ یا اجتماعی بیعت کے نتیجہ میں وجود میں نہیں آتی۔ کہ انہیں شام کی گورنری سے معزولی کا حکم مل جاتا ہے چنانچہ آپ نے معزولی کے حکم کو چیلنج کر دیا ایسے میں حضرت عبداللہ بن عباس جیسے دانشمند اور ہاشمی فیملی کے بزرگ موجود تھے ان کے ذریعہ مفاہمت ہو سکتی تھی لیکن حضرت علی نے حکمران بنتے ہی امام حسنؓ (670م) کو ولی عہد بنا ڈالا جس پر یزید کی ولیعہدی کا راستہ صاف ہو گیا۔ لوگ کہتے تھے کہ حضرت عباسؓ جو کہ براہِ راست نبی کریم ﷺ کے چچا اور وارث تھے انہوں نے ولیعہدی کا سلسلہ کیوں نہیں چلایا جو بلا واسطہ وارث بھی تھے اور فیملی کے زندہ بزرگ بھی جبکہ حضرت علی بالواسطہ ولیعہد بن جانے پر زور دے رہے تھے۔ جبکہ داسطہ ابو طالب تھے جو نہ تو زندہ تھے اور نہ ہی ایمان نہ لانے کی وجہ سے وارث بن سکتے تھے تاہم اگر حضرت علی حضرت عباس کو شریکِ مشاورت گردانتے تو آنے والے دنوں میں بنی عباس آلِ ابو طالب کو شریکِ اقتدار ضرور گردانتے کیونکہ بنی مروان کی حکومت گرانے میں دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل تھا۔ کاش حضرت علی صائب مشورہ ہوتے تو ولیعہدی اور موروثی کا حق جتائے بغیر بھی خلیفہ بن سکتے تھے لیکن ان کے ہمراہیوں کے ہاتھوں حضرت عثمان کا قتل ہونا۔ قاتلوں کا پیچھا نہ کرنا اُلٹا زمامِ حکومت ان ہی کے سپرد کر دینا اور مدینہ منورہ کی سیاسی حیثیت ختم کرنا ایسے اُمور تھے کہ آپ سنجیدہ لوگوں کا تعاون حاصل نہ کر سکتے تھے اور بالآخر خود بھی مظلومی کی شہادت لے کر دُنیا سے رُخصت ہو گئے ادھر آپ کے نامزد ولیعہد حضرت امام حسن کے جائزے میں آپ کے حینِ حیات اور آپ کی شہادت کے بعد عملاً وہی لوگ تھے جو نام تو آلِ ہاشم کا لیتے مگر کام اپنی مرضی سے کرتے ایسے میں امام حسن نے مسلمانوں کے مفاد کو مدِ نظر رکھ کر ولیعہدی کی حکمرانی سے دست برداری کی اچھی مثال قائم کی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود یزید کو بھی ولیعہدی راس نہ آئی کہ ان ہی کے عہد میں امام حسین کی شہادت کا واقعہ ہائلہ پیش آیا۔ عراقیوں نے اسے خوب اکسپلائٹ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد اور اسکی نوکر شاہی نے رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا اور پھر ان ہی اضطرابی حالات میں اسکی زندگی نے بھی وفا نہ کی دو اڑھائی سال کی حکمرانی کے بعد چل بسا ان کے فرزند خالد بن یزید (704م) نے یہ کہہ کر حکمرانی پر لات ماردی کہ یہ مسلمانوں کا حق ہے چنانچہ اس کے ساتھ ہی بنی اُمیہ کی سفیانی شاخ سے حکمرانی رُخصت ہو کر بنو مروان فیملی میں چلی گئی و یبقیٰ وجہ

ربک ذوالجلال والاکرام

حضرتِ معاویہؓ بڑے زیرک، معاملہ فہم، متحمل مزاج اور اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے والے بزرگ تھے نپی تلی بات کرتے جب کوئی پیچیدہ معاملہ زیرِ غور آتا تو آپ کی ذرا سی توجہ سے گرہیں کھلتی چلی جاتیں۔ عراق اور شام کے سیاسی اختلافات کو دیکھتے ہوئے قسطنطنیہ کے قیصر نے حضرت موصوف کو حمایت کی پیشکش کی۔ آپ نے مسترد کرتے ہوئے فرمایا مجھے اسلام کی برتری کے لئے اگر علی کی قیادت میں قسطنطنیہ کا رُخ کرنا پڑا تو ایسے لاؤلشکر کے ساتھ کروں گا جس کا ایک سرا دمشق میں ہوگا تو دوسرا قسطنطنیہ میں۔

آپ عربوں کے فرزانوں میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے کاتب السر (پرائیویٹ سکریٹری) اور کاتب الوحی تھے رسول اللہ ﷺ کے پیارے سالے اور گھر کے صحبت یافتہ ہونے کے باوصف رسولؐ کی طرف منسوب باتوں کو فہم ودانش کی کسوٹی پر پرکھنے کے عادی تھے۔ آپ نے اتنے قربِ رسولؐ کے باوجود کم سے کم روایات بیان کیں اور ایسے معیار کی کہ نہ عقل سے ٹکرانے والی تھیں نہ وحی سے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن منبعِ رُشد وہدایت ہے اور عقل اس سے رموزِ دین وسیاست کشید کرنے کا آلہ۔ آپ معراج النبی ﷺ کو درجات اور مناصب نبوت کی بلندی سے تعبیر کرتے اور حقیقی معراج تسلیم نہیں کرتے تھے ویسے بھی قرآنیاتِ معاویہ قرآنیاتِ عائشہ سے کم نہوں گی۔ ❁

10 حضرت ابن عباس (687م)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اہل زبان بھی تھے دانشور اور خطیب بھی اور الفاظ کے مزاج شناس بھی۔ آپ علے الاعلان۔ برائیوں کے خالق انسان ہی کو سمجھتے تھے، آپ کے فرزند علی بن عبداللہ اپنے ابا حضور کے ہاں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا۔ اے ابن عباس لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے فلاں کو بدکاریوں پر مجبور کیا۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہالو اعلم ان منهم ههنا احدا. لقبضت علىٰ حلقه فحصرته حتى تذهب روحه عنه. لا تقولوا اجر الله على المعاصى

اگر مجھے معلوم ہو کہ یہ کہنے والوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو میں
اس کا گلا اس وقت تک دبائے رکھوں جب تک اس کی جان میں جان ہے۔ لوگوتم یہ
نہ کہو کہ اللہ بدی کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہے۔

(احمد بن یحییٰ طبقات المعتزلہ صفحہ 6/13 تا 9)

نیز آپ نے اہلِ شام کے مجبرہ سے کہاهل منکم الامفتر علے الله يحمل اجرامه عليه وينسيه علانيه اليه

تم لوگ اللہ پر افتراء کرتے اور پوری جسارت سے کہتے ہو کہ ہم سے معاصی اللہ کراتا ہے اور علانیہ بدی کی نسبت اس کی طرف کرتے ہو۔ (صفحہ 12)

❁

11 ابوالاسود دولی (688م)

ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل ابوالاسود۔ دولی (688م) بڑے ذہین وفطین تھے خلاقی صلاحیت پائی تھی حاضر جواب تھے۔فقیہ تھے۔شاعر تھے۔میدانِ جنگ کے سپاہی تھے۔تابعی تھے حضرت علیؓ نے گرامر کے اصول مرتب کرنے پر مامور کر رکھا تھا۔جنگِ صفین میں علیؓ کے طرفدار تھے لیکن ثالثوں کے فیصلے سے متاثر ہو کر معاویہؓ کا احترام کرنے لگے بلکہ زیادہ ہی احترام کرنے لگے۔معتزلہ کے ابتدائی ایام سے ممبر تھے۔

(طبقات صفحہ 61)(صبح الاعشی 161/3۔وفیات الاعیان 24/1۔کامل ابن اثیر 211/8)

❁

12 عبداللہ بن عمرؓ (692م)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی (692م) صحابہ میں ان کی رائے کا وزن ہوتا تھا عدوی فیملی کو ان پر ناز تھا احمد بن یحییٰ نے انہیں طبقات میں پہلی صف میں شمار کیا ہے (صفحہ 9) آپ نیکیوں اور بدیوں کا فاعل خود انسان ہی کو سمجھتے اور گناہوں کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کو معصیت کہتے تھے۔کہ آپ کے نزدیک قتل، زنا۔کفر، شرک، غرضے کہ تمام سیئات کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہوسکتی۔ جاہلیت میں جن فیملیوں کو معزز سمجھا جاتا تھا ان ہی سے وابستہ تھے۔نہایت بے باک اور اپنے عقیدے کے پکے تھے حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے آپ کو بیعت لینے کے لئے مجبور کیا مگر آپ نے جھٹک دیا آپ صحابہ میں سے آخری فرد تھے جنہوں نے وفات پائی۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمان کہتے تھے۔آپ اپنے والد عمر بن خطابؓ کی طرح علم وفضیلت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے بس فرق یہ تھا کہ حضرت عمرؓ ایسے زمانے کے تھے جس میں آپ کی طرح فضلاء موجود تھے اور ابن عمر ایسے وقت میں رخصت ہو گئے کہ آپ کی مانند کوئی بھی نہ تھا یعنے اپنی نظیر دونوں ہی آپ تھے۔

❁ (الاصابه۔ب۔4825۔تهذيب الاسماء 278/1)

13 معبد الجهنی (699م)

معبد بن عبداللہ بن عویم الجہنی (699م) ابن عباس اور عمران بن حصین کے معتزلی شاگرد تھے۔ بصرے سے مدینہ منورہ گئے تو وہاں مذہب اعتزال کو فروغ دیا۔ حدیث کے امام تھے۔ تابعی تھے۔ عبدالملک بن مروان نے ''قدری'' ہونے کے جرم میں اسے قتل کر دیا تھا کہ ان دنوں عمر بن عبدالعزیز اور مسلم بن غیلان دمشقی نے معتزلیوں کو ملا کر بنومروان کی عطا کردہ جاگیریں اور خورد برد کا دیگر مال ان ہی بنومروان سے برآمد کر کے ضبط کر دیا تھا اور عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز اور غیلان کو وارننگ بھی دی تھی کہ خلیفہ عمر کے بعد ان قدریوں کے تکے بوٹیاں کر دوں گا۔ اس طرح ان دنوں قدری کے ایک گونہ یہ معنے تھے جو لوٹی ہوئی دولت واپس لینے والا ہو۔

نوٹ:۔ خلفائے ثلاثہ کی طرح عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین (672) بھی معتزلی تھے۔

(تھذیب التھذیب 225/10-میزان الاعتدال 183/3-البدایۃ والنھایہ 34/9)

❁

14 عُروہ بن زبیر (712م)

دانشورانِ قرآن ایک دو نہیں لاکھوں ہو گذرے ہیں ہم نے صرف ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے اقرارِ موجب صرف قرآن محکم ہی کو اتباع اور اطاعت کے قابل سمجھتے اور قرآن کے ہوتے ہوئے غیر از قرآن کی نفی کرتے تھے حضرت عروہ بن زبیر (712م) خاندانی طور پر ایسے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو رہنمائی اور طلبِ ہدایت کے لئے صرف قرآن پاک ہی کو کافی گردانتے اور قرآن ہی کو ہادی اور رہنما تسلیم کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ ہر زمینِ قلب پر صرف قرآن ہی کی عظمت و سطوت کا پھریرا لہراتا ہو اور قرآن ہی کی حکمرانی دائم و قائم ہو۔ حافظ ابونعیم اصفہانی (1038م) آپ کی صحتِ عقیدے کی بابت آپ ہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ قال عروۃ بن الزبیر کنا نقول لا نتخذ کتابا مع کتاب اللہ فمحوت کتبی فواللہ لوددت ان کتبی عندی ان کتاب اللہ قد استمر مویریۃ

عروہ بن زبیر فرماتے تھے ہم سب نے عہد کر رکھا تھا کہ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کوئی سی بھی کتاب اپنے پاس نہیں رکھیں گے چنانچہ اس اجتماعی

عہد کے بعد قسم کھا کر کہتا ہوں کہ۔ میں نے تمام وہ کتابیں تلف کر دیں جن سے مجھے
پیار تھا اور میں چاہتا تھا کہ یہ ذخیرۂ کتب میرے پاس رہ جاتا لیکن اب مجھ پر واضح
ہو چکا تھا کہ۔ صرف قرآن پاک ہی ایسی کتاب ہے جس کی توانائی لازوال اور
طاقت غیرفانی ہے۔ (قداستمر مریرتہ) جسکی صداقتیں ابدی اور اصولِ
ہدایت مستحکم اور روحانی قوت زوال پروف ہے۔

(حلیۃ الاولیاء طبع مصر 1933ء جلد 2/176/7 تا 20)

حضرت عروہ اس اجتماعی عہد کی اس وقت نشاندہی کرتے ہیں جب حدیث سازی کا رواج پڑ رہا تھا یعنے تابعینِ کرام تب بھی قرآن پاک ہی کو سپریم لاء سمجھتے اور مقابل کی ہر تحریر کو تلف کر دیتے تھے۔

❁

15 انس بن مالک (712م)

حضرت انس بن مالک بن ضمضم الخزرجی الانصاری (712) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی حینِ حیات آپ کی خدمت سے منسلک رہے۔ آپ کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے پھر بصرے میں جاگزیں ہوئے پھر وہیں پر فوت ہو کر مدفون ہوئے جبکہ آپ مرنے والے آخری صحابی تھے آپ کا فرمان تھا ماھلک امۃ قط حتی یکون الجبر قولھم

وہ قوم ہلاکت کے دہانے پر چلی گئی جس نے جبر یعنے معاصی اور خطا
کاریوں کو مقدر کا لکھا مانا۔

(ط.م صفحہ 10/13 تا 11. ابن سعد 10/7- تہذیب ابن عساکر 139/3)

❁

16 امام محمد بن الحنیفہ (717م)

امام ابو ھاشم عبداللہ بن محمد (ابن الحنفیہ) بن علی (717م) بڑے علم والے تھے اس خاندان میں مالی استطاعت کا اگرچہ فقدان تھا تاہم علمی وجاہت مسلمہ تھی۔ معتزلہ اس خاندان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ کیونکہ امام واصل بن عطاء اور امام محمد ہم درس بھی تھے اور ہم شہر (مدینہ منورہ) بھی اس طرح واصل اور محمد نے جناب عبداللہ سے اعتزال کی تعلیم پائی بلکہ محمد کے دوسرے بھائی حسن بن محمد سے مشہور قرآنی دانشور اور قاضی غیلان بن

مسلم دمشقی (723) نے بھی اعتزال سیکھا۔ (ط۔م۔صفحہ 17)۔حسن اور محمد کا تیسرے طبقے سے تعلق تھا۔

حضرت عبداللہ۔ مروانی عہد میں علویوں کے ایک زعیم کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔آپ کا گھر خفیہ طور پر علویوں کا تربیتی مرکز بن گیا تھا۔ شیعہ کا ایک گروہ یقین رکھتا تھا کہ سیدنا علی نے اپنے بعد ان ہی کو ''وصی'' بنایا تھا۔اور بعد میں امام محمد (حنفیہ) نے ولایتِ عہدی اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف منتقل کر دی جس کی بھنک اموی حکمران سلیمان بن عبدالملک کو پڑگئی چنانچہ سلیمان نے کسی ذریعہ سے آپ کو دیر تاثیر زہر (سلو پوائزن) دلا دی۔آپ نے جب محسوس کیا کہ موت کے دن قریب ہیں تو دمشق کو چھوڑ کر بمقام ''حیمیہ'' جو اردن کی موجودہ بندرگاہ ''معان'' کے قریب تھا چلے گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی بن عبداللہ کے پاس رہے۔زہر خورانی کا واقعہ بھی بتلا دیا اور اپنے شیعہ پیروکاروں کو ہدایت کی کہ میرے بعد ولیعہدی محمد بن علی بن عبداللہ کو منتقل ہوگی آپ نے ان کا تعاون کرنا ہے تا کہ ہم ہاشمیوں کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔اس کے بعد پوشیدہ لٹریچر اور زبانی ہدایات بھی ان تک پہنچا دیں۔ مذاہب و مسالک پر گہری نظر رکھتے تھے قرآنی دانشوروں کے استاد تھے حیمیہ میں کچھ عرصہ رہ کر ابن عباس والوں کے گھر ہی وفات پائی اور بغیر کسی مناقشت ولایتِ عہدی کا پہلا مرحلہ طے ہوگیا۔

(ابن الاثیر واقعات 717م۔تہذیب التہذیب 16/6۔شذرات الذھب 113/1)

17 شہزادہ عمر بن عبدالعزیز (720م)

کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز (720م) مجدد تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس صوفیانہ اصطلاح کے مستحق تھے یا نہیں۔میرے نزدیک۔۔۔ تھے کہ ایک بہت بڑے انسان تھے جس نے قرآن کے نظام عمل کو سنوار از ندہ کیا اور رائج کیا اس کے سینے کے اندر رحمت و اُلفت کا موجیں مارتا سمندر تھا اس نے قرآن کے نظام مالیات (وفی اموالھم حق للسائل والمحروم) کو نافذ کر کے اپنے عہد کے تناظر میں بڑے انقلابی اقدامات کیئے۔ وہ بلاشبہ انسان تھے مگر ایسے ویسے انسان نہیں۔ روشن فکر۔ با کمال اور شعور و آگہی سے حصۂ وافر پانے والے غیر جانبدار انسان تھے اور ایک غیر جانبدار ہی۔انسان دوست ہوتا ہے وہ انصاف کے معاملہ میں اپنے اور غیر میں امتیاز کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے اگر۔ بنو مروان۔ کی عطا کردہ جاگیریں ضبط اور وظائف رد کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اپنی املاک بھی نذرِ انصاف کر دی تھیں۔ بڑے جاگیر دار تھے، سکنی اور زرعی اراضی،

شہزادہ عمر بن عبدالعزیز

چراگاہیں۔ مال و مویشی کثرت کے ساتھ آپ کی ثروت میں اضافہ کئے ہوئے تھے جب غیلان دمشقی شہید کے کہنے پر بنو مروان۔ کے اثاثوں کا نیلام اور تقسیم کا آغاز کیا تو پہلے اپنی املاک کو حقداروں کی نذر کر دیا تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے مختصر دورِ حکومت میں انصاف کو عام کیا کہ رعایا نے سکون محسوس کیا۔

(ابن خلدون 76/3۔ تاریخ الخمیس 315/2۔ حلیۃ الاولیا 253/5-352 غیرہ)

آپ کا حکمرانی کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر عامل کو اپنے معاملات نمٹانے میں آزاد چھوڑ دیا تاکہ وہ بات بات میں بالائی مشوروں اور ہدایات کا محتاج نہ رہے۔ اطلق الحریۃ للعامل لایشا و رالخلیفۃ الا فی اھم المھمات ما یشکل علیہ امرہٗ

عمال کو اپنے اپنے محکمہ کے امور سرانجام دینے کے لئے آزادی حاصل تھی تاکہ وہ صرف انسانیت کی پالیسی کو نظر میں رکھیں اور یہ کہ انصاف کس شکل میں لوگوں تک پہنچایا جائے؟ وہ خلیفہ سے نہایت اہم اور مشکل امور کے مشورے کے پابند بھی نہ ہوتے تھے۔ (ابن اثیر طبع مصر جلد 22/5۔ زرکلی 209/5)

شہزادہ عمر بن عبدالعزیز کو امام احمد بن یحییٰ المرتضیٰ نے۔ معتزلہ کے جلیل القدر اماموں میں شمار کیا ہے (طبقات صفحہ 121) ثبوت میں لکھتے ہیں کہ امام غیلان دمشقی سے ان کے ہم خیالی کے روابط تھے۔ ان غیلان الدمشقی دخل علیہ وقال ان العامۃ من الشام زعموا ان الظلم بقضاء اللہ وقدرہ وانک تقول بذالک فقال سبحان اللہ. انما اتتبع مظالم بنی امیہ وازدھا واسمیھا مظالم بنی امیۃ افتری انی اُظلمَ اللہ

ایک بار غیلان۔ عمر سے ملے اور کہا کہ شام والے خیال کرتے ہیں کہ ظلم و بیداد۔ اللہ کی قضا اور قدر سے سرزد ہوتا ہے اور اے عمر سنا ہے کہ تم بھی ایسا ہی کہتے ہو؟ شہزادہ عمر نے کہا۔ میں اور بنی امیہ کے مظالم کو اللہ کے کھاتے میں ڈالوں۔ اور مظالم بنی امیہ کہنے کی بجائے۔ مظالم خدا کہوں؟

(طبقات المعتزلہ صفحہ 4/121 تا 6)

ابن یزداد علی بن محمد۔ کہتے تھے کہ۔ کان عمر من مستجیبی غیلان.

امام غیلان اور امام عمر۔ کی قربتیں قرآن کی وجہ سے ظہور میں آئیں اور اسی ہم خیالی کی وجہ سے غیلان۔ عمر کے چہیتے بن گئے۔ (طبقات صفحہ 7/121)

سلیمان بن ارقم سے روایت ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصری کو لکھا کہ سنا ہے تم ''قدر'' کے بارے میں کوئی مختلف رائے رکھتے ہو۔ اچھا ہوگا کہ اپنے عقیدہ کی تحریر میں وضاحت کرو۔ حضرت حسن بصری نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا تم لکھ دو کہ من الحسن بن ابی الحسن الیٰ عمر بن عبدالعزیز اما بعد فان من کذب بالقدر فقد کفر و من حمل ذنبه علی الله فقد فجر

حسن بصری اپنے بھائی عمر سے عرض پرداز ہے کہ جو شخص انسان کے ارادے اور اختیار کی نفی کرتا ہے وہ کافر ہے اسی طرح جو انسان ۔فعلِ بد تو خود کرے اور ذمہ داری اللہ پر ڈال دے تو وہ بھی عقیدے کا فاجر ہے۔

(صفحہ 9/121 تا 15)

یہی وجہ ہے کہ معتزلہ کا اجماعی فیصلہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز امام برحق تھے۔ (طبقات صفحہ 121)

18 شعبی (721م)

عامر الشعبی (721م) نیز دانشورانِ قرآن میں سے تھے ۔محتاط تھے، معتدل مزاج تھے۔ شعبی کا اعتدال تو یوں بھی مشہور تھا کہ کسی بھی مسلک کے خلاف بات کرتے تو تول تول کر کرتے مثلاً وہ کہتے تھے کہ۔آل محمد سے پیار کرو مگر رافضی بن کر نہیں ۔اللہ کی وعید پر ایمان لاؤ مگر مرجیہ بن کر نہیں ۔اسی طرح لوگوں کی تکفیر سے بھی گریز کرو خارجی نہ بنو۔اور خوبیوں اور محاسن کی نسبت صرف اللہ کی طرف کرو۔ بدی اور قبائح کا مرتکب اپنے کو ٹھیراؤ قدری نہ بنو۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 130) آپ حدیث نبویؐ کے بڑے حافظ بھی تھے اور نقاد بھی۔ جسمانی طور پر نحیف اور کمزور تھے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اسے شہنشاہِ روم کے پاس ایلچی (سفیر) بنا کر بھیجا تھا بلکہ عمر بن عبدالعزیز نے اسے قاضی بنا دینے کی خواہش بھی کی تھی۔

(تهذيب ابن عساكر طبع مصر جلد 138/7 ۔ تاريخ بغداد 227/2)

19 غیلان بن مسلم دمشقی (723م)

قرآن کی حاکمیت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے اور زندگی کا چراغ بجھا دیئے جانے کے منتظر امام غیلان بن مسلم دمشقی (723م) اُن زعماء میں سے تھے جن کے ہر اقدام سے مقہوروں کو مظلوموں کو، مجبوروں

اور پسے ہوئے طبقات کو ریلیف ملتی تھی۔ زمانہ تاریخ کے آپ پہلے انسان تھے جنہوں نے حکمرانی کے تو یتی تصور کو مسترد کر دیا تھا۔ عبدالکریم شہرستانی اپنی ''الملل و النحل'' میں لکھتے ہیں کان غیلان یقول بالقدر خیرہ و شرہ من العبد. و فی الامامته انها اصلح فی غیر قریش و کل من کان قائما بالکتاب و السنته فهو مستحق لها

غیلان قدری تھے اور کہتے تھے۔ خیر ہو۔ شر ہو انسان خود ہی اسکا فاعل ہے۔ اور حکمرانی کی اہلیت کے بارے میں۔ تو یتی تصور کی نفی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ۔ اس کے لئے قریشیت شرط نہیں ہے کوئی بھی مسلمان جو کتاب وسنت کا نظام چلالے حاکم بن سکتا ہے۔

(الملل والنحل۔ طبع مصر مکتبہ الحسین جلد 227/1۔ عیون الاخبار ابن قتیبہ طبع مصر 346-345/2)

اس طرح وہ الائمۃ من قریش. کی نفی کرتے ہوئے صرف اتنی گنجائش رکھتے ہیں کہ جس کی بھی بیعت ہو اجماعی ہو جیسے سیدنا ابو بکر اور دوساتھیوں کی ہوئی تھی غیر اجماعی نہ ہو جیسے خلیفہ چہارم کی ہوئی۔ (شہرستانی مختصراً۔ 227/1) اس سے غیلان کی دیدہ ریزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتنے کھلے ظرف اور وسیع النظری کے مالک تھے؟ وہ جو دل و دماغ لے کر آئے تھے اس میں انصاف کو فریق بنانے کی گنجائش نہیں تھی۔ حسن بصری کہتے تھے کہ غیلان۔ اہلِ شام پر اللہ کی برہان ہیں مگر قتل کیے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ وہ علم و زہد کے ایسے بلند قامت مجسمہ تھے کہ دنیا آپ کے پاس دعاؤں کی التجا لے کر آتی تھی۔ ویسے بھی بڑے ہی بے باک اور بڑے ہی جری تھے۔ آپ کی زبان حق کی ترجمان تھی ایک طویل خط میں عمر بن عبدالعزیز (720م) کو لکھا کہ۔

تم امام کہلاتے ہو جبکہ قرآن میں امام دو طرح کے ہیں۔ ایک وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا ایک وہ ہیں جو ہمارے قانون کے مطابق چلتے اور چلاتے ہیں۔ (انبیاء، 73)

اور دوسرے وجعلنا هم ائمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون. وہ امام بھی ہیں جو آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ (قصص، 41)

تم بتلاؤ کون سے امام ہو؟ کیا کبھی رشد و ہدایت والے کو تم نے دیکھا کہ اس نے گمراہی کی طرف بلایا ہو؟ کسی رحیم کو پایا جس نے بندوں پر نا قابل

برداشت فرمان نافذ کئے ہوں؟ یا اطاعت کیشی پر عذاب دیا ہو؟ کیا دنیا میں ایسے عدل۔ کا وجود ہے جو لوگوں کو ظلم۔ تظالم پر اُبھارتا ہو؟ کیا کسی بھی راستباز کو پایا ہے جس نے کذب اور تکاذب پر لوگوں کو جمع کیا ہو؟ بس میں صرف یہی کہنا چاہتا تھا۔

(طبقات المعتزلہ طبع بیروت صفحہ 25 و صفحہ 26)

اس کے بعد لکھا ہے کہ۔ فدعا عمر غیلان وقال اعنی علے ما انا فیه : فقال غیلان ولّنی بیع الخزائن ورد المظالم. فولاه فكان يبيعها وينا دی عليها ويقول تعالوا الی متاع الخونة تعالوا الی متاع الظلمة. تعالوا الی من خلف الرسول فی امته بغير سنته وسيرته. وكان فيما نادی عليه جوارب خز فبلغ ثمنها ثلاثين الف درهم وقد اتكل بعضها. فقال غيلان من يعذرنی ممن يزعم ان هولاءِ كانوا ائمة هدی وهذا يأتكل والناس يموتون من الجوع

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے غیلان کا صدق مقالی خط پڑھ کر التجا کی کہ میرے ناتواں شانوں پر حکمرانی کا جو بوجھ ڈالا گیا ہے آپ میری مدد فرمادیں۔ غیلان نے جواب میں کہا کہ بہتر ہے کہ آپ انسدادِ مظالم اور لوٹی ہوئی دولت کے خلاف عملی اقدامات کے لئے مجھے پورے اختیارات دیں چنانچہ خلیفہ نے بغیر کسی پس و پیش کے اختیارات دیدیئے۔ اب غیلان نے پوری دلجمعی اور یکسوئی سے لوگوں سے چھینی ہوئی املاک ایک ایک کرکے وصول کرنا اور نیلام کرنا شروع کردی وہ ہر اثاثے پر منادی کرتا کہ۔ لوگو آؤ خائنوں کا مال خریدو۔ لوگو ظالموں کا اثاثہ خریدلو اور آؤ ان کا مال خریدلو جو بغیر احیائے سنت اور بغیر اتباع سیرت کے خلیفہ بنتے چلے گئے۔

ادھر اسی نیلامی کے دوران ریشم سے بنیں قیمتی جرابیں ملیں جن کی قیمت چاندی کے تیس ہزار درہم تھی غیلان نے انہیں اُٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا۔ مجھے وہ لوگ معاف رکھیں جو ان لٹیروں کو ہدایت یافتہ حکمران سمجھتے رہے ہاں ہاں۔ یہ تو کھاتے رہے اور لوگ بھوکوں مرتے رہے۔ (طبقات صفحہ 9/26 تا 14)

کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ بر سرِ عام ہوتا رہا کہ مر به هشام بن عبدالملک قال. اریٰ هذا يعيبنی ويعيب اجدادی والله ان ظفرت به لاقطعن يديه ورجليه

اس اثنا میں مستقبل کے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا ادھر سے گذر ہوا اور یہ خانہ ویرانی دیکھ کر اسے بڑا قلق ہوا اور یہ کہتے ہوئے گذر گیا کہ اس (غیلان) نے مجھے اور میرے بزرگوں کو ننگا کر دیا ہے۔ بخدا اگر میں خلیفہ بنا تو اس سے نمٹ لوں گا اس کے دونوں ہاتھ بھی کٹوا دوں گا اور پاؤں بھی۔ (طبقات صفحہ 15/26 تا 16)

موت کے اس جاسوس نے بعد میں جو کچھ کیا اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے ساتھ ہی ہشام ان کا جانشین مقرر ہوا، اور اپنا انتقامی عمل شروع کر دیا لیکن غیلان اور صالح آرمینیہ چلے گئے تھے۔ ہشام نے وہیں سے ہر دو کو واپس بلوا لیا صالح کو تو بروقت قتل کر دیا مگر غیلان کے قتل کے لئے فتوے کا سہارا لینا ضروری تھا جبکہ یہ ضرورت غیلان کے نظریاتی حریف امام عبدالرحمان اوزاعی (774م) نے پوری کر دی چشمک یہ تھی کہ امام اوزاعی کے نزدیک الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب۔ (قرآن حدیث کا محتاج ہے حدیث قرآن کی محتاج نہیں ہے۔ جامع بیان العلم جلد 19/2) لیکن امام غیلان کا عقیدہ تھا کہ قرآن کتابِ ''محفوظ'' ہے اور کوئی چیز نہیں جسے محفوظ کہا گیا ہو لہٰذا ''محفوظ'' کو غیر محفوظ کا محتاج نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا جواب امام اوزاعی اور اس رجیم کے بڑے سے بڑے قد آور ممبر سے بھی نہ ہو سکتا تھا لیکن معقولیت کا دامن چھوٹ چکا تھا امام اوزاعی نے فتوے داغ دیا کہ غیلان بے دین ہے قتل کر دیا جائے۔ اس پر کیسانیہ گیٹ پر مقتل سجایا گیا۔ اب مقتل کا ہیرو سامنے تھا۔ ہشام نے آگے بڑھ کر غیلان کو مخاطب کیا۔ کہ اے غیلان یہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تمہارا خدا کر رہا ہے۔ غیلان نے کہا۔ اللہ سے ظلم سرزد نہیں ہوتا و ما انا بظلام للعبید (ق، 29) اور ظلم کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ اب اتمام حجت ہو چکا تھا۔ ہشام نے جلاد کو حکم دیا۔ تارامسیح آگے بڑھو اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دو۔ تارامسیح نے تعمیل میں کوتاہی کئے بغیر غیلان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ پھر آواز آئی تارامسیح اس کے دونوں پاؤں بھی کاٹ دو۔ تارامسیح نے اس حکم کی تعمیل بھی کر ڈالی۔ لیکن غیلان پھر بھی بولتا رہا تب اوزاعی نے اشارہ دیا اسکی زبان کھینچ لی جائے تب ہشام نے کہا تارامسیح گیا دیکھ رہے ہو؟ آگے بڑھو اس ناہنجار کی زبان کھینچ لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب بولنے والی زبان بھی نہ رہی اور اعضاء سے خون کے فوارے پھوٹنے سے موت بھی واقع ہوگئی تاہم جلاد کو آخری حکم ملا کہ اسی باب الکیسانیہ پر اس کی لاش کو سولی چڑھا دو۔ تارامسیح نے یہ کام بھی کر دیا۔

❁

20 طاؤس بن کیسان (724م)

طاؤس بن کیسان الخولانی الہمدانی ابوعبدالرحمان (724م) اکابر تابعین میں سے تھے۔ دین کا تفقہ رکھتے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے امراء اور سلاطین کے منہ پر سچ بات پوری بے باکی سے کرتے تھے عقیدے کے بھی صاف تھے اور عمل کے بھی ستھرے۔ حج کے دوران مزدلفہ یا منیٰ میں فوت ہوئے ان دنوں خلیفہ ہشام بن عبدالملک بھی حج پر آئے ہوئے تھے نمازِ جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ سلاطین اور امراء سے دور بھاگتے تھے ابن عیینہ کے مطابق عرب میں ضرب المثل بن گئی تھی کہ امراء اور سلاطین سے تین آدمی دور بھاگتے تھے۔ ابوذر غفاری، طاؤس اور ثوری۔

(تھذیب التھذیب 8/5- حلیة الاولیاء 3/4-ابن خلکان 233/1)

آپ قدری مسلک کے دوسرے گروپ سے تعلق رکھتے تھے ایک بار دو آدمی آپس میں اُلجھ پڑے ایک نے کہا اللہ نے ہمیں پھوٹ اور انتشار کے لئے پیدا کیا ہے۔ طاؤس نے سُنا تو کہا یہ اللہ پر جھوٹ ہے۔ پہلے فریق نے کہا۔ اللہ نے خود ہی تو فرمایا ہے ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک و لذالک خلقھم

یہ ہمیشہ جھگڑتے رہتے ہیں بس اللہ اپنی رحمت سے جسے ڈھانپ لے اور
اسی لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ (ہود، 11)

اس سے معترض کا استدلال تھا کہ خلقھم ۔ میں ھم ۔ کا ضمیر مختلفین سے متعلق ہے یعنے اللہ نے انسان کو اختلاف اور نزاع کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ اس کے برعکس طاؤس کا استدلال تھا کہ۔ ھم ۔ کا ضمیر ۔"رحم ربک" کی طرف راجع ہے جو مرجع کے لحاظ سے قریب ہے اور معنےٰ ہونگے۔ اللہ نے انہیں اتحاد اور اپنے رحم کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ نہ کہ پھوٹ اور انتشار کے لئے۔ (ط۔م طبع بیروت صفحہ 13/16 تا 17)

21 قاسم بن محمد (725م)

قاسم بن محمد (725م) حضرت صدیقہ عظمےٰ (678م) کے حقیقی بھتیجے تھے مدینہ کے بلند پایہ فقہا میں شمار ہوتے تھے یہ کسی طے شدہ دبستان فقہ کے امام نہیں تھے براہِ راست قرآن سے لیتے اور غور و تدبر کے سلسلہ میں قرآن ہی سے رہنمائی کو حرزِ جان بناتے تھے آپ کی فقہ۔ فقہ القرآن تھی ۔ فنونِ لطیفہ جنہیں روایات میں موجب

ہلاکت کہا گیا ہے آپ قرآن کی رو سے مصوری سے بطورِ خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ شرف الدین نووی (1277م) نے اس جرم پر آپ پر شدید خفگی کا اظہار کیا اور انکارِ حدیث کی پھبتی کسی اور ناشائستہ الفاظ استعمال کئے تھے جس پر حافظ ابن حجر (1449م) جو خود بھی احادیث کے بڑے پشتیبان اور وکیل تھے نووی کے جواب میں کہا کہ قاسم بن محمد کی سوچ کو باطل نہیں کہا جاسکتا کہ وہ پہلی نظر میں قرآن پاک کی پالیسی کو نظر میں رکھتے اور دوسرے مرحلے میں عقل کی یاوری طلب کرتے تھے جبکہ سوچ کے ان پختہ مأخذوں کے بعد غلط یا صحیح معلوم کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ حدیث کے حرام کو حرام اور حلال کو حلال نہ کہیں۔ بنابریں ان کی سوچ کو باطل نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث کی کمزوری ان پر عیاں تھی وہ خود بھی گروہِ سلف سے وابستہ تھے۔ سفیان بن عینہ (814م) کہتے تھے کہ قاسم اپنے زمانے کے افضل ترین انسان تھے۔ ادیبِ قرآن تھے خطیب مدینہ تھے علمی قدوقامت فزوں تر تھا۔

(تہذیب التہذیب طبع دکن جلد 330/8. حلیۃ الاولیاء طبع مصر 183/2)

❁

22 محمد بن سیرین (729م)

بصرے کے دانشور حسن بن ابی الحسن (728م) اور مطرف بن عبداللہ بن الشخیر (---) کہتے ہیں کہ ابن سیرین کے پاس ایک مجوسی (آتش پرست ایرانی) رہتا تھا۔ اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر کسی نے کہا۔ وہ ایسے ہے جیسے اللہ نے چاہا ہو۔ فرمایا ایسا نہ کہو۔ یوں کہو کہ۔ جیسا اللہ کے علم میں تھا۔ کیونکہ یہ اگر اللہ کی چاہت اور مشیت کے مطابق پیدا ہوتا تو نیک بندہ ہوتا۔ اللہ کا فرماں بردار ہوتا۔ اس طرح ابن سیرین نے اللہ کی چاہت اور علم کے حوالہ سے فرق بتلا دیا کہ۔ کسی بُرے کی پیدائش کا اللہ کو علم تو ہوتا ہے مگر مشیت شاملِ تخلیق نہیں ہوتی۔

یہ ابنِ سیرین اپنے وقت کے امام تھے علومِ دین کے ماہر استاد تھے تابعی تھے لکھاریوں کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتے اور حسنِ بیان کے مالک تھے فقیہ تھے محدث تھے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کان سے بہرے تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد 214/9۔ المحبر صفحہ 379 صفحہ 480۔ حلیۃ الاولیا 263/2)

ابن سیرین سے کسی نے قدر۔ کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت تلاوت کردی۔ واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها آباءنا والله امرنا بهذا. قل ان الله لا يامر بالفحشاء

اور یہ مشرکین جب بے حیائی اور فحش کی باتیں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ نے (بھی) ایسا ہی حکم دیا ہے۔(اے پیغمبر) ان سے کہہ دو خدا کبھی بھی بدی کی باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(اعراف، 28)

اس پر سوال ہوا کہ۔ جناب والا میں نے قدر کے بارے میں سوال کیا تھا؟ اس پر ابن سیرین نے یہ آیت پڑھ کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان.

بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ (النحل، 90)

اب دیکھا جائے تو ابن سیرین نے ہر دو آیات میں سائل کا جواب دے ہی دیا ہے مگر وہ اتنی واضح اور بدیہی بات کو سمجھنے کے شعور تک سے عاری تھا اور نہ سمجھ سکا کہ ''قدری'' عقیدے کے مطابق برائیوں کا اللہ کی ذات سے صدور نہیں ہوتا جبکہ اللہ عدل و انصاف جیسی خوبیوں کا حکم دیتا اور پسند کرتا ہے۔اس کے باوصف سوال کرنے والے نے تیسری بار اپنے سوال کو پھر سے دُہرایا۔آپ نے فرمایا اتقو من عنی او لا قوم عنک. اگر اتنی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ دونوں آیتیں قدریوں کے (خود میرے) استدلال کی بنیاد ہیں کہ اللہ بدی کا فاعل نہیں انسان خود ہے اور کہ عدل و توحید ان کا مسلک ہے اب یہی ہو سکتا ہے کہ۔یا تو تم میری مجلس سے چلے جاؤ یا پھر میں خود ہی اُٹھ کر جاؤں گا۔(طبقات المعتزلہ صفحہ 137)

(مزید تفصیل ملاحظہ ہو تاریخ بغداد 331/5۔ المحبر 379-380۔ وفیات الاعیان 453/1)

❁

23 مکحول دمشقی (730م)

مکحول بیروتی کے ہم نام۔ مکحول بن ابی مسلم سہراب بن شاذل ابوعبداللہ دمشقی (730م) قد آور معتزلی تھے کابل۔ بلکہ ہرات کے رہنے والے تھے زبان پر عجمیت غالب تھی قاف کو کاف۔ حاء۔ کو ھا پڑھتے تھے قزاقوں نے پکڑ کر مصر میں ھذلی قبیلہ کی ایک عورت کے پاس فروخت کر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے ہذلی بھی کہا جاتا تھا وہاں سے جب آزاد ہوئے تو عراق چلے گئے۔ مدینہ منورہ گئے، طلب علم کے لئے بلاد اسلامیہ کے چکر کاٹے۔ بالآخر دمشق میں مستقل رہائش کی اور وہیں پر فوت ہو گئے۔ اپنے زمانے کے مفتی اعظم تھے ایک بار یزید بن عبدالملک (744) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کی زیارت کو آئے۔ جابر کا کہنا ہے کہ ہم سب نے ارادہ

کیا کہ یزید کے لئے کھلی جگہ نکال لیں۔ مگر مکحول نے کہا۔ مکانکم دعوہ یجلس حیث ادرک ۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہو اس کا خیال چھوڑ دو۔ جہاں سمائی ہوگی بیٹھ جائے گا۔ یہ مکحول اور یزید دونوں ہی معتزلی تھے۔

(ط،م صفحہ 136) (تذکرۃ الحفاظ 101/1. تہذیب التہذیب 289/10)

❁

24 وھب بن منبہ (732م)

اسرائیلیات اور عرب کی تاریخ کا عالم وھب بن منبہ الانباری الصنعانی (732م) عرب قدیم کے حالات کا علم رکھتے تھے وہ کہتے تھے اذا دخلت الهدیة من الباب خرج الحق من الکوۃ رمی بالقدر جب کوئی تحفہ یا رشوت، کسی دروازے سے داخل ہو تو حق روشن دانوں اور کھڑکیوں سے نکل بھاگتا ہے۔ اعتزال سے متہم تھے۔

اس کا قول ہے کہ۔ ان من اضاف الی نفسه شیئا من المشیة فقد کفر

جس نے کسی بُرے عمل کی مناسبت سے اللہ کی مشیت کو اپنی طرف منسوب کیا تو کفر کیا یعنے اپنی بدی کو اللہ کی مشیت سے مربوط کیا تو کافر ہوگیا۔ یہ معتزلہ کا بنیادی سلوگن ہے۔

(تاریخ الاسلام ذھبی 14/5-16. شذرات الذھب 150/1. ابن سعد 395/5)

ابن قتیبہ نے اسے بڑے معتزلیوں میں شمار کیا (ط،م صفحہ 135) امام احمد اسے معتزلی تسلیم کر کے بھی کہتے تھے کہ اس کی روایت مقبول ہے وضین۔ بن عطاء کہتے تھے وہ بڑے زاہد تھے۔ (ط،م صفحہ 135)

❁

25 قتادہ بن دعامہ (736م)

بصریوں کے بڑے امام قتادہ بن دعامہ (736م) برملا ''عدلی'' یعنے معتزلی تھی جو غالبًا معبد الجہنی کے شاگردوں میں سے تھے جو کہتے تھے۔ برائیوں کو اللہ کی طرف منسوب نہ کرو اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ (طبقات صفحہ 137) ایاس بن معاویہ بن قرہ المزنی ابو واثلہ ۔ قاضی بصرہ (740) نے جب اُن سے کہا کہ تم برملا اپنے عقیدے کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا میں نے غیلان دمشقی (723م) سے بار ہا تبادلۂ خیال کیا اور ان کو حق پر پایا مگر حق پرستی کا انجام یہ نکلا کہ اس کے شاگرد عمر بن عبدالعزیز (720م) کا انتقال ہوتے ہی اس کے جانشین ___

ہشام نے اسے پھانسی دیدی اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (طبقات صفحہ 137)

غیلان کی شہادت کا پس منظر یہ ہے کہ۔ یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے گہرے ساتھیوں میں سے تھے خلیفہ ان کے خیالات سے بہت ہی متاثر تھے اور اسے مملکت کے سیاہ وسپید کا مالک بنا رکھا تھا ادھر خلیفہ اور غیلان اس باب میں ہم خیال تھے کہ بنی امیہ خصوصاً بنومروان فیملی نے مملکت کی بہتر اراضی اور اونچے مناصب جو ناترس لوگوں پر دان کرر کھے تھے وہ سب کی سب چھین کر بیت المال کی ملکیت بنادی جائیں چنانچہ غیلان نے اپنے عدالتی اختیارات سے کام لے کر کروڑوں، اربوں کی جائدادیں واگذار کر کے بیت المال کے سپرد کر دیں جس پر اموی شہزادوں نے دھمکی آمیز رویہ شروع کر دیا اور پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کرتے ہی نئے جانشین خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اسے دربار میں طلب کیا ادھر محدث امام عبدالرحمان اوزاعی (747) جو ہشام کے یار باش تھے اسے بھی بلوا بھیجا۔ جس نے غیلان سے قدر کے بارے میں سوال کیا غیلان نے برملا اپنے عقیدے کا اظہار فرمایا۔ اس پر اوزاعی نے ''قتل'' کا فتوے صادر فرمادیا جس کے بعد دمشق کے کیسان گیٹ پر اسے قتل کر کے پھانسی پر برائے عبرت لٹکا دیا گیا۔

(عیون الاخبار ابن قتیبہ جلد 346,345/2۔ لسان المیزان 424/4۔ اللباب 186/2)

یہ عبدالرحمان اوزاعی خود بھی ریاستِ علم کے بادشاہ تھے لیکن سلفی ہونے کی وجہ سے حدیث کو قرآن پر فائق سمجھتے تھے جبکہ غیلان اس وحی شکن فکر کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ اوزاعی کا فرمان ہے الکتاب احوج الی السنۃ من السنۃ الی الکتاب

قرآن کلی طور پر حدیث کا محتاج ہے بلکہ احوج (محتاج تر) ہے۔

(جامع بیان العلم ابن عبدالبر 1071 طبع مصر 19/2۔ شاطبی 1388 جلد 10,8/2)

اس طرح دونوں کے نظریات میں بُعد المشرقین تھا۔ اوزاعی نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی اور ہشام نے اپنا انتقام لے لیا کہ بنی امیہ کی اربوں کی جائداد چھین کر۔ ان کی ساکھ ختم کی۔ (مزید تفصیل غیلان کے تعارف میں موجود ہے)

26 جعد بن درھم (736م)

شعبی اور نخعی کی طرح جعد بن درہم (736م) اور جہم بن صفوان۔ یہ دونوں وہ عناصر تھے جو کسی طرح تحریکِ قرآن میں در آئے تھے اور پھر اس حادثہ کے بانی ٹھہرے جو اہلِ اعتزال کی رسوائی کا موجب بن گیا۔

ان دونوں کی یہ تخریب کاری تھی کہ شاہوں کے ہاتھوں بے داغ اماموں کا قتل عام کراتے ۔ جبکہ حکم یہ تھا کہ ۔ ان تحکموا بالعدل ۔ اللہ نے تمہیں عدل کا حکم دے رکھا ہے (نساء، 58) ۔ اوران اللہ یأمر بالعدل والاحسان ۔ اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے (نحل، 90) ۔ ان واضح آیات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ لوگ عدلی تھے ۔ توحیدی تھے ۔ قدری ۔ اور معتزلی تھے تو قرآن سے کُھلا انحراف نہ کرتے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ۔ لااکراہ فی الدین ۔ دین ہر زاویہ سے روشن ہو چکا ہے اس میں جبر واکراہ ہے ہی نہیں ۔ (بقرہ، 256) ۔ لیکن افسوس کہ عقل والوں نے عقل سے بیگانہ ہو کر سوچا ۔ اور امام احمد بن حنبل جیسے بے ضرر انسان کے لئے پیشگی اذیتوں اور رسوائیوں کا سامان کر گئے ۔ بلکہ نا معلوم کہ امام احمد بن ابی داؤد جیسے قاضی کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے اپنی عقل کو جہالت کے پاؤں میں ڈال کر جعد اور جہم کے مخلوق نظریہ کو بنیاد بنا کر امام احمد کی جان کے لاگو ہو گئے ۔ ان حضرات نے جس آیت سے قرآن کے مخلوق ہونے پر استدلال کیا وہ استدلال ہی غلط تھا ۔ استدلال تھا کہ انا جعلناہ قرآنا عربیا (زرخرف، 3) ۔ اِن لوگوں نے ''جعل'' کو بمعنے خَلَق ۔ لے کر استدلال کیا ہے کہ ۔ قرآن مخلوق ہے لہٰذا غیر مخلوق نہیں ہو سکتا ۔ حالانکہ جعل کا لفظ شاذ و نادر ہی ''خلق'' کے مفہوم میں آیا ہے ۔ فرمایا انی جاعلک للناس اماما ۔ ہم آپ کو نوع انسانی کی پیشوائی کا منصب دینے والے ہیں (بقرہ، 123) یہاں حضرت ابراہیم پیدا ہو چکے ہیں امام بنائے جانے کی بات بعد میں ہو رہی ہے اس طرح جاعلک ۔ بمعنے خالقک ۔ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ نیز فرمایا یجعلون اصابعھم فی اذانھم (کانوں میں اُنگلیاں ڈال دیتے ہیں ۔ بقرہ، 19) ۔ یہاں یجعلون بمعنے یخلقون اصابعھم کے بالکل نہیں ہو سکتے ۔ اسی طرح ارشاد ہے وجعلوا القرآن عضین ۔ اور انہوں نے قرآن کو خوابہائے پریشان کہا (حج، 91) ۔ یہ نہیں کہ انہوں نے قرآن کو خوابہائے پریشان پیدا کیا؟ ان آیات کی ضوء میں کہنا چاہوں گا کہ ان جعدیوں اور جہمیوں کا استدلال ہی غلط تھا بعد میں امام ابن ابی داؤد سے ہی لے کر عقل وخرد سے کیوں بیگانہ ہو گئے؟ حالانکہ وہ کوئی سطحی ذہن والے نہیں تھے گہرائی سے سوچتے اور علم کے دریا بہا دیتے تھے ۔ عقل آپ کے آگے دست بستہ کھڑی رہتی تھی اور دانش کو آپ پر ناز تھا ۔ سخاوت پیشہ تھے آپ کی سخا کا دور دور تک شہرہ تھا بلکہ سخا میں بھی ۔ بنی عباس سلطنت میں برامکہ کی مثال دی جاتی تھی یا قاضی ابن ابی داؤد کی کیا آپ بشرطِ جرم ۔ عفو و درگزر کی سخا نہ کر سکتے تھے ۔ یعنے آپ جعد اور جہم کی فتنہ پردازی کا ادراک کر کے ایک بڑی برائی میں ملوث ہونے سے نہ بچ سکتے تھے؟ (البدایة والنھایة 319/1)

ادھر یہ بھی حادثہ ہے کہ امام احمد بن حنبل (853م) نے اپنے منصب اور مقام کا احساس نہیں کیا اور

قرآن نے اگر اپنے کو حادث یا مفصل کہا ہے تو اسے حادث تسلیم کرنے میں کیا حرج تھا؟ کیا یہ انصاف سے بعید نہیں کہ وحی قرآن نے اپنے لئے حادث (محدث) کو صفت ٹھیرا کر رہنمائی فرمائی تھی کہ جعد اور جہم کا سرے سے استدلال ہی غلط تھا وہ قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے سے بحث ہی نہیں کرتا۔ کیا امام احمد بتلا سکتے ہیں کہ قرآن نے کن الفاظ میں اپنے کو غیر مخلوق کہا ہے؟ بات کیا ہوئی کہ قرآن کے مخلوق ہونے کی جسطرح جعد اور جہم کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اسی طرح امام احمد بن حنبل کے پاس بھی غیر مخلوق بنانے کا ساز و سامان نہیں تھا۔ دونوں ہی لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار نہیں ہے۔ (نیز نمبر 80 ملا کر پڑھیں۔)

❁

27 ایاس مزنی (740م)

قرآن کی نگرانی میں پروان چڑھنے والی عقلی تحریک کے ایک صاحبِ بصیرت سپاہی۔ ایاس بن معاویہ (740م) بن قرۃ المزنی کا نام ہمیشہ روشن رہے گا آپ بصرے کے قاضی تھے لیکن ذہانت و فطانت میں ضرب المثل بن چکے تھے جاحظ کہتے تھے کہ۔ ایاس نے عقل و فراست سے الہامی توانائی پائی تھی۔ بڑے بڑے امراء اور خلفاء آپ کا احترام کرتے تھے۔ (البیان والتبیین طبع مصر جلد 56/1. حلیۃ الاولیاء 123/3) ایک دفعہ کسی نے استفسار کیا کہ آپ ''عدل'' کے بڑے مداح ہیں اور بصیرت رکھنے کے باوصف اس باب میں کوئی تصنیف نہیں کی؟ فرمایا میں نے غیلان دمشقی سے تین بار مناظرے کیے اور ان ہی سے حق اور عدل کا عقیدہ پکڑ لیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ جس طرح غیلان اور عمر بن عبد العزیز نے مل کر نظامِ عدل اور معیشتِ قرآن کا احیاء کیا اور پھر عمر بن عبد العزیز کے مرنے کے بعد اس کے جانشین کا وقت آیا تو اس نے غیلان کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ کہیں میرا بھی ایسا ہی حشر نہ ہو۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 131)

(البیان والتبیین 56/1. وفیات الاعیان 81/1 حلیۃ الاولیاء 123/3)

❁

28 امام زید بن علیؓ (740م)

ہاشمی خانوادہ۔ الامام زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (740م) جن کی بابت امام ابوحنیفہ کہتے تھے۔ میں نے اپنے دور میں ان سے زیادہ فقیہ۔ زیادہ حاضر جواب اور زیادہ صاف گو نہیں دیکھا۔ آپ تحریکِ اعتزال کے سرکردہ رُکن امام واصل بن عطاء (798م) کے نہ صرف شاگرد تھے ان کے اعتزال سے بہت

ایاس مزنی

کچھ کسب فیض بھی کیا تھا۔ (فوات الوفیات 169/1- تاریخ طبری 260/8-271)

29 عمرو بن دینار (743م)

عمرو بن دینار الجمی ابو محمد المکی (743ء) مکہ کے مفتی اعظم تھے ان کی بابت مشہور نقاد رجال امام شعبہ کہتے تھے ما رأیت اثبت فی الحدیث منہ حدیث کے باب میں اس سے زیادہ پختہ کار میں نے نہیں دیکھا۔ (تاریخ الاسلام ذہبی جلد 114/5 . تہذیب التہذیب جلد 30/8)

ایک دفعہ ہمارے ممدوح ابن دینار کا مکہ میں کسی جگہ گذر ہوا۔ دیکھا کہ پولیس نے ایک شخص کو باندھ رکھا تھا۔ پوچھا کہ کیا ماجرا ہے اسے کیوں باندھ رکھا ہے؟ جواب ملا کہ ''معتزلی'' ہے فرمایا کیا اس نے خیر کو ربّ اور شر کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا؟ کہا گیا کہ نسبت دی تھی۔ فرمایا تو پھر وہ تم سے زیادہ حق پر ہے۔ (طبقات صفحہ 135) لوگوں نے کہا تو آیئے آپ خود بھی برملا اظہار کیجئے۔ فرمایا تو میرا حشر بھی یہی کچھ ہوتا جو اس کا ہوا ہے۔

30 یزید الناقص (744م)

بنی امیہ کی مروانی شاخ کے خلیفہ ابو خالد یزید (744م) بن الولید بن عبدالملک بن مروان جن کا شہرہ ''الناقص'' کی صفت سے ہے وجہ یہ بنی کی اس نے بنو امیہ کے وظائف میں کمی کر دی تھی جو بنو مروان نے ان پر عام کر دیئے تھے۔ رجب 126 ھجری میں انکی بیعت ہوئی تھی صرف پانچ ماہ حکمرانی کی۔ بڑے ہی خطیب تھے۔ متکلم تھے اور جری قسم کے معتزلی تھے۔ عمرو بن عبید سے جب دریافت کیا گیا کہ یزید الناقص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا۔ او الکامل امر بالحق وقام بالعدل وشوریٰ نفسہ........ وکان نکالا علے اھلہ

ناقص نہیں وہ تو کامل تھے عدل جو کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے انہوں نے اس کو فروغ دیا۔ انصاف بالحق کو پروان چڑھایا۔ اپنے خاندان کی لوٹ مار کے لئے ''روک'' بن گئے۔ (طبقات صفحہ 120)

اور تمام معتزلہ کا اتفاق ہے کہ امام بالحق تھے۔ (صفحہ 120) صاحب تقویٰ اور صاحب اصلاح تھے۔

نشوان الحمیری کہتے تھے لم یکن فی بنی امیہ مثلہ ومثل عمر بن عبدالعزیز

بنی امیہ میں یزید الناقص اور عمر بن عبدالعزیز کے پائے کا کوئی نہیں

گذرا۔

(ابن خلدون جلد 106/3۔البدایہ والنہایۃ 11/10۔ابن الاثیر 115/5)

❁

31 الکمیت الاسدی (744م)

الکمیت بن زید بن خنیس الاسدی ابوالمستھل (744م) ہاشمیوں کے ثناخواں شاعر تھے۔شیعہ تھے،عدلی تھے (ط،م 136) عربی ادب کے تمام سوتوں پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔جنگی شاعر تھے۔حربی واقعات پر قادرالکلام راجز تھے پانچہزار سے زیادہ ان کے ذاتی اشعار تھے۔ادب عربی کے مستند عالم تھے ابوعبیدہ (826) کہتے تھے کہ۔اگر بنواسد قبیلے کی کوئی اور خاصیت یا شناخت نہ ہوتی تو تنہا کمیت کی شخصیت ہی کافی تھی۔ابوعکرمہ ضبی کہتے تھے کہ۔اگر کمیت کا شعر نہ ہوتا تو عربیت کی ترجمانی مسئلہ بن جاتی۔اس میں مختلف اوصاف جمع ہوگئے تھے یعنے مجمع الاوصاف تھے۔جنگی وقائع کے شاعر تھے۔شجاع تھے سیف وقلم کے مالک تھے۔اپنی قوم میں تیراندازی کا جواب نہ رکھتے تھے خطیب تھے۔شیعہ کے خطیب تھے۔''عدلیہ'' کے شیدا تھے۔میدانی کہتے ہیں کہ۔کمیت کے نام سے تین شعراء ہوگذرے ہیں اور تینوں ایک ہی قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھنے والے تھے۔ (الاغانی 108/15۔خزانۃ الادب بغدادی 87,-86-71-69/1)

❁

32 جہم بن صفوان (745)

جہم بن صفوان ابومحرز السمرقندی 745م کھلے ظرف کے نہیں تھے تحریکِ اعتزال کے لئے رُسوائی کا باعث بن گئے سازش عجم کے مطابق مفرداتِ قرآن کو لغت، ادب اور استعمالاتِ عرب کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتے اور اصرار ہوتا کہ وہ اپنے مکتبۂ فکر کے صحیح ترجمان ہیں مثلاً قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر ''جَعَلَ'' کا لفظ آیا ہے اور مختلف مناسبتوں سے معانی بھی مختلف ہوسکتے تھے مگر یہ لفظ کہیں بھی ''خَلَقَ'' کے مفہوم میں متعارف نہیں ہوا اس کے قابلِ فہم معنے صرف ''بنانے'' کے ہیں مثلاً۔اللہ خلق سید احمد۔سرسید کو اللہ نے پیدا کیا یہاں ہم جَعَلَ سید احمد۔کہہ کر پیدا کرنے کا مفہوم ہرگز نہیں لے سکتے بلکہ یوں کہیں گے وجعلنا ہ زعیما۔اور ہم نے اسے قائد بنادیا۔اسی طرح زخرف میں ہے۔انا جعلنا ہ قرآنا

عربیا ۔ ہم نے قرآن کو عربی زبان کا شاہکار بنایا (زخرف ،3)۔لیکن اس کے معنے جھم اوراس کا فکری ہم زلف جعد یہ کرتے تھے کہ ہم نے قرآن کو عربی میں پیدا کیا۔اس طرح ان کا استدلال تھا کہ قرآن ''مخلوق'' ہے کہ اس پر'' پیدا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔غرضے کہ اللہ نے جہاں قرآن کو''ذکرِ محدث'' کہا تھا انہوں نے ۔''ذکرِ غیر محدث'' بنا کر تحریف کی بنیاد رکھی اور پھر حکام اور علماء میں سے جس نے بھی ان کا راستہ اپنایا وہ قرآن کو'' خالق'' کہتا چلا گیا اور یہ نہ سوچا کہ اس طرح تو خداؤں اور خالقوں کا تعدّد لازم آتا ہے جو بجائے خود عقیدے کے فساد کو مستلزم ہے یہ اور اس طرح کے دیگر اسباب بھی ہونگے کہ وسط ایشیاء کے گورنر نصر بن سیار (748م) نے اسے جب گرفتار کیا تو اس نے زندہ رہنے کی اپیل کی مگر نصر نے یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا کہ ایک یمنی عورت کا بچہ بغاوت کے بعد اتنا عرصہ زندہ نہ رہ سکتا تھا جتنا عرصہ کہ تم رہے ہو (میزان الاعتدال 197/1- لسان المیزان 142/2) اس کا عقیدہ تھا کہ جنت وجہنم فنا ہو نگے ۔اور کہ ایمان صرف اقرار کا نام ہے عبادات اور اعمالِ صالحہ اس میں شامل نہیں ہیں۔فعل بُرا ہو یا اچھا اس کا فاعلِ حقیقی ۔صرف خدا ہے انسان اپنے ہر عمل میں مجبور ہے۔ (المغوب المطرزی 101/1)

اگر جہم کے یہ عقائد تھے تو وہ تحریکِ اعتزال کے رُکن بھی نہ ہو سکتے تھے بھیس بدل کر ان کی صفوں میں گھس آئے تھے اور عقیدہ۔قرآن ۔غیر مخلوق ۔کا فتنہ کھڑا کر کے ''عقلیات'' کا کباڑہ کر گئے ۔میں نے اس زاویہ سے کہ بہت سے لوگوں نے جعد اور جہم کو اعتزالیوں میں شمار کر کے پھر مشہور کر رکھا ہے کہ بھی اعتزالی بد عقیدہ تھے ۔میں نے اس الزام کا اِزالہ کر کے صرف بحث کی خاطر طبقۂ عقل پسندوں میں شمار کیا ہے نیز ملاحظہ ہو نمبر 26۔

❀

33 نعمان بن المنذر (750)

بنو امیہ چونکہ دفاعی اور بحالتِ مجبوری جارحیت کی جنگوں میں مصروف رہے لہٰذا انہیں صرف آخری ایام میں علم وحکمت کی پرورش کا موقعہ ملا۔اور وہ بھی بھرپور طور پر نہیں۔ بااین ہمہ دانش وفرزانگی اور دینی فراخ دلی سے خطۂ دمشق بھی خالی نہیں رہا جناب ۔النعمان بن المنذر ۔الغسانی (750م) اپنے عہد میں سرِ عام مذہب اعتزال کی طرف بُلاتے رہے بلکہ اعتزال کی حمایت میں ایک کتاب بھی تصنیف کر رکھی تھی۔

(طبقات ابن سعد قسم دوم جلد 167/7. میزان الاعتدال 237/3. تہذیب التہذیب 457/10)

❀

34 خلیفہ ابو العباس (754م)

ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس (754م) سلطنتِ عباسیہ کے پہلے فرماں رواں تھے۔ بنی امیہ کے زوال کے بعد ان کے استیصال میں لگے رہے۔ بایں ہمہ معتزلی بھی تھے (ط۔م صفحہ 120) سخی تھے اور پہلے حکمران تھے جنہوں نے اسلام میں وزارت قائم کی۔ فصیح تھے۔ دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین بھی دائیں ہاتھ ہی میں پہنتے تھے۔

(ابن الاثیر 152/5۔طبری 154/9۔ابنِ خلدون 180/3)

❁

35 سعید بن المسیب (713م)

سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وہب القرشی (713م) معتزلہ کے دوسرے طبقے سے وابستہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہا میں شمار ہوتے تھے، تابعین کے سردار تھے۔ حدیث اور فقہ کے امام تھے، زاہد تھے، پرہیز گار تھے، تیل کا کاروبار کرتے تھے، کسی کا ہدیہ یا عطیہ قبول نہ کرتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطابؓ کے فیصلوں کا زیادہ علم رکھتے تھے حتیٰ کہ مشہور ہوئے کہ وہ ترجمانِ عمر ہیں۔

(ط م ، صفحہ 16 طبقات ابنِ سعد 88/5 . صفوۃ الصفوۃ 2 . 44 . الوفیات 206/1)

❁

36 الفضل الرقاشی (757م)

قافلہ وحی کے راہواروں میں الفضل بن عیسےٰ بن ابان الرقاشی (757م) کا نام قدآور دانشوروں میں ملے گا جو اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں، زہد و پارسائی اور اسالیبِ سخن کے ناطے سے بے پناہ شہرت کے مالک تھے۔ قدری طوفان۔ معتزلہ کے اندازِ استدلال میں لکھتے ہیں۔ لقد سلک علماء المعتزلة فی تفسیر القرآن طرقا مبتکرة فاتبعوا لطریقة اللغویة الصارخة کما یسمیها جولدزیهر فیحا ولون اولا. ابطال المعنی المشتبه فی اللفظ القرآنی. ثم یثبتون لهذا اللفظ معنیٰ موجودا فی اللغة یزیل هٰذا الاشتباه فی اول الامر

معتزلہ نے تفسیر القرآن کے لئے مختلف اسالیب اختیار کر رکھے تھے آخر

میں لغوی طریقہ جو پختہ اسلوب پر مشتمل ہوتا اسے ہی رہنے دیتے اسکی وضاحت میں گولڈزیہر۔ کہتے ہیں۔ ان کا طریق عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ وہ قرآن میں پہلے مشتبہ اللفظ کے اُس معنےٰ کو رد کرتے جو قرآن کے مزاج سے میل نہ کھاتا۔ پھر اس معنےٰ کو پختہ بنالیتے جس کے لئے ادب اور لغت میں گنجائش ہوتی۔ تاکہ مشتبہ معنے کا پوری طرح ازالہ ہو۔ (مقام العقل عندالعرب صفحہ 86)

یعنے کہ اول وآخران کا لغوی استدلال پر مدار ہوتا کہ خود قرآن پاک بھی عربی زبان میں تھا اوران کی زبان بھی عربی تھی وہ اگر کسی لفظ کے معنےٰ اور مفہوم میں اشتباہ محسوس کرتے تو اس اشتباہ کو مسترد کرتے ہوئے ان معانی کو سامنے لے آتے جو قرآنی مزاج اور ادبیاتِ عالیہ کے حسبِ حال بھی ہوں اور لغت کے گہرے تناظر میں موزوں اور متناسب بھی۔

رقاشی کے بارے میں زرکلی لکھتے ہیں۔ واعظ من اهل البصرة كان من اخطب الناس متكلما قاصا مجيدا.

وعظ اور خطابت میں اعلےٰ معیار کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اعلےٰ قسم کے خطیب اور متکلم تھے۔

(357/5بحوالۂ البیان والتبیین 290/1-تہذیب التہذیب 283/8)

❁

37 عمرو بن عبید (761م)

امام الامہ۔ ابوعثمان۔ عمرو بن عبید (761م) معتزلہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے جناب سفیان بن عینیہ اور ابن ابی نجیح کہتے تھے ہم نے عمرو بن عبید سے بڑا عالِم قرآن نہیں دیکھا۔ خلیفہ منصور عباسی کہتے تھے كلكم طالب صيد غير عمرو بن عبيد. ہرانسان مفاد کا شکاری ہے ماسواعمرو بن عبید کے (زرکلی 252/5) یہ مکہ المکرّمہ کے نزدیک مران (MARRAN) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ خلیفہ منصور جب حج پر گیا تو اسکی قبر پر حاضری دے کر۔ مرثیہ پڑھا۔ جس سے عمرو بن عبید کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ مؤرخین اور شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ۔ منصور نے کسی بھی انسان کا مرثیہ نہیں لکھا ماسوا عمرو بن عبید کے۔ منصور کو جب کہا گیا کہ وہ کسی بھی انسان کو خاطر میں نہیں لاتا آپ کے خلاف بھی باتیں کرتا ہے۔ اس نے کہا میری نظروں

میں وہ ریاکار نہیں۔ پاک وصاف ہے مجرم نہیں ہے۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 40) خلیفہ مہدی کی جب بیعت ہوئی تو شبیب بن شبہ۔ سے کہا۔ حدثنا و زین مجلسنا بحدیث عمرو بن عبید. ہمیں عمرو بن عبید کی باتیں سنا کر ہماری مجالس کو رونق بخشو (طبقات صفحہ 122) امام شافعی عمرو بن عبید کے بالواسطہ شاگرد تھے یعنے معنوی پوتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے نظریہ ''عدل'' کے قائل ہوگئے تھے (صفحہ 129)۔ امام مجاہد بن جبر کہتے تھے۔ عمرو بن عبید انه لم یر افضل منه۔ اس نے عمرو بن عبید سے زیادہ صاحب فضیلت نہیں پایا۔ (صفحہ 135) جاحظ کہتے تھے اس کے پاس سواری کے لئے اونٹ تھا مگر حج پر پاپیادہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اونٹ بھی ہے اور پاپیادہ بھی ہو؟ فرمایا ہوسکتا ہے کہ راہ گیروں میں یا قافلہ میں کوئی تھک جاتا ہے چل نہیں سکتا تو اس اونٹ پر سوار ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔

(وفیات الاعیان 384/1۔ البدایہ والنہایہ 78/10۔ میزان الاعتدال 294/2)

❁

38 امام ابو حنیفہ (767 م)

علم و دانش، فہم و فرزانگی کا نام ابو حنیفہ (767م) ہے آپ نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی کہ دین قرآن میں ہے اور قرآن اپنے اعلان کے مطابق دین کو مکمل کر چکا ہے اور اس کی جہاں تشریح و تفہیم ہوگی وہ فہم انسانی کی مناسبت سے ہوگی اور اسے ''تکمیل'' سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح ان کے نزدیک عقل کے ارتقائی منازل کے مطابق تفہیم کے زاویے مختلف تو ہوسکتے ہیں ''مرتقی'' نہیں کہلا سکتے دوسرے لفظوں میں دین اپنی ارتقائی منزلیں طے کر کے ''مرتقی'' اس وقت ہو چکا تھا جب وحی الٰہی نے آخری مرتبہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. کہہ کر وحی اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع کر دیا تھا لہٰذا ابو حنیفہ کے نزدیک دین کی تفہیم کو۔ دین کی تکمیل نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تفہیم کے ذرائع۔ عقل و دانش اور فرزانگی کو۔ اساس ٹھہرا کر ہی دفاع قرآن کے لئے اپنی سمت سفر کا تعین کر دیا تھا۔ امام شافعی کی کتاب ''الام'' میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

جو روایت قرآن کے خلاف ہو فرمان رسولؐ نہیں ہوسکتی۔

(ضحی الاسلام طبع مصر جلد 195,193/2)

مثلاً حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو ازواج مطہرات کے مابین قرعہ

امام ابوحنیفہ

ڈالتے جس کا نام نکلتا اسے ہمراہ بنالیتے۔اس حدیث کوامام ابوحنیفہ قمار (جوا) سے موسوم کرتے تھے جبکہ پیغمبر جوانہیں کھیلتے۔

☆ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھڑ سوار کے دو اور پیادہ سپاہی کا ایک حصہ متعین فرماتے تھے۔امام ابوحنیفہ کہتے تھے کہ میں ایک چوپایہ کا حصہ ایک مومن سے زیادہ ہرگز نہیں سمجھتا۔

☆ آنحضرت ﷺ سے مُروّی ہے کہ جب تک خریدار اور فروخت کنندہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے تو بیع توڑنے کا ہر فریق کو اختیار ہے۔امام ابوحنیفہ اسے نہیں مانتے اور کہتے تھے۔تو کیا خواہ دونوں ایک ہی جہاز میں ہوں خواہ ایک ہی جیل میں ہوں یا ایک ساتھ ہی سفر کر رہے ہوں؟ یعنی ان صورتوں میں وہ علیحدہ نہیں ہو پاتے تب بھی بیع توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور بیع پختہ ہی شمار ہوگی۔

☆ روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل ڈالا تھا آنحضرت ﷺ نے اُس قاتل یہودی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل دیا۔امام ابوحنیفہ نے کہا یہ سزا غیر فطری ہے کیونکہ سزا بالمثل یعنی کان کے بدلے کان۔ناک کے بدلے ناک۔دانت کے بدلے دانت۔آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑ دینا ضروری نہیں۔یہودی چونکہ شدت پسند تھے نارمل سزاؤں کو خاطر میں نہ لاتے تھے لہٰذا فرمایا **و کتبنا علیھم فیھا**۔ ہم نے سزا بالمثل کے احکام دیتے وقت تورات ہی میں ان پر واضح کر دیا تھا کہ مذکورہ جرائم کی سزا بالمثل ہی ہوگی۔(مائدہ، 39) تاہم معاف کر دینے پر پابندی نہیں ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام میں سزا بالمثل نہیں ہے یہاں سزا اثبات جرم کے بعد پنچائت (جرگہ) یا منصف مجاز (عدلیہ) کی صوابدید سے طے ہو سکتی ہے۔جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو قرآن اسے انسانی بقاء کا ضامن قرار دیتا ہے اور وہ قرآن ہی کا حکم ہے **و فی القصاص حیاۃ** (بقرہ، 179) تاہم یہ چونکہ انتہائی جرم کی انتہائی سزا ہے لہٰذا اسے بھی مرحلہ وار نافذ کرنے کا حکم ہے کہ ایک انسان تو مارا گیا اب دوسرے کی جان بچائی جا سکتی ہے تو بچائی جانی چاہئے۔فرمایا (1) اگر ورثاء معاف کر دیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔(2) یا پھر خون بہا پر انہیں راضی کر لیا جائے۔(3) تب بھی اگر کام نہ بنے تو اب سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہوگی۔

قصاص کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مجرم کا اس حد تک پیچھا کیا جائے کہ مقتول کا حق تلف نہ ہونے پائے۔اس کی دوسری تعریف یہ بھی ہے کہ قاتل اور مقتول میں نسلی، صنفی اور عقائدی امتیاز نہ برتا جائے لیکن میرے سُنی بھائی دوسری تعریف کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ

''مسلمان قاتل کو غیر مسلم مقتول کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا''۔

(نیل المرام طبع مصر 1929 صفحہ 17 سطر 13)

اور کہ بان الذکر لا یقتل بالانثی. مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(تفسیرات الاحمدیہ طبع 1904) خاںطوف جازان (سابقہ روس) صفحہ 17 سطر 22 تا 27)

جس طرح قصاص میں عنصری (مرد عنصرِ اعلیٰ ہے اور عورت عنصرِ ادنیٰ) جنسی، نسلی اور گروہی امتیاز کو روا رکھا گیا ہے۔ دیت میں بھی اسی امتیاز کو اُبھارا گیا ہے مثلاً مردِ مقتول کی دیت ایک لاکھ ہے تو عورت کی دیت پچاس ہزار ہوگی بلکہ بعض نے مرد کی قاتل عورت ہو تو اضافی دیت کی بات بھی کی ہے مثلاً ایک لاکھ پچاس ہزار روپے۔ اس طرح غیر مسلم اور لونڈی و غلام جو کہ مسلم معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی دیت بھی نصف ہے۔ (حوالے کے لئے مذکورہ کتابیں دستیاب ہیں کسی بھی مذہبی درسگاہ میں جا کر دیکھ سکتے ہیں)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان دشواریوں اور رکاوٹوں کے باوصف ہمارے ابو حنیفہ تعزیرِ بالمثل کو انسانیت کی تذلیل کہتے اور صرف قرآنی تعزیرات کو انسانیت کی عزت اور بقاء کا ضامن تسلیم کرتے اور کہتے تھے کہ یہودی کو سزا بالمثل دینا مثلہ ہے۔ اور مثلہ کرنا کسی رسول کے شایانِ شان نہیں ہو سکتا۔

☆ ایک شخص نے حدیث کے حوالہ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی روایتوں سے معاف رکھو۔

(ہمارے دینی علوم علامہ جیراجپوری صفحہ 14/125 تا 15)

☆ ابو اسحاق فزاری نے ایک حدیث پیش کی۔ آپ نے اسے خرافات (زٹل) کہدیا۔

☆ آپ سماعِ موتی کے قائل نہیں تھے فرماتے تھے مُردے اگر بولتے تو اپنے پجاریوں سے کہتے پکارو اسے جو سُنتا اور جواب دے سکتا ہے۔

☆ کسی نے کہا۔ بچہ کا جب تک عقیقہ نہیں کیا جاتا وہ آگ میں گروی رہتا ہے۔ (کتب احادیث)

آپ نے فرمایا یہ حکم۔ فطرتِ احکام کے منافی ہے۔ بچہ ابھی احکامِ الٰہی کا مکلف ہی نہیں ہوا۔ عذاب و ثواب نے پہلے ہی اسے گھیر لیا؟

اسی طرح لوگوں نے 200 ایسی احادیث کا سُراغ لگایا ہے جنہیں ہمارے امام اعظم نے سوچ کے عصا سے ناکارہ بنا دیا۔ بایں ہمہ آپ بلند پایہ قرآنی دانشور اور مفکر تھے۔ امام مالک کہتے تھے کہ میں نے ایک ایسا انسان پایا ہے جو اگر پتھر کے ستون کو چاہے تو دلائل سے سونا ثابت کر سکتا ہے اور وہ ہے ابو حنیفہ۔

(زرکلی طبع قاہرہ 5/9)

یہ چند مسائل بطور نمونہ پیش کیے ہیں تا کہ ہمارے پاکستان میں ان کے نام لیوا عبرت پکڑیں اور ان کے مشن اور اصولوں کے خلاف چل کر ان کا دل نہ دُکھائیں اور مشغلہ تکفیر سے باز آ جائیں جو آئے دن ان مسلمانوں کے در پے آزار رہتے ہیں جو خرافات کو جزوِ ایمان نہیں مانتے اور تکفیر کا ٹارگٹ بناتے رہتے ہیں جن کی نہ مسجد الگ ہے۔ نہ قرآن۔ نہ اسلام۔ نہ پیغمبر۔ نہ رشتے ناطے الگ۔ نہ برادریاں جدا جدا۔ جو ختمِ نبوت کا اس انداز سے عقیدہ رکھتے ہیں جس سے انتظاری عقیدے کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ جبکہ تمام سُنی فرقے عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیحؑ آئیں گے اور ایک ہی ''ہلہ'' میں ساری دُنیا کو اپنا ہمنوا بنا ڈالیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اگر اتنی ہی توانائیوں کے حامل ہونگے جن کے سامنے رسالت محمدیہ دب کر رہ جائے گی تو خاتم النبیین ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟ نیز سُنیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیح اُمتی بن کر آئیں گے انصاف کے ترازو میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ خاص کر نبوت دے کر پھر چھین لینا سُنت اللہ کے خلاف بھی ہے اور علمِ الٰہی پر دھبہ آتا ہے کہ اللہ جن کو نبوت عطا کرتا ہے پھر کسی وقت ان سے چھین کر کسی دوسرے پیغمبر کا اُمتی بنا لیتا ہے اور یہ کہ وہ اُمتی ہو کر بھی جزیہ کو بھی منسوخ کریں گے اور جہاد و حج کو بھی اور ایک ہی ہلہ میں ساری دُنیا کو ہمنوا بھی بنا لیں گے۔ یارو کچھ تو رحم کرو اتنی توہین خاتم الرسل کی۔ کہ غیر قوم کا نبی نبوت چھنوا کر بھی روحانی توانائیوں سے اِتنا مالا مال۔ مزید ستم یہ کہ مسیح کے لئے طویل العمری کہ لاکھوں، اربوں اور کھربوں سال گذرنے پر لافانی زندگی خاص کرنا۔ جس سے وہ بھی اللہ کی طرح نہ ہو کر بھی ''حی و قیوم'' کا رُوپ ضرور دھار سکیں۔ بڑا افسوس ناک رویہ ہے۔

پس ہر کاہ کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ امام ابوحنیفہ عقلیات کے امام تھے آپ نے عقل کے خلاف احادیث کو مسترد کر دیا ایسے میں کسی سے اگر یہ معلوم ہو کہ آپ ''بے عقلی'' کی راہ بھی چل پڑے تھے تو نہ صرف یہ کہ ذہن اس بات کو قبول کرنے سے ابا کرے گا۔ دھچکا بھی محسوس کرے گا۔ لیکن گھبرانے اور حواس کھو بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان کے عمومی طرزِ استدلال کے تناظر میں فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہاں بھی ان کا وہی فیصلہ ہے جو ان کے عمومی طرزِ استدلال کا مابہ الامتیاز ہے۔ ❁

39 امام مالک (790م)

مسلمانوں کے انقلابی امام، دارالہجرت مدینہ منورہ کے روشن چراغ امام مالک (790م) ابن انس اپنے عقیدے میں روایات کو مشتبہ جانتے اور نبی اکرم ﷺ سے تصدیق کا یقینی ذریعہ نہ پا کر روایت کرنے سے پرہیز کرتے تھے تو اس کے برعکس آپ نے اہلِ مدینہ کے عدالتی اور پنچایتی فیصلوں کو جمع کرنے کا اُصولی فیصلہ

امام مالک

کرلیا اور ''موطا'' کے عنوان سے اپنی کاوشوں کو سامنے لے آئے۔ آپ بلاشبہ انقلابیوں کے امام اور وقت کے فقیہوں کے سردار تھے دربار شاہی میں سر اونچا کر کے چلتے اور داخل ہوتے تھے۔ کسی صلہ وستائش کے خواہاں نہیں تھے حق بات کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ جعفر عباسی کسی بات پر امام موصوف سے خفا ہوئے اور آپ کو اتنے بید مروائے کہ آپ کا مونڈھا اُتر گیا۔ مسئلہ غالباً جبری طلاق کا تھا کہ حنفی مذہب میں جبری طلاق واقع ہوسکتی ہے جبکہ خلیفہ یہی بات امام مالک سے بھی کہلوانا چاہتے تھے کہ وہ کسی نکاح بستہ خاتون کو طلاق دلوا کر اپنی آغوش گرم کرنا چاہتے تھے لیکن امام فرماتے تھے طلاق المکرہ لیس بشیئی، جبری طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ اس پر آپ کو گلیوں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ کوڑے مارے گئے کوڑے کی ہر چوٹ پر فرماتے کہ میں مالک بن انس ہوں ایتونی بشیئی من کتاب اللہ حتی اقول بہ. میں مالک بن انس کسی کے فتوے پر صاد نہیں کرتا میرے سامنے قرآن پیش کروتا کہ بات کرسکوں۔ یہ بات کہ ثلاثۃ جدھن جد ھز لھن جد. تین چیزوں میں سے دو چیزوں کا حقیقی اظہار بھی حقیقت ہے اور یوں ہی باتوں باتوں میں اظہار بھی حقیقت ہے غلط روایت ہے مذاق میں اور جبر میں حقیقی نکاح اور حقیقی طلاق نہیں ہوتے۔ غرض کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ خلیفہ شہوانیت سے پاگل ہو رہا تھا چیف جسٹس ان کے حق میں فتویٰ بھی دے چکا تھا امام مالک کا ڈٹ جانا اور قرآنی فیصلہ کا مطالبہ کرنا ایمان کی اعلیٰ وارفع کوالٹی۔ کا اظہار ہے اور عقیدۂ حسبنا کتاب اللہ. کی صدائے بازگشت ہے۔ ایتونی بشیئی من کتاب اللہ.

❀

40 ابن جریج (767م)

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ابوالولید (767م) فقیہ الحرم المکی تھے اپنے زمانے میں اہلِ حجاز میں واحد انسان تھے جنہیں امام اہل الحجاز کے امتیاز سے یاد کیا گیا۔ اور یہ پہلے انسان تھے جنہوں نے اسلامی عہد میں تصانیف کیں اور معتزلی تھے۔

(طم صفحہ 135-133۔ تذکرۃ الحفاظ 160/1-ابن خلکان 286/1۔ تاریخ بغداد 400/10)

❀

41 موسیٰ الاسواری (767م)

موسیٰ بن سیار الاسواری (767م) قصہ گو عالم تھے بصرے میں حدیث کے امام تھے۔ ضعیف الحدیث

تھے یوں بھی معتزلہ احادیث کے بارے میں پھسڈی واقع ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے حدیث کو حیثیت فن حاصل ہی نہیں کیا ہوتا بہرحال جاحظ کہتے تھے کہ موسےٰ اسواری دنیا کا ایک عجوبہ انسان تھے یعنے تھے تو عربی مگر فارسی۔ اہلِ زبان کی طرح بولتے تھے۔ جب درس کے لئے بیٹھتے تو داہنے جانب عرب اور بائیں جانب ایرانی بیٹھ کر درس سُنتے۔ وہ جب کوئی آیت تلاوت کرتے تو عربوں کے لئے عربی میں اور ایرانیوں کے لئے فارسی میں تشریح کرتے۔ عقیدے میں بلند فکر معتزلی تھے۔ ❁(البیان والتبیین 368/1- لسان المیزان 120/6)

42 محمد بن اسحاق مؤرخ (768م)

محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (768م) سیرتِ نبوی ﷺ کے نامور مؤرخ۔ قدیم تاریخ نویس تھے اہلِ علم تھے قدری مسلک کے تھے۔ ❁(طبقات ابن سعد قسم نمبر 2 جلد 7۔ وفیات 483/1)

43 معمر راشد (770م)

امام معمر بن راشد ابوعروہ۔ الاسدی (770م) جاحظ کے بقول قرآنی فکر کے تھے (ط۔م۔صفحہ 139)

حافظ الحدیث تھے ثقہ تھے، بصرے میں پیدا ہوئے اور یمن میں سکونت اختیار کی پھر جب بصرے میں لوٹ آنے کا ارادہ کیا۔ تو یمن والوں پر آپ کی جدائی شاق گذری۔ آخر کسی کے مشورے پر آپ کو مقید کر کے شادی کرادی گئی تب آپ نے مستقل طور پر یمن ہی کو وطن بنالیا کہ بیوی سے زیادہ پیار کا بندھن کیا ہوسکتا تھا اس کے ہاتھ کا تو زہرِ ہلاہل بھی ''تریاق'' ہو جاتا ہے اب ابن راشد کو دولتِ کونین مل گئی تھی۔ بصرے جا کر کیا کرتے۔

(تذکرہ الحفاظ 178/1۔ تہذیب التہذیب 243/10)

❁

44 سعید بن ابی عروبہ (773م)

امام سعید بن ابی عروبہ مہران العدوی البصری (773م) ذہبی کہتے تھے۔ امام اھل البصرہ رمی بالقدر۔ اہلِ بصرہ کے امام تھے قدری تھے۔ (تہذیب التہذیب 63/4۔میزان الاعتدال 387/1)

❁

45 ابو عمرو بن العلاء (774م)

زبان بن عمار بن العریان المازنی ابوعمرو بن العلاء (774م) ایک تنومند طالب قرآن تھے ابوعبیدہ کہتے تھے ادب۔عربیت۔قرآن۔اور شعر کے زیادہ شناور تھے اور یہی اصنافِ سخن آپ کی پہچان تھیں۔

(وفیات الاعیان 164/1۔ابن خلکان 386/1)

❁

46 زفر بن الھذیل (775م)

امام ابوحنیفہ کے چار شاگرد تھے ابویوسف۔محمد۔حسن اور زفر۔چاروں مشاہیر میں سے تھے فقہ اور فہم کے دھنی تھے ان میں زفر بن الھذیل بن قیس الغیری (775م) کے بارے میں۔ابن یزداد۔ابوالقاسم۔اور قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ زفر۔ابوحنیفہ کے قدیم اصحاب میں سے تھے جو معتزلی تھے۔جب امام ابوحنیفہ سے شکایت کی گئی کہ وہ تو مرجیہ نہیں معتزلی ہے تو فرمایا اسے اپنے حال پر رہنے دو مناظرے کی ضرورت نہیں ارجاء میں لبرل ازم کی زیادہ گنجائش ہے فقہ خود ہی اسے رد کردے گی۔ (الجواھر المضیئۃ جلد 243/1)

❁

47 ابن ابی ذوئیب (775م)

محمد بن عبدالرحمان بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذوئیب (775م) بڑے علم والے تھے، راسخ العقیدہ قدری تھے۔ (تہذیب التھذیب 301/9۔میزان الاعتدال 87/3)

❁

48 ابو سلمہ الکندی (780م)

عثمان بن مقسم البری۔ابوسلمہ الکندی (780م) حدیث کے بڑے امام تھے۔ابن حجر عسقلانی (1449م) کہتے ہیں حدیث کے موضوع پر خوب لکھا۔خوب جمع کیا۔"قــدری" تھے۔قیامت کے دن۔ترازو رکھ کر۔اعمال کو مادی اشیاء کی طرح وزن کرنے کے منکر تھے وہ کہتے تھے کہ۔میزان۔عدل وانصاف کا استعارہ ہے۔ساجی نے کہا کہ عثمان بری۔اگرچہ حدیث کے امام تھے مگر اعتزال میں غلو کی وجہ سے اہلحدیثوں نے اس سے روایت کرنی چھوڑ دی تھیں۔تاہم یہ بھی کہتے تھے کہ۔روایت میں توسچ بیان کرتا تھا مگر دیگر باتوں میں غلط بیان تھا۔(کن باتوں میں اس کی وضاحت نہیں ہوئی؟۔) (لسان المیزان 157,155/4)

❁

49 بشیر الرحال

چوتھے طبقے سے تھے۔ الرحال۔ اس طرح مشہور ہوئے کہ ہر سال حج یا کسی غزوے کے لئے محوِ سفر رہتے تھے نفس زکیہ کے ساتھ جو معتزلہ مل گئے تھے ان ہی میں سے تھے۔ چنانچہ اس کی حمایت میں نکلے مگر صدمہ یہ کہ دونوں ہی مع ساتھیوں کے مارے گئے۔ کسی نے کہا آپ نے خلیفہ منصور کے خلاف بغاوت میں حصہ کیوں لیا؟ فرمایا منصور مجھے بلوا کر ایک مکان میں لے گئے میں نے اندر داخل ہو کر دیکھا عبداللہ بن الحسن کی لاش پڑی تھی۔ میں دیکھ کر غش کھا گیا۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے عہد کر لیا کہ ظلم کا ساتھ نہیں دوں گا جو بھی منصور کے خلاف اُٹھے گا۔ ساتھ دوں گا۔

یہ بشیر چوتھے طبقے سے تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 41)

50 عیسیٰ بن صبیح

عباسیہ کا ابتدائی دور تھا جب قرآن کا فخریہ نام لیا جاتا تھا اور کوئی نہ تھا جو کسی کو منکرِ حدیث کہہ کر مطعون کرتا اسی دور میں ہمارے قرآنی دانشور ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح بن مردار پیدا ہوئے۔ اپنے مشن کا برملا اظہار کرتے تھے۔ وہ قرآنی دانشوروں کے ابتدائی طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے بغداد میں قرآنی تحریک کو فروغ اور مقام ملا۔ اس کے کلام میں رمز آشنائی کا عنصر زیادہ ملتا تھا۔ ایک بار ابو الہذیل علاف جو اپنے زمانے کے بڑے قرآنی دانشور تھے عیسیٰ بن صبیح کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے کہ ان کو دیکھ کر واصل بن عطاء اور عمرو عبید کی یاد آ گئی کہ یہ بھی ان ہی کی طرح صاحبِ علم تھے رمز شناس قرآن بھی تھے اور صاحبِ عمل بھی جب حالتِ نزع کا اندازہ ہوا تو گھر میں جو کچھ اثاثہ تھا اہلِ حاجت میں بانٹ دیا کہ یہ ان ہی کا حق ہے ان کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ ''الجعفرین'' یعنے ابو الفضل جعفر بن حرب اور ابو محمد جعفر بن مبشر الثقفی کے اتالیق بھی تھے۔

❁

51 خلیفہ مہدی عباسی (785م)

خلیفۂ مہدی عباسی (785م) ابو عبداللہ محمد بن منصور جن کی 85 ھجری میں بیعت ہوئی راسخ العقیدہ معتزلی تھے عالم تھے اور شجاع تھے۔ ابو معن شعیب بن شبہ۔ سے فرمائش کرتے تھے کہ۔ عمرو بن عبید (761م) کی باتوں سے ہماری مجالس کو منور کریں۔ دراصل ہوا یہ کہ مہدی کے عہدِ حکومت میں زنادقہ زور میں آ گئے اور مہدی سے

بڑے معرکے ہوئے ان ہی معرکوں میں مہدی کی دلیری کام آئی اور صالح بن عبدالقدوس جیسے قرآن کے حریف کا مقابلہ میں کام تمام ہوا دیگر زنادقہ قیدی ہوئے یا بھاگ نکلے اسی تناظر میں مہدی کو احساس ہوا کہ معتزلہ کو ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے کہ صرف وہی علمی سطح بلکہ ہر سطح پر ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

❁

52 امام واصل بن عطاء (798م)

امام المتکلمین سید البلغاء واصل بن عطاء (700پ 798م) مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے جب عنفوانِ شباب زوروں پر تھا تو مدینہ کے اس نوجوان نے بصرے کا رُخ کیا کیونکہ اُن دِنوں بصرہ ہی علوم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے جوں ہی سیاست ملیہ ختم ہوکر سیاستِ ملکیہ میں تقسیم ہوکر دمشق اور بصرہ میں مرتکز ہوئی۔علم کے پیاسوں کا مختلف جہات کی طرف سفر شروع ہوگیا۔ واصل کو روایات سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ عقلیات اور لغت وادب کے شیدا اور روالہ تھے مدینہ منورہ میں رہ کر بھی علومِ عقلیہ کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ اُن دنوں عراق کے شہروں پر نسبتاً شیعہ اہلِ علم اور دیہات پر خوارج کا قبضہ تھا۔ چنانچہ واصل نے خوارج سے علوم حاصل کرنے کے لئے دیہات اور شیعہ سے استفادہ کرنے کے لئے شہروں کا رُخ کیا اور وقت کے بڑے بڑے اماموں اور یگانۂ روزگار ادیبوں سے علومِ فلسفہ اور علمِ دین حاصل کیا کیونکہ واصل کے دور کا عراق علمی قیادتوں کا مرکز بن چکا تھا۔ اسمیں فقہ پروان چڑھی اس میں فلسفہ اُبھرا، اسی میں علمِ نحو کی نشو ونما ہوئی جاہلیت کا ذخیرۂ اشعار جمع ہوا حکمتِ یونان اور فلسفہ عجم اوجِ کمال تک پہنچے۔ تاہم واصل نے تمام علوم پر عقلیات اور ادب کو ترجیح دی اور عقلیات ہی کو ہضم کرنے کا سامان کیا واصل اپنے زمانے کے زبردست مناظر اور باحث ہونے کے ساتھ بڑے متحمل مزاج۔ غصہ تھوکنے والے اور چہرۂ خنداں کے مالک تھے ان کے برعکس ان کے ہم سفر وہم فکر امام عمرو بن عبید (761م) تنک مزاج اور غصہ ور تھے واصل نے ـ ـ ـ کی آیت ـ ـ ـ پڑھ کر اس کے غصے کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ واصل بڑے ہنس مکھ اور ملنسار تھے اونچے درجے کی جدلی توانائی سے لیس تھے۔

اس حد تک قادرالکلام تھے کہ مخالف سامنے آتے ہی کانپنے لگتا اور اس کا دل خوف سے بھر جاتا۔ واصل کی تمام تر توانائی اسلام اور قرآن کے دِفاع میں صرف ہوجاتی وہ مخالف کی بات پوری توجہ سے سُنتے پھر اس کا رُخ موڑنے کے تمام وسائل اور ہمہ اسالیب اختیار کرتے جس سے مخالف پر سکتہ طاری ہوجاتا اور بغیر کسی

امام واصل بن عطاء

احتباسِ فکری کے وہ قائل ہو جاتا۔ واصل اور ابوحنیفہ ایک طرح ہم شغل تھے ابوحنیفہ کوفے میں کپڑے کا اور واصل بصرے میں ریشم کا کاروبار کرتے تھے دونوں سخی بھی تھے اور سیر چشم بھی یہی وجہ ہے کہ واصل نہ کسی صلے کے طالب ہوتے نہ جاہ ومنصب کے۔ خاص کر ابوحنیفہ ہوں یا واصل پابند حریتِ فکری کے قائل نہیں تھے یعنے کسی ''فقہی راج'' کی ''رعایا'' نہیں تھے واصل کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں،

کان یلتمس حججه من القرآن دائما ولا یعتمد علی السنة فی الاستدلال للعقائد لان کلها او جلها لیست اخبارا متواترة والاخبار غیر المتواترة لا تثبت بها العقائد

وہ عموماً قرآن ہی سے دلائل کشید کرتے اور سنت پر خاص کر عقائد کے باب میں اعتماد نہ کرتے تھے کیونکہ سنتیں سب کی سب یا کم ازکم زیادہ تر غیر متواتر ذرائع سے نقل ہوتی ہیں جبکہ غیر متواتر ذریعوں سے عقائد اور ایمانیات کا اثبات نہیں ہوسکتا۔

واصل دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ایمانیات اور عقائد کا تعین صرف قرآن کے ذریعہ ہوتا ہے اور قرآن ہی اس باب میں حرفِ آخر ہے۔ واصل کا عقیدہ تھا کہ قرآن میں سمیع و بصیر۔ یا اس طرح کی جتنی صفات ذاتِ باری کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں وہ عین ذات ہیں کسی تاویل اور توجیہ سے نفی لازم نہیں آتی اور یہی عقیدہ ہمارے سرسید (1898م) کا بھی تھا وہ کہتے تھے کہ انسان اپنے اچھے یا برے اعمال کا خود ہی فاعل ہے وہ آزاد ہے مجبور نہیں ہے اپنی برائیوں کو اللہ سبحانہ کے کھاتے میں نہیں ڈال سکتا۔

(مقریزی 345/2_ وفیات الاعیان 170/2_ مروج الذهب 398/2_ اسد الغابه 80/5)

53 خلیل عروضی (791م)

معتزلہ قدماء میں سے نحو اور عروض کے امام۔ خلیل بن احمد (791م) بصری فرہودی دانشورانِ قرآن میں سے تھے نہایت ہی پارسا۔ نیک اور حلیم تھے موسیقی سے علمِ ''عروض'' کشید کیا تھا بڑے درویش مزاج تھے۔ خلیل خود ہی وضاحت کرتے ہیں کہ۔ میں پہلا شخص ہوں جس نے ''اوعیة'' (برتنوں) کو ''ظروف'' کا نام دیا۔ (وفیات الاعیان 172/1۔ انباہ الرواۃ 341/1)

آپ حکیم فرہود کے نام سے مشہور تھے جواز د۔ قبیلے کی شاخ تھی۔ ان کو جمع کے صیغے سے فراھید بھی

کہتے تھے۔

❁

54 امام سیبویہ (796م)

عمرو بن عثمان بن قیصر الحارثی عرف سیبویہ (796م) نے نحو کو وسعت دی۔ بغداد پہنچنے پر کسائی سے مناظرہ ہوا اور غالباً جیت گئے ہارون الرشید نے اپنے استاد کسائی کی شکست کا احساس نہیں کیا اور علم کی قدر افزائی کی سیبویہ کو دس ہزار درہم انعام دے دیا آپ بڑے خوبصورت تھے۔ معتزلہ میں اونچا مقام رکھتے تھے مگر جواں سال تھے کہ بے رحم موت نے دبوچ لیا۔

(تاریخ بغداد 168,166/12 ۔مفتاح السعادۃ 35/2)

❁

55 ابراھیم الاسلمی (800م)

ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سمعانی الاسلمی المدنی (800م) طعن فیہ رجال الحدیث وقالوا قدری ومعتزلی جمعی ۔اہلحدیث اس پر طنز کرتے تھے کہ وہ قدری تھا۔معتزلی تھا اور جمعی تھا اس سے ہم حدیث روایت کریں تو کیسے کریں۔لیکن امام شافعی کہتے تھے۔حدثنا مَن لا اتھم. میرے نزدیک ابراہیم بن محمد بے داغ ہے۔الاسلمی (800م) بڑے قدآور عالم ہوگذرے ہیں۔مدینہ منورہ کے مولود اور امام شافعی کے ایک اُستاد تھے اہلحدیثوں نے سہ آتشہ معتزلی ہونے کے باعث۔آپ پر جرح کی ہے تاہم امام شافعی جب حدیث بیان کرتے اور کہتے کہ مجھ سے حدیث بیان کی اس نے جس پر میرا کوئی الزام نہیں۔تو اس سے ابراہیم بن یحییٰ کی ذات ہی مراد ہوتی تھی۔یعنے میرے نزدیک ابراہیم اسلمی۔غیر مجروح تھے۔ثقہ تھے۔

(میزان الاعتدال 27/1. تذکرۃ الحفاظ 227/1)

❁

56 حفص بن سالم

حفص بن سالم علم مناظرہ میں باکمال شخصیت تھے۔واصل بن عطاء کو ان پر ناز تھا۔سکہ بند معتزلی تھے۔ان کی ذات اور علمیت مرجع اعتماد تھی اور اسی اعتماد پر قرآن کے بڑے دانشور واصل نے اسے خراسان بھیجا تاکہ جھم کی پھیلائی ہوئی گمراہی کے ازالے کے لئے اس سے دوبدو بات ہوجائے۔چنانچہ حفص نے خراسان پہنچ کر اسے دبوچ لیا وہ لاجواب ہوکر بھاگ گیا۔بے شمار لوگ اس کے پھیلائے ہوئے گمراہی کے

جال سے آزاد ہوکر قرآن کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ حفص کو بڑا اعزاز ملا۔ (ط۔م صفحہ 42)

57 عمرو بن فائد

ایک مناظر قسم کے متکلم تھے (ط۔م صفحہ 60) یہ معتزلہ کے چھٹے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بار سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب الہاشمی۔ تلوار سونتے کھڑا ہو گیا اور ابن فائد کے آنے پر قرآن کھول کر یہ آیت پڑھی۔ وما کان لنفس ان تؤمن الاباذن الله۔

کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ۔ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان لے آئے۔ (یونس، 100)

سلیمان نے سوال کیا کہ۔ اس آیت میں ایمان لانے کو اللہ کے اذن سے مربوط کیا ہے۔ اب تم بتاؤ تمہارے پاس اس کا جواب کیا ہے؟ تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ جواب میں عمرو بن فائد نے فی الفور یہ آیت پڑھی۔ یا ایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا . فامنوا بالله۔

اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تم اللہ پر ایمان لے آؤ۔ (اعراف، 158)

عمرو بن فائد نے کہا اس آیت میں۔ فآمنوا ۔ کے صیغے میں اللہ سبحانہ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ بتاؤ اس سے واضح اور بڑا۔ اذن۔ کیا ہوگا؟ سلیمان (759) نے یہ سُن کر تلوار نیچی کر لی اور کہا۔ یہ بتلاؤ میرے سوال کا پیشگی جواب کیسے دیدیا؟ فرمایا۔ بتائید اللہ ۔ اللہ کی مدد شامل بنی اور میں نے صحیح جواب دیدیا۔

58 ابو عبداللہ الغزال

ابو عبداللہ الغزال ۔ واصل بن عطاء کے دودھ شریک بھائی تھے دو چار سال چھوٹے ہی ہونگے واصل نے اس کی ڈیوٹی لگادی تھی کہ۔ پاکدامن عورتوں کا پتہ چلائے تاکہ ان تک صدقات کی امدادی کمک باقاعدگی سے پہنچاتا رہے کیونکہ واصل کو یہ کام اچھا لگتا تھا اور اپنے بااعتماد بھائی کے ذریعہ سرانجام دینا چاہتا تھا خاص کر غزال ۔ واصل ہی کی طرح عدلی بھی تھے۔ (ط۔م صفحہ 29)

59 واصل کی شریکِ حیات

مشہور معتزلی امام عمرو بن عبید۔ کی بہن کا رشتہ واصل بن عطاء سے ہوا تھا۔ آپ چونکہ ہر دو جانب سے علمی گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے بعض حساس معلومات کی امین تھیں ایک دفعہ کسی نے دریافت کیا کہ محترمہ عمرو بن عبید اور واصل میں سے کون اچھا تھا۔ کہا دونوں میں آسمان وزمین کا فرق تھا۔ سوال ہوا کہ عملی طور پر کون بہتر تھا۔ جواب میں وضاحت ہوئی کہ۔ واصل کا معمول تھا کہ جونہی رات کی تاریکی چھا جاتی وہ جانماز بچھا کر نماز شروع کر دیتا جبکہ قلم و دوات اس کے پاس ہوتے اور نماز ہی میں جوں ہی کوئی علمی نکتہ ذہن میں آتا جو مخالف کا منہ بند کر کے اس پر حجت قائم کرنے والا ہوتا۔ نماز سے رُک جاتے اور اسے قلمبند کر کے پھر دوبارہ نماز شروع کر دیتے۔ ❋ (ط۔م صفحہ 32۔ ان کا تعلق چوتھے طبقے سے تھا)

60 هشام الدستوائی

معاذ کے والد ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی بڑے عبادت گذار زاہد تھے ذہبی ان کی جلالتِ شان کا اعتراف کرتے اور لکھتے ہیں۔ الحافظ ۔احد الاثبات ۔ حافظ تھے اور ثابت الروایت محدثین میں سے تھے یعنے جن کی روایتیں ضعف کے شائبے سے پاک تھیں (میزان الاعتدال 254/3)۔ ابوداؤد طیالسی (---) کہتے تھے۔ دستوائی۔ حدیث کے امیر المؤمنین تھے۔ البتہ عجلی، ابن سعد اور یحیٰی ابن معین کہتے تھے کہ یہ معتزلی تھا لہٰذا اس کی روایت نہ لینی چاہیئے یعنے اس کا عقیدہ ہے کہ خدا نہ غلطیاں کرتا ہے اور نہ غلطیوں کا خالق ہے انسان معاصی کا خود ہی خالق ہے اور خود ہی فاعل ہے۔ ❋ (ط۔م صفحہ 138)

61 محمد بن حسن الشیبانی (804م)

امام ابوحنیفہ کے بعد دوسرے شاگرد ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی (804م) بڑے قد آور عالم تھے۔ زاہد تھے، عابد تھے شب بیدار اور خدا ترس تھے علم کی راہ میں پیسہ خرچ کرنے والے تھے اسے ہارون الرشید نے ایک سال تک گھر میں بند رکھا تھا آپ کے شمار سے باہر شاگرد تھے جن کے ذریعہ فقہِ ابوحنیفہ کو فروغ ملا۔ آپ نے فقہی احادیث کا الگ مجموعہ لکھا جو موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے۔ طبقات المعتزلہ میں آپ کے فضائل کے اعتراف کے ساتھ انہیں معتزلی بھی لکھا ہے۔ ❋ (طبقات المعتزلہ صفحہ 128)

62 امام محمد حنفی (804م)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (804م) امام ابوحنیفہ کی فقہ کو اُجاگر کرنے والے تھے۔ (زرکلی 309/6)
معتزلی تھے۔ (ط۔م)

❁

63 امام کسائی (806م)

ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی (806م) نحو، علوم قرأت اور لغت کے امام تھے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں عربی کا شعر ہوتا کسائی سے پوشیدہ نہ ہوتا آپ ہارون رشید کو عربی ادب سکھانے پر مامور تھے نیز اس کے بیٹے کے مؤدب بھی تھے۔ آپ عالم فاضل اور لسانیات کے ماہر لوگوں کی مجالس میں جاتے تھے۔ ایک دفعہ تھکاوٹ محسوس کی تو کہا۔ ''قد عییت'' ۔ لوگوں نے کہا ہماری علمی مجلس ''اٹینڈ'' کرنے کے باوجود بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ فرمایا کیا مطلب؟ کہا گیا اگر تم نے تھکاوٹ محسوس کی تھی تو کہنا چاہئے تھا۔ ''اعییت'' اور اگر مجلس سے اُٹھنے کا بہانہ بنا رہے تھے تو کہنا تھا ''عییت'' یہ سن کر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اُٹھ کر خلیل نحوی (791م) اور ''الھراء'' مُعاذ بن مسلم (803م) کی مجلس میں جانا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے عربی ادب لکھنے پر۔ روشنائی کی 15 بوتلیں صرف کیں۔ یادداشت کا مواد اس کے علاوہ تھا جاحظ کہتے تھے۔ جب خلیفہ کے استاد بنے تو ایک طرح سے قیدی بن کر رہ گئے نہ کہیں جا سکتے تھے نہ کچھ کر سکتے تھے چنانچہ خلیفہ کا ہمنشین بنا کر تلافی کی گئی۔ (ابن خلکان 535/1۔ تاریخ بغداد 403/11۔ طبقات النحویین صفحہ 138)

❁

64 ابوشمر

ابوشمر چھٹے طبقے سے تھے ایک صاحبِ فکر عالم تھے مرجئہ کی طرف مائل تھے۔ معتزلہ کے زیادہ دلدادہ تھے جب کسی سے مناظرہ کرتے تو نہ ہاتھ کو حرکت دیتے نہ جسم کو جُنبش۔ اور کہتے کہ ضرورت نہ ہو تو حرکت کرنا عیب ہے۔ ایک دفعہ حاکمِ بصرہ نے حسن بن ایوب الہاشمی کی مجلس میں نظام (845م) نے ان سے مناظرہ کیا اور اس مناظرہ میں اسے اتنا دباؤ تلے رکھا کہ ان کی مہرِ سکوت ٹوٹ گئی اور بولنے کے ساتھ اعضاء بھی حرکت کرنے لگے۔ جاحظ (871م) کہتے تھے ابوشمر حنفی اپنے مداحین کے سامنے بات کرتے وقت اعضاء کو حرکت بالکل نہ دیتے تھے لیکن جب نظام نے اس کے سکوت کی گانٹھ کھول دی تو وہ حرکت کرنے لگے۔ (ط۔م صفحہ 57)

❁

امام کسائی

65 الاصمّ

ایک جلیل القدر قرآنی دانشور ابوبکر عبدالرحمان بن کیسان الاصم بہت بڑے صاحب تفسیر وادب تھے یہ بصرے کی جامع مسجد میں درس دیتے اور اسی 80 مشاہیر علماء ان کی نگرانی میں کام کرتے تھے ایک بہت بڑے دانشور قرآنی ابوعلی جبائی جب بھی اپنی تفسیر میں کسی کا حوالہ دیتے تو صرف ابوبکر اصم کا حوالہ دیتے کیونکہ ان کی فقہ اور ان کے لغوی استدلال پر اعتماد کرتے تھے۔ ویسے یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ۔قرآنیات کے ماہرین اور دانشور صرف عقائد، توحید اور ایمانیات کے معاملہ میں تو ہم سفر وہم فکر ہوتے تھے کہ قرآن ہی کو مأخذ مانتے تھے لیکن سیاسی سطح پر اپنے حالات کے مطابق ہر مفکر اپنا ہی راستہ اختیار کر لیتا تھا مثلاً حسن بصری جو کچھ تھے سیاست میں سیدہ عائشہؓ کے مخالف اور علیؓ کے ہمنوا تھے اسی طرح کیسان بن الاصم کے بارے میں ہے۔ کـــان

یخطی علیاً علیه السلام فی کثیر من افعاله ویصوّب معاویة فی بعض افعاله

وہ حضرت علیؓ کی بہت سی پالیسیوں کو ٹھیک نہیں سمجھتے تھے اور بہت سی باتوں میں معاویہؓ کی پالیسی کو حسبِ حال کہتے تھے۔(طبقات المعتزلہ صفحہ 56 وصفحہ 57)

اس تناظر میں ہم کسی کی دلی وابستگی یا کسی کے لوح قلب سے احترام وعقیدت کے خاص رنگ کو کھرچ نہیں سکتے۔قرآن نے واضح الفاظ میں نظام عدل رائج کرنے کا حکم دیا ہے یعنے انصاف کو فریق بنانے کی بجائے جس کا حق ہے اسے دیا جائے، اب وہ طرزِ حکومت جمہوری ہو سلطانی ہو اپنے وقت میں جیسے ہو اس سے بحث نہیں کرتا۔مثلاً خلفائے ثلاثہ موروثی طرزِ حکومت کے قائل نہیں تھے مگر سیدنا علی موروثیت کو لازمی سمجھتے تھے۔ ویسے قطعِ نظر ان باتوں کے وہ دین اور سیاست میں تفریق کے قائل تھے۔یعنے دین۔قرآن، حج، اسلام وصلاۃ۔پیغمبر کے بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں تھا مگر سیاست اور طرزِ حکومت اپنی پسند کی چلاتے تھے۔

❁

66 عبدالرحمان اللؤلوی (814م)

عبدالرحمان بن مہدی بن حسان العنبری ابوسعید اللولوی (814م)۔احمد بن یحییٰ کی تحقیق کے مطابق قدری تھے (صفحہ 139) حافظ الحدیث تھے۔امام شافعی کہتے تھے لا اعرف لہ نظیرا فی الدنیا۔ وہ دنیا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ **(تہذیب التہذیب6/279۔تاریخ بغداد 10/240)**

❁

67 سفیان بن عینیه (814م)

سفیان بن عینیہ بن میمون الھلالی الکوفی (814م) احمد بن یحییٰ نے انہیں مکہ المکرمۃ کے قدریوں میں شمار کیا ہے (صفحہ 135) وسیع العلم تھے لوگوں مین قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے امام شافعی کہتے تھے لـو لا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز. اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم مِٹ چکا ہوتا۔

(تذکرۃ الفاظ 242/1۔ابن خلکان 210/1۔حلیۃ الاولیاء 270/7)

❋

68 معاذ الدستوائی (815م)

معاذ بن ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی (815م) بڑے کھرے اور ذہبی کے بقول راست گو راوی تھے۔ابن معین نے راست گو کہنے کے باوصف اس کی روایت کو حجت تسلیم نہیں کیا۔بڑے قدآور محدثین نے اس پر جرح نہیں کی البتہ حمیری نے کہا ہے کہ معاذ جب مکہ المکرّمہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ لاتسمعوا من هذا القدری ۔یہ معتزلی ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ برائیوں کا خالق اللہ نہیں ہے لہٰذا اس جرم کی پاداش میں اسکی بات نہ سنو۔یہاں حمیدی نے کہنے والوں کی نشاندہی نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ویسے معاذ کھرے آدمی تھے اپنے جرم کا کُھلے دل سے اعتراف کرتے اور کہتے تھے لو ضرب عنقی لم اقل ان المعاصی بقدر ۔اگر میری گردن تلوار سے اُڑا دی جائے تب بھی میں یہ نہ کہوں گا کہ ۔گناہ مقدر میں لکھے تھے۔ ❋ (ط۔م صفحہ 138)

69 امام شافعی (820م)

امتِ اسلام کے ایک بہت بڑے مجتہد حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (320م) جو علم اور اجتہاد میں بلند مقام پر فائز تھے۔''اہلِ عدل'' جو کہ معتزلہ کا شعار ہے میں شمار ہوتے تھے (طبقات صفحہ 129) کیونکہ آپ ابراہیم بن یحییٰ مدنی کے شاگرد تھے اور ابراہیم۔مشہور قرآنی مجتہد عمرو بن عبید کے تربیت یافتہ ۔نیز یہ ابراہیم مسلم بن خالد زنجی (795م) کے شاگرد بھی تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے یارِ غار غیلان دمشقی کے صحبت یافتہ تھے۔اس طرح امام شافعی کی تربیت و تعلیم میں دو اہلِ حق جو کہ۔توحید و عدل کے راہوار تھے جمع ہو گئے تھے۔ اس تناظر میں امام شافعی کا عدلی ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔امام شافعی کی ذہانت ضرب المثل تھی، ادیب

امام شافعی

تھے، شاعر تھے، لسانیات کے ماہر تھے فقیہ تھے غرضے کہ علم اور شافعی ایک دوسرے کے وصف لازم تھے۔

❁

70 قطرب (821م)

قرآن کی ظاہری اور عملی حیثیت ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے لیکن ظاہر پرستوں نے اس کی نظری اور عقلی حیثیت کا انکار کر کے کسی اچھی ذہنیت کا اظہار نہیں کیا امام ابو علی محمد بن مستنیر بن احمد عرف قطرب (821م) ذہانت وفطانت میں بلند مقام رکھتے تھے انہوں نے ''مثلثات'' اور ''معانی القرآن'' لکھ کر قرآنی دانشوروں کی حمایت میں بھرپور حصہ لیا ہے آپ نظام (NAZZAM) کے زیادہ عقیدت مند تھے کہ وہ بھی لسانیات اور عربی ادب سے زیادہ رجوع کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد. 298/3- ابن الندیم صفحہ 52. شذرات الذھب 15/2)

❁

71 امام فراء (822م)

قرآنی دانشوروں میں امام یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور فراء (822م) ایک بلند پایہ عالم۔ گرامر اور ادب کے بڑے تخلیق کار تھے۔ مشہور ہو چلا تھا کہ الفراء امیر المؤمنین فی النحو. فراء نحو کے امیرا لمؤمنین تھے۔ امام ثعلب (904م) کا قول ہے کہ اگر فراء۔ نہ ہوتے تو گرامر اور ادب کا وجود نہ ہوتا۔ یا یہ کہ وجود میں نہ آتے۔ خلیفہ مامون نے اسے اپنے بیٹوں کی اتالیقی پر متعین کیا تھا۔ آپ خلیفہ کی نظروں میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ عمر کے آخری حصے میں اپنے مادر وطن چلے آئے خاندان کے تمام افراد کو اکٹھا کر کے جو کچھ اندوختہ تھا سب میں بانٹ دیا اور مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے اور راستہ ہی میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ اگرچہ گرامر اور ادب کے خلاقین میں سے تھے تاہم فقیہ بھی تھے متکلم اور عربی تاریخ کے عالم بھی۔ عقیدتاً حاکمیتِ قرآن کے قائل تھے اعتزال ہی آپ کا پسندیدہ مسلک تھا۔

(وفیات الاعیان 228/2۔ ابن الندیم فلوگل ایڈیشن صفحہ 66 وصفحہ 67)

کہتے ہیں کہ امام فراء کسی ضرورت کے تحت اُٹھے تو مامون کے دونوں بیٹے جو اُن کے شاگرد تھے ان کی جوتی سیدھی کرنے کے لئے دوڑے۔ لیکن جھگڑا یہ تھا کہ پہلے کون سیدھی کرے؟ فیصلہ ہوا کہ پہلے ______ ایک بیٹا سیدھا کرے اور پھر دوسرا یہی عمل دُہرائے امام موصوف کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ گرامر کے

دریا۔لغت کا تانا پیٹا بننے والے فقہ میں ایسا امام جو اقوام کے مزاج سے آشنا۔ستارہ شناسی میں اچھی دسترس رکھتے اور طب میں ماہر نباض اور معالج تھے تاریخ عرب اور اشعار میں اُستاد تھے،۔ابوبکر انباری کہتے تھے۔ بغداد اور کوفے میں کسائی اور فراء کے ماسوا کوئی بھی دانش وبصیرت والا عالم نہیں تھا اور یوں بھی حقیقت ہے کہ علوم کی ان دونوں پر انتہا تسلیم کر لی گئی ہے امام فراء کی تحریروں کے تین ہزار ورق تھے۔

❁

72 بشر بن المعتمر (825م)

بشر بن المعتمر البغدادی ابوسھل (825م) معتزلہ کے بڑے فقیہ اور منجھے ہوئے مناظر تھے۔شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ۔ان جمیع معتزلة بغداد كانوا من مستجيبه. له مصنفات في الاعتزال.

بغداد کے تمام معتزلہ آپ کے ہوا خواہ تھے بے حد احترام کرتے تھے۔

اعتزال کی حمایت میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔

(امالی المرتضیٰ جلد 131/1۔دائرۃ المعارف الاسلامیہ 660/3)

یہ بشر بڑے ہی زاہد تھے عابد تھے خدا کی طرف بلانے والے تھے۔کچھ مجبرہ عقیدے والوں نے بشر کے ساتھیوں سے کہا تم لوگ اپنے مؤمن ہونے کی وجہ سے اللہ کا حمد (اور شکر) بجالاتے ہو؟ بشر کے ساتھیوں نے کہا۔ہاں۔ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔اس پر مجبرہ نے کہا کہ تو گویا اللہ ایسے فعل پر خوش ہوتا ہے جو ہُوا ہی نہیں۔ حالانکہ اس نے خود ہی فرمایا ہے ویحبُّون ان یحمدوا بمالم یفعلوا

یہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر سراہے جائیں جو انہوں نے کبھی نہیں کیئے۔ (عمران، 188)

ایسے میں ثمامۃ۔سامنے آیا اور کہا کہ مجبرہ نے جو جواب دیا سو دیا اب یہی بات ابومضر سے دریافت کرو۔ابومضر نے کہا۔لا بل هو يحمدني على الايمان انه امرني به ففعلته وانا احمده على الامر به والتقوية عليه. فانقطع المجبر. فقال بشر شنعت المسئله فسهلت

اللہ نے مجھے ایمان لانے کی توفیق بھی اور حکم بھی دیا چنانچہ حکم کے مطابق ایمان لایا جس پر اللہ نے میرے کردار کو سراہا۔اور میں اللہ کی ذات کو سراہتا ہوں کہ اس نے مجھے عمل کا حکم بھی دیا اور توفیق بھی۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 4/53 تا 8)

اس پر مجبرہ۔ لاجواب ہوگیا اور بات ختم ہوگئی۔ بشر نے کہا بات کچھ مشکل تھی جو خود بخود ہی آسان ہوتی چلی گئی۔

❀

73 ثمامہ بن اشرس النمیری (828م)

ثمامہ بن اشرس النمیری ابومعن من کبار المعتزلہ ۔(زرکلی 86/2) یہ قدآور معتزلی تھے فصاحت و بلاغت میں بے مثل تھے۔ علمی نوادرات اور دیگر دلچسپ باتوں کا حافظے میں بڑا محفوظ ذخیرہ رکھتے تھے۔ جاحظ کہتے ہیں:

ماعلمت انهٗ كان فی زمانه قروی ولا بلدی بلغ من حسن الافهام مع قلة عدد الحروف ولا من سهولة المخرج مع السلامة من التكلف ما كان بلغهٗ

میں نے ثمامہ کے زمانے میں کسی بستی میں کسی شہر میں ایسا کوئی نہیں پایا جو ثمامہ کی طرح نابغۂ عصر ہو۔ فہمائش کا بہترین انداز رکھتا ہو تھوڑے لفظوں میں معانی کا دریا بہادیتا ہو اور یہ کہ آسان لہجہ میں ایسے الفاظ جو زبان پر آسانی سے اور بغیر کسی تکلف کے چڑھنے والے ہوں استعمال کرتا ہو یعنے اس کا کلام محاسن سے بھرا ہو۔

(البیان والتبیین 61/1-تاریخِ بغداد 145/7-لسان المیزان 83/2-میزان الاعتدال 173/1)

❀

74 معمر بن عباد السلمی (830م)

عنوان ''ملاحدہ کے سامنے فقہا کی درماندگی''۔ میں قرآنی ہیرو معمر بن عباد السلمی (830م) کی ناگہانی شہادت کا آپ پڑھ چکے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی عہد میں جب علومِ عقلیہ کی بہتات ہوئی تو دفاعِ اسلام کا روایاتی انداز بھی بدل گیا اور لوگ جب کبھی مبلغینِ اسلام کے لئے اسلامی مراکز سے مدد طلب کرتے تو محدثین اور فقہاء قطعی طور پر ناکام ہوجاتے اور حکام کو دانشورانِ قرآن کی تلاش رہتی تاکہ وہ اپنے کو اپنی زبان کو اپنے اُبھرتے ہوئے کلچر کو اور اپنے نظریۂ حیات کو محفوظ کرسکیں اس طرح دانشِ قرآن کی طبعی ضرورت نمودار ہوئی مگر وائے افسوس کہ اہلِ روایات کی مسلسل معاندت اور پیہم مخاصمت نے اس قرآنی تحریک کی راہ میں ——

روڑے اٹکائے اور پھر ایسا وقت بھی آ گیا کہ اسلام کے دفاع کے لئے اچھے مدافعت کاروں کی دستیابی ایک مسئلہ بن کر رہ گئی اور اسی کمیابی کا نتیجہ کہ ہمارے ہاں قرآنی دانشوروں میں باصلاحیت گنتی کے لوگوں کو پیش کیا جاتا ہے جب وہ مخالف کی سازشوں سے موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے تو زبردست خلا واقع ہو جاتا۔ اور نتیجہ یہ کہ آنے والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ جو جانے والوں کا خلاپُر کر لیتا ہمارے معمر بن عباد سلمی ایسے ہی قرآنی ہیرو تھے جو موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ ❁

75 ابو زید لغوی (830م)

سعید بن اوس انصاری بصری عرف ابوزید لغوی (830م) لغت اور نوادراتِ لغت کے امام تھے آپ مفضل ضبی (836م) کے شاگرد اور اصمعی (832م) اور ابوعبیدہ (840م) سے نحو میں زیادہ فائق تھے۔ کتابیں بے شمار تصنیف کیں۔ موضوع قرآنیات تھا اور مسلک ''حسبنا کتاب اللہ''۔

(وفیات الاعیان 207/1۔ تاریخ بغداد 77/9۔ وجمہرۃ الانساب صفحہ 352)

❁

76 ابنِ عُلیہ (833م)

ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی ابواسحاق بن علیہ (833م) بنیادی طور پر راوئ حدیث تھے مگر عقلیت پسندی نے درِ قرآن پر پہنچا دیا۔ امام شافعی کے ساتھ آپ کے مناظرے اور مباحثے مشہور ہیں۔ فقہ میں جتنی کتابیں لکھیں انداز مناظرانہ اور جدلی تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ معتزلہ نے اسے حدیث کا ایجنٹ اور اہلحدیثوں نے اسے قرآن کا ایجنٹ کہنا شروع کر دیا جبکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ روایت انکی ''ہابی'' تھی اور ایمان بالقرآن ان کا عقیدہ۔ وہ بلاشبہ خلق القرآن پر زیادہ بحث کرتے تھے جبکہ مسئلہ قرآن حادث یا غیر حادث کا تھا بہر حال وہ مؤمن بالقرآن تھے۔ ❁ (تاریخ بغداد 20/6)

77 خلیفہ مامون عباسی (833م)

قرآن کے راہواروں میں مامون عباسی (833م) عبداللہ بن ھارون الرشید بن محمد المہدی جس کی بابت احمد بن یحیٰ لکھتے ہیں کان اوسع العباسیین علما و ابعدھم غورا واعظمھم عفوا وانداھم راحۃ وافصحھم منطقا وقولہ بالعدل مشہور

خلیفہ مامون عباسی

یہ عباسیوں میں سب سے زیادہ علم والے تھے نہایت گہرائی سے سوچنے
والے اور سب سے زیادہ درگذر کرنے اور لوگوں کو آسائش فراہم کرنے والے اور
گفتگو میں سب سے زیادہ فصیح تر تھے خاص کر عقیدتاً مشہور توحیدی اور عدلی تھے۔

(طبقات صفحہ 122 وصفحہ 123)

مامون صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ مانی کے پیروکار بڑے زور میں تھے ان کے اور یہود ونصاریٰ کے جواب میں بڑی کتابیں تصنیف کیں اسی طرح صاحبِ سیف وقلم بھی تھے۔ انہیں جب پتہ چلا کہ۔ ملاحدہ (منکرینِ قرآن ومحمدؐ) کہتے ہیں کہ ان اهل الاسلام قهروا بالسيف لا بالحجة فوقع الجرح عليهم جمع من كل فرقة فى حضرته جماعةً وامر متكلمى الاسلام بمناظراتهم

اسلام تلوار سے پھیلا ہے دلیل و برہان سے نہیں۔ یہ بات مامون کے
دل میں تیر بن کر اُتر گئی اور چاہا کہ اس بکواس کا علمی جواب دیا جائے چنانچہ اس نے
ہر فرقے سے عالموں کو جمع کیا اور ان کو معقولیت سے جوابات دینے کے لئے معتزلہ
کو زحمت دی کہ وہ ان سے دو دو باتیں کریں۔ (طبقات صفحہ 123)

کہتے ہیں کہ اسلام کے تلوار کے زور پر پھیلنے کے طنز پر مامون کا دل اتنا دُکھا کہ اس نے دفاعِ اسلام کے لئے الگ ادارہ قائم کیا جس میں فقہا، محدثین، متکلمین، اہلِ لغت اور تاریخ کا عمیق درک رکھنے والے نیز انساب اور گذشتہ واقعات پر ناقدانہ شعور رکھنے والے جمع کئے گئے اور سب سے کہا گیا کہ پوری آزادی سے خیالات کا اظہار کریں اور متکلمین وفلاسفہ کے ذمہ لگایا کہ دفاع کی ذمہ داری صرف وہی پوری کریں۔

(تاریخ بغداد جلد 183/10 . ابن اثیر 148,144/6 . طبری 293/10)

مامون کے آزادیٔ اظہار کے بعد معتزلہ نے اپنا کام شروع کیا اور پھر مخالفین سے پوری آزادی سے باتیں کیں اور اس کا اثر یہ ہوا کہ مخالفین کا لب ولہجہ از خود ہی درست ہونے لگا اور محاسن کا اعتراف کرنے لگے۔

❀

78 بشر المریسی (833م)

بشر بن غیاث بن ابی کریمہ عبد الرحمان المریسی (833م) معتزلہ کے بڑے قدآور فقیہ اور اسالیبِ فلسفہ کا گہرا درک رکھنے والے تھے۔ فقہ کے لئے قاضی ابو یوسف کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کے عہد

میں اعتزال کی راہ میں بڑے دُکھ سہے۔ 70 سال کی عمر پائی۔

(وفیات الاعیان 91/1۔تاریخ بغداد 56/7۔میزان الاعتدال 150/1)

79 موسیٰ ابو العباس (839م)

موسےٰ بن ثابت عرف ابو العباس (839م) 219 ھجری میں مصر کے گورنر بنا دیئے گئے۔سخت گیر قسم کے معتزلی تھے مصری علماء کو تشدد اور اکراہ کے زور پر قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل کر دیتا تھا۔جبکہ یہ قرآن کے نام پر قرآن سے کُھلا تصادم تھا۔قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق سرے سے قرآن کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔قرآن نے اپنے کو جب ''محدث'' (ذکرِ حادث) کہا ہے تو اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔لیکن ہمارے اکابر نے پتہ نہیں جبر اور تشدد کی راہ کیوں اپنالی۔یہ موسے ابو العباس گورنری کے 4 سال پورے کر کے واپس بغداد پہنچے۔

(الولاۃ والقضاۃ صفحہ 195۔النجوم الزاھرہ 231/2)

80 خلیفہ معتصم عباسی (841م)

خلیفہ معتصم باللہ عباسی (841م) ابو اسحاق محمد بن رشید۔ پکے معتزلی تھے (طبقات صفحہ 123) ویسے تو خوشی کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی فیملی کے افراد خرد افروز اور خرد افزا تھے لیکن خوشی تب ہوتی جب معتصم بھی اپنے اکابر کی طرح صلح و مدارات، علم اور نظر سے مخالفین سے نمٹ لیتے۔نظریئے کی خاطر تشدد کا راستہ اختیار کرنے سے کبھی کوئی رام نہیں ہوتا اس سے تو مخالف کہہ سکتا ہے کہ تلوار کے زور سے معتصم امام احمد بن حنبل پر مشقِ ستم روا رکھ کر تمام روایات پرستوں کو متحد کرنے کا سبب بنا اہلحدیثوں نے گھر گھر پہنچ کر اپنی مظلومیت کی داستانیں سنانا شروع کر دیں اور ساتھ ہی غیر اعتزالی افکار کی حمایت میں وضعی احادیث کے انبار لگا دیئے جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ حدیث کسی بھی معیار کی ہو لوگ رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے قابلِ احترام اور قابلِ عمل سمجھتے تھے۔معتصم کے قاضی ابن ابی داؤد کے اکسانے پر امام ابن حنبل کو جسمانی اذیت پہنچانے سے بہتر تھا کہ خاموش ہو جاتے کہ عفو و درگذر سب سے بڑی ڈھال ہوتی ہے جس پر کوئی وار کارگر نہیں ہوتا۔قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ایک سراپا کلامی مسئلہ ہے جبکہ کلامی مسائل میں کُشتی علم کی لڑی جاتی ہے۔قلم کے مقابلے میں ظلم ناکامی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔معتزلہ کا غالباً یہ خیال ہوگا کہ قرآن کو غیر مخلوق کہہ دینے سے

قرآن کا قدیم ہونا لازم آجاتا ہے جس سے قدماء کا تعدد لازم آجاتا ہے جو کہ عقیدۂ توحید کے خلاف ہے اور اسے جبر سے مٹانا چاہئے۔ اور یہی صفاتِ باری کے بارے میں ان کا فیصلہ ہے جبکہ ضروری نہیں کہ صفات کو عین ذات کہہ دینے سے قائم بالذات کا اصول مجروح ومتاثر ہو۔ ادھر امام ابن حنبل کے استدلال کی خامی اس سے ظاہر ہے کہ آپ ما یأتیھم من ذکر من ربھم محدث

انہیں جب کبھی اللہ کی جانب سے نئی ہدایت (ذکر) ملتی ہے۔ (انبیاء، 2)

سے کشید کرتے تھے کہ

''وہ ذکر بھی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور وہ ذکر بھی ہے جو نبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ یہ ''محدث'' کا لفظ اس ذکر کے بارے میں ہے جو نبی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ جہاں صرف قرآن کا ذکر ہو وہاں محدث یا مخلوق کا لفظ بولنا صحیح نہ ہوگا۔'' (نوادرات اسلم جیراجپوری صفحہ 183)

اس طرح امام احمد نے ''ذکر'' کو دو حصوں میں تقسیم کرکے بلا وجہ قرآنی تصریح میں دست اندازی فرمائی ہے کیونکہ ابن حنبل نے مِن ذکر۔ میں ''مِن'' کو تبعیضیہ سمجھ کر وہ ذکر بھی ہے۔ اور وہ ذکر بھی ہے۔ کی گردان کر ڈالی جبکہ یہ ''مِن'' بیانیہ۔ ہے یعنے اس میں بیان ہے کہ وہ ذکر۔ من ربھم۔ سے متعلق ہے یعنے وہ ذکر جو رب کی جانب سے ہے اب فرمایئے۔ حدیث کب سے۔ رب۔ کی جانب سے تسلیم کی گئی ہے؟

یہ یاد رہے کہ قرآن کے مخلوق ہونے کا دعویٰ جعد بن درھم (736ء) اور پھر جہم بن صفوان (745ء) نے اس بنا پر کیا کہ اہلحدیثوں نے معتزلہ کے واجب القتل ہونے کا فتوے دے کر اشتعال دلایا تھا اور پھر انہوں نے بھی سلفیوں کو سنگین انتقام کا نشانہ بنا کر ظالمانہ تشدد کا جواز ڈھونڈا اور معتصم کے زمانے میں قاضی ابن ابی داوٗد کے فرمانے پر ابن حنبل کو تیرِ جفا کا شکار بنادیا گیا حالانکہ درمیانی اور قابلِ مفاہمت صورت نکالی جاسکتی تھی آخر سلفی اور حنبلی مسلمان تھے۔ توحید کا انہیں بخوبی ادراک تھا خاص کر اہلِ قبلہ تھے قرآن کو مخلوق کہنے سے مشرک تو نہ ہوسکتے تھے خاص کر قرآن کو اگر غیر مخلوق نہیں کہا گیا تو مخلوق بھی نہیں کہا گیا۔ معتزلہ نے کس بنا پر اہلِ قبلہ کا قتلِ عام روا رکھا وہ قرآن کو حادث کہہ کر قرآن کا منشا پورا کرسکتے تھے۔ اب ماننا نہ ماننا حنبلیوں کی ذمہ داری تھی منوانے کے معتزلی جوابدہ نہیں تھے۔ ادھر ان ہی ایام میں حدیث سازی کا آغاز ہوچکا تھا خلیفہ متوکل اپنے اجداد کے برعکس سلفیت کا خواہاں بن کر تمام عقلیت پسندوں کے استیصال پر کمربستہ ہوچکا تھا فتوے اور احادیث کی پشت پناہی نے سلفیوں سے فہم وادراک کا عنصر چھین رکھا تھا۔ انہوں نے ضد میں آکر

بعض یا اکثر قرآنی آیات کے ظاہر مفہوم کو روایت کے تناظر میں مسترد کر دیا۔ رویتِ باری قرآن کی رو سے قطعاً ثابت نہیں کہ ''بے مثل'' کی رویت ناممکن ہے مگر روایات نے خدائے لایزال کو صورت بھی دیدی اور انکی رویت بھی ممکن بنادی۔ جادو کے بارے میں قرآن میں قطعی وضاحت ہے کہ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ جادوگر کہیں سے بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہو سکتا (۔۔۔) یعنے کسی بھی فرد بشر پر اسکی تاثیر غیر معقول ہے اور کافروں کی اس بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا یہ کافر اور ظالم لوگ کہتے ہیں مسلمانو تم تو ایک جادو کے مارے شخص کے پیچھے چل پڑے ہو۔ (اسراء، 47) اس طرح قرآن مسلمانوں کی صفائی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ کی سحر زدگی مسلمانوں کا نہیں کافروں کا عقیدہ ہے۔ اب اتنی صراحت کے باوصف روایت کہتی ہیں کہ رسول پر جادو کے اثر انداز ہونے کا انکار کفر ہے اب کتنی ستم ظریفی ہے کہ روایت پوری تحدّی سے کہتی ہیں کہ جادو نہ صرف پیغمبر پر اثر انداز ہوا آپ 6 ماہ تک جادو کی اتنی گرفت میں رہے کہ ازواج کے پاس جاتے اور بھول جاتے کہ نہائے ہیں یا نہیں۔

دوستو ہم نے صرف اس خیال سے کہ معتزلہ سے جب کوئی استفسار ہوتا ہے تو وہ صرف قرآن کے حوالہ سے بات کرتے ہیں نہ فقہ کا حوالہ دیتے ہیں نہ روایات کا نہ تصوف کی باطنیت کا نہ صوفیا کے ملفوظات کا۔

❁

81 ابراھیم نظام (845م)

قرآنی دانشوروں میں سب سے اونچا مقام اور سب سے زیادہ اُجلے کام ابراہیم نظام (845م) کے ہیں آپ قرآنی دانشوروں میں بڑے ہی تیز وطرار اور حاضر جواب اور دفاعِ قرآن کی ایسی صلاحیتوں کے حامل تھے جو ہم عصروں یا بعد کے ادوار میں اپنا مثیل اور مانند نہیں رکھتے تھے آپ قرآن پر کسی بھی اعتراض پر لمحہ ضائع کیے بغیر دلائل کے انبار لگا دیتے اور عصری شعور کے مطابق نہایت فاضلانہ طنطنہ کے ساتھ مخالف پر چھا جاتے اور اُسے خاموش کر دیتے تھے۔ آپ کی نثر نظم ہی کا نمونہ پیش کرتی تھی۔ ایک بار ہواؤں کے جھکڑ چل پڑے اور بجلی کے خوفناک آوازے بلند ہو گئے آپ نے دستِ دُعا بلند کیا اور کہا،

> ''اے اللہ اگر یہ عذاب کی شکل ہے تو ہم سے اسے ٹال دے اور اگر
> ہماری بہتری کے لئے ہے تو اس میں اضافہ کر دے اللہ حالتِ ابتلا میں ہمیں
> برداشت کی توفیق عطا فرما۔ اور حالتِ خوشحالی میں ہمیں شکر کی توانائی نصیب ہو۔

ابراہیم نظام

اے اللہ۔ آپ کی طرف سے عطائے بے پایاں ہو تو اپنا احسان جاری فرما۔ اگر عتاب اور تکلیف کا رنگ غالب ہے تو اپنے احسان کو ستر اور پردہ پوشی میں بدل دے''۔

آپ بڑے سخی اور مال کے انفاق کے عادی تھے۔ اپنی ضرورت جتنا روک کر باقی فے الفور مستحقین کے در تک پہنچا دیتے ایک بار نظام اپنے زمانۂ کم سنی میں ابوالہذیل علاف کی معیت میں مشہور انٹی قرآن کے رکن صالح بن عبدالقدوس (799م) کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لیے گئے۔ ابوالہذیل نے صالح کو بہت غمگین پایا اور کہا کہ۔ آپ کی غمگینی سے موت کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ ہم آپ کے غم میں شریک ہیں۔ صالح نے کہا میری وجہِ پریشانی اس لئے بھی ہے کہ میرا بیٹا میری کتاب پڑھنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔ ابوالہذیل نے کہا کہ کتاب کا نام اور موضوع کیا ہے؟ صالح نے جواب دیا کتاب کا نام ''کتاب الشکوک'' اور موضوع یہ کہ جو اسے پڑھے شک میں پڑ جائے حتےٰ کہ جو ہو رہا ہے وہ شک کرے کہ نہیں ہو رہا۔ اور جو نہیں ہو رہا وہ شک میں پڑ جائے کہ ہو رہا ہے۔ اس پر ابوالہذیل سے پہلے ننھا۔ نظام بولا۔ تو تمہیں چاہئے کہ تم اپنے بیٹے کی موت میں شک کرو اور سمجھو کہ وہ نہیں مرا اور اگر زندہ ہے تو شک میں پڑ جاؤ کہ مر گیا ہے۔ اور تم یوں سمجھو کہ تمہارے بیٹے نے یہ کتاب اگرچہ نہیں پڑھی مگر شک کرو کہ پڑھی ہے۔ نظام کے ان منطقی تعاقبات سے صالح نہ صرف حیرت زدہ ہوئے ورطۂ ندامت میں ڈوب بھی گئے۔

اس واقعہ سے نظام کی فطانت و ذہانت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے معنے یہ نہیں کہ ''شک'' کی حقیقت سے وہ آگاہ نہیں تھے۔ وہ اہلِ زبان تھے شک کے مفاہیم کا انہیں بخوبی ادراک تھا کہ۔ شک دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو دو متضاد چیزیں کسی شخص کی نگاہ میں ایک جیسی اور یکساں ہو جائیں۔ راغب نے اسی کا ذکر کیا ہے اور دوسرا یہ کہ جس طرح علم سے یقین کی ابتدا ہوئی ہے اسی طرح شک سے ''ریب'' کی۔ یہی وجہ ہے کہ عربی میں ''شک مریب'' تو کہتے ہیں مگر ''مشکک'' نہیں کہتے۔ یہ تشریح محیط نے نقل کی ہے کیونکہ جس شک کے شکم سے یقین کی کونپلیں پھوٹ نکلیں وہ قابلِ مذمت نہیں ہوتا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نظام اور جاحظ یقین کا دروازہ شک سے کھولتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو عنوان۔ یقین سے پہلے شک) وہ شک کی نفی نہیں کرتے بلکہ صالح عبدالقدوس کے جس شک کو نشانۂ تضحیک بناتے ہیں وہ ''ریب'' کی نوعیت کا شک تھا۔

ہمارے نظام کی روشنی طبع ۔۔۔ تھی کہ آپ نے تمام علوم عقلیہ، شعر، ادب، لسانیات، گرامر، فقہ و حدیث کے علاوہ معانی، بدیع، بلاغت، فلسفہ و منطق میں بھی کافی دسترس حاصل کر رکھی اور راوروقت کے تمام

مدارسِ فکر کا درک رکھا یہی وجہ ہے کہ قرآں پاک پر جس زاویہ سے بھی حرف گیری ہوئی گرامر کے زاویہ سے ادب کے زاویہ سے محاورات اور مفاہیم کے زاویہ سے آپ اسی زاویہ سے پیش آئے اور حریفوں کو چاروں شانے چت گرا کر اپنی ذہانت کی دھاک بٹھا دی۔ علاوہ مادیئین۔ اور۔ دہریین کے دوسرے مسالک سے آگاہ تھے۔ خرد نواز تھے۔ خرد افروز تھے خاص کر دانشوروں کی آج کی زبان میں بھی ''ترقی پسند'' دانشور تھے جس کی وجہ سے مذہبی حلقے ذہن بگاڑ کر ان کا نام لیتے تھے۔ جاحظ آپ کے بڑے معتقد اور طبیعت آشنا اور مداح تھے کتاب الحیوان میں لکھتے ہیں کان ابراھیم مامون اللسان قلیل الزلل والزیغ فی باب الصدق

بلاشبہ نظام لسانی لغزشوں سے محفوظ تھے کلام کی کجی اور کمزوری آپ کی تحریر میں ندارد ہے صدق بیانی میں لاثانی تھے۔

نظام کی عقلیت پسندی اپنے معاصرین اور اقران سے بہت تیز تھی وہ یقینیات کی اساس شک اور تجربہ پر رکھتے تھے جبکہ آج کا یورپ اسی اساس پر ارتقاء کی منزلیں طے کر چکا ہے اور کر رہا ہے شک جسے نظام بحث کی مبادیات میں شامل کرتا اور کہتا تھا کہ شک جحود سے زیادہ پذیرائی چاہتا ہے۔ کوئی بھی یقین اس وقت تک یقین نہیں بنا جب تک اس میں شک کا سراغ نہیں ملا۔ کوئی بھی شخص اپنے کسی نظریئے سے دوسرے نظریئے کی طرف ذہن کو منتقل نہ کر سکا تاوقتیکہ ان دونوں نظریوں میں شک گھس نہیں آیا یقین کا راستہ کھل نہیں سکتا۔ یہ تو تھی نظام کے پاس ''شک'' کی حیثیت۔ اب آیئے اسکے تجربہ کی بات کریں تو اس کی بابت نظام اور جدید سائنسدانوں کا ایک ہی تجزیہ ہے کہ۔ تجربہ کسی امرِ طبیعی یا امر کیمیاوی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے آج کل آلات اور لیبارٹریوں کی مدد سے تجربے کئے جاتے ہیں پہلے دماغی لیبارٹریوں میں ان کو دہرایا جاتا یا طبی نسخوں کا بار بار تجربہ کر کے کسی حتمی نتیجہ تک پہنچا جا سکتا تھا تو گویا ''نظام'' کے وقت میں آلات کی مدد یا لیبارٹریوں کا سہارا لینا ممکن ہو جاتا تو نظام دنیا کا سب سے پہلے سائنسدان اور کیمیادان ہوتا۔

نظام کے زمانے میں یونانی فلسفہ کا ایک مسئلہ زوردار طریقہ سے نمودار ہوا اور علمی حلقوں میں گردش کرنے لگا کہ۔ جز۔ تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نظام کی رائے یہ تھی کہ۔ لا جزء الا ولہٗ جزء . ولا بعض الا ولہ بعض ولا نصف الا ولہ نصف وان الجزء حائز تجزئتہٗ ابداء اغایة لہ فی باب التجزء

کوئی ایسا جز نہیں ہے جو مزید اجزاء میں تقسیم نہ ہو سکتا ہو۔ کوئی بعض نہیں

جس کا مزید بعض نہ ہوسکتا ہو کوئی ایسا نصف نہیں جس کے مزید حصے نہ ہو سکتے ہوں
اس طرح جز۔ ہر دور اور ہمیشہ قابلِ تجزیہ ہے اور تجزیات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

(کتاب الجزو تصنیف نظام بحوالہ کتاب المبیان والتبین جاحظ جلد 7)

اس طرح جزو کی تقسیم در تقسیم لا انتہا۔ بن کر آج کی اصطلاح میں ''ایٹم'' توڑنے کی اصطلاح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

❁

82 حبیب الطائی (846م)

حبیب بن اوس بن الحارث الطائی (846م) جس کی بابت (ط،م) میں لکھا ہے کہ ومن العدلیة من الشعراء شاعروں میں سے جو ''عدلیہ'' (اعتزال) سے وابستہ تھے۔ ابو تمام حبیب بن اوس الطائی اخذ عن ابی الهذیل ورثاه بقصیدة فریده

ان میں ابوتمام اوس بن الحارث بھی تھے جس نے ابوالھذیل (850م)
سے اعتزال کی تعلیم پائی اور ابوالہذیل کے مرنے پر اپنی نوعیت کا منفرد اور لاجواب
قصیدہ لکھا۔ (صفحہ 136)

پھر اسی ہی صفحہ پر ''کمیت'' شاعر کے معتزلی ہونے کی خبر بھی دی۔ یہ ابوتمام۔ طائی قبیلے کے بڑے قد آور شاعر تھے، ادیب تھے امام البیان تھے۔ حوران (شام) کے گاؤں ''جاسم'' (Jasim) میں پیدا ہوئے۔ مصر چلے گئے۔ بغداد کے معتصم نے اسے اپنے پاس بلوالیا۔ انعام واکرام سے نوازا، شعراء عراق پر اسے فوقیت دی، لمبے قد اور سفید وسنہرے رنگ کے تھے۔ فصیح تھے۔ باتوں میں لوچ تھی، رس گھولتے تھے۔ پُر وقار تھے طنطنہ والے تھے۔ جاہلیت اور اسلام کے شعرا کے کلام میں سے 14000 رجزیہ اشعار یاد تھے قصیدے اور قطعات علاوہ۔ اہلِ زبان ہونے کے ناطے سے لسانیات وادبیاتِ عرب پر بیشمار کتابیں لکھیں ''دیوان الحماسه'' ان کی مشہور کتاب ہے جو ہندو پاک کے درسِ نظامی میں شامل ہے۔

(وفیات الاعیان 121/1-خزانة الادب عبداللطیف البغدادی 464,172/1)

❁

83 ابو یحییٰ الزهری (846م)

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی اولاد میں سے ہارون بن عبداللہ بن محمد ابو یحییٰ الزہری (846م) ایک

زبردست عالم ہوگذرے ہیں۔ مالکی مسلک سے وابستہ تھے۔ اہلِ مکہ میں سے تھے خلیفہ مامون نے 217ھ میں اِسے مصر کا جسٹس بنا کر بھیجا اور اسے حکم دے رکھا تھا کہ۔ جو شخص قرآن کو ''مخلوق'' تسلیم نہ کرے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بااین ہمہ وہ ایسے انتہا پسندانہ حکم کی تعمیل میں تساہل سے کام لیتا اور چشم پوشی کر جاتا تھا۔

(لسان المیزان 179/6. مرأة الجنان 107/2) ❁

84 الجمحی (846م)

محمد بن سلام الجمحی بن عبدالله الجمحی (846م) بڑے امامِ ادب تھے۔ طبقات الشعراء الجاهليين والاسلاميين جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف تھے۔ ان کی تمام کتابیں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں قدری (معتزلی) تھے لہٰذا اہلحدیث ان سے روایت تو نہ لیتے مگر ان کو ادبیات اور مشکل الحدیث کی تشریح میں سند مانتے تھے۔

(ارشاد الاریب 13/7۔ ابن الندیم صفحہ 113۔ میزان الاعتدال 182/3۔ تاریخ بغداد 327/5)

❁

85 محمد بن سمّاعه (847م)

امام محمد بن الحسن الشیبانی کے ایک شاگرد جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے نظریہ عدل کے بڑے پرچارک اور مبلغ تھے اہلِ علم کے حلقوں میں ابوعبداللہ محمد بن سماعہ (847م) کے نام سے متعارف تھے دربار معتصم اور ابنِ سماعہ کے مابین نظریہ توحید اور عدل۔ مشترکہ عقیدے کی حیثیت رکھتا تھا ایک بار ابنِ سماعہ نے معتصم کے کام کو سراہتے ہوئے کہا کہ۔ امیر المؤمنین آپ نے ابنِ حنبل کے خلاف جو مؤقف اختیار کیا تھا۔ اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اسے راضی بھی کر لیا۔ اللہ نے آپ کو اس کا صلہ دیدیا یعنے ابنِ سماعہ نے ابنِ حنبل کے ساتھ اذیت اور توہین آمیز رویہ پر معتصم کو آفرین کہی حالانکہ یہ ایک فعل شنیع اور ظالمانہ عمل تھا جبکہ اللہ سبحانہ ظلم کے نہ خود فاعل ہوتے ہیں اور نہ ہی مشقِ ستم کرنے پر راضی ہوتے ہیں۔ معتصم نے جو کچھ کیا اس پر اسکی سرزنش ہونی چاہیئے تھی کیونکہ یہ سب کچھ اگر قرآن کے مشن اور علم کو اونچا کرنے کے لئے تھا تو اسے سوچنا چاہیئے تھا کہ قرآن انسانوں سے محبت سکھاتا اور اپنی ہر وہ بات جو کسی کے فہم کی رسائی سے باہر ہے منوانے پر مجبور نہیں کرتا (زمر، 18) کیونکہ اولی الالباب تو وہی ہیں جو بات کو دل کی گہرائی سے قبول کریں لیکن افسوس کہ یہاں ابنِ سماء اور معتصم کی دل کی گہرائیوں میں قرآن نہیں اُتر سکا۔ ابنِ حنبل اگر قرآن کو غیر مخلوق یا قدیم کہہ کر قدماء کے تعدد میں اضافہ

کے قائل تھے تو بھی عقیدے کی تطہیر یا۔ پاکیزگی کے یہ معنے نہیں کہ اس سے لوگوں کی گردنیں ناپنے یا ننگے جسم پر کوڑے برسانے کا پروانہ مل گیا ہو۔

یہ ابنِ سماعہ ہارون رشید کے زمانے میں چیف جسٹس آف بغداد تھے۔ روزانہ 200 رکعتیں بطور عبادت ادا کرتے تھے۔ سوسال کی عمر پائی تھی آخر میں بصارت کم زور ہو چلی تھی احادیث کو بہت کم ہی مانتے تھے اہل الرائے جسے اہلِ حدیث منکرِ حدیث کہتے تھے ان سے تعلق تھا۔ امام اعظم کے فقہی مسلک کے حامی تھے اور ان کی تائید میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ادب القاضی۔ اور ''النوادر''۔ ان کی مشہور تالیفات ہیں۔

(الجواهر المضيئة 58/2 . تاريخ بغداد جلد 341/5)

❁

86 ابن الزيات (847م)

محمد بن عبدالملک بن ابان بن حمزہ ابوجعفر الزیات (847م) معتصم اور واثق کے وزیر تھے، شاعر تھے بلیغ تھے معتصم نے مملکت کے اہم امور اس کے سپرد کردیئے تھے آخر میں عباسی وارث کے تعین میں فریق بن گئے جس پر دوسرے فریق نے اسے قتل کرادیا۔

(وفيات الاعيان 54/2۔طبری 27/11۔تاريخ بغداد 342/2)

اسی ابن الزیات نے جاحظ کے افلاس کو دیکھ کر بصرے میں چارسو جریب کا زرعی رقبہ دیدیا۔ اب جس وقت ابن الزیات قتل ہوئے تو اس کے ساتھیوں میں سے جاحظ کو گرفتار کر کے گردن میں زنجیر ڈال کر گھسیٹا گیا۔

(طبقات صفحہ 69)

❁

87 ابن عائذ دمشقی (847م)

محمد بن عائذ۔ بن احمد القرشی الدمشقی (847) حافظ الحدیث تھے ثقہ تھے، معتزلی تھے۔ خلیفہ مامون کے بااعتماد ساتھی تھے مامون نے اُسے ''غوطہ'' (دمشق) کا خراج وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔

(الوافي بالوفيات 181/3۔الاغاني 60/2)

❁

88 جعفر بن مبشر (848م)

جعفر بن مبشر بن احمد الثقفی (848م) علم اور تقویٰ کا نمونہ تھے خیاط نے اس سے یضل من یشاء و

يهدی من يشاء (النحل، 93۔فاطر،8)اور۔ختم الله. اور طبعٗ کی بابت سوال کیا تو فرمایا۔ان باتوں کا فرداًفرداً جواب چاہئے یا یکبارگی؟۔میں نے کہا یکبارگی!۔تو فرمایا۔اعلم انه لايجوز علىٰ احكم الحاكمين ان يأمر بمكرمة ثم يحول دونها ولا ان ينهىٰ عن فاذورة ثم يدخل فيها وتأمل الايات بعد هذا كيف شئت؟

آگاہ رہو کہ ناممکن ہے کہ اللہ سبحانہ کسی احسان یا اچھائی کا حکم دیں پھر تعمیل میں خود ہی رکاوٹ بن جائیں؟ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ گند وغلاظت کے ڈھیر سے دور رہنے کا حکم دیں پھر خود ہی اس میں کود پڑیں اسی اصول کو ملحوظ رکھ کر مسئولہ آیات کی تم جو تاویل کرنا چاہو کرلو۔

(طبقات صفحہ 76۔تاریخ بغداد جلد 162/7)

ابن یزداد کہتے ہیں کہ۔جس طرح انصاف اور حسنِ سیرت میں دوعمروں۔عمر بن خطاب۔اور عمر بن عبدالعزیز کی مثال دی جاتی ہے۔اس طرح علم وعمل کی انتہاؤں کی مثال دوجعفروں۔جعفر بن حرب اور جعفر بن مبشر کی دی جاتی ہے۔ (طبقات صفحہ 76,75)

احمد بن یحییٰ اپنے ذرائع سے لکھتا ہے کہ ایک دفعہ جعفر بن مبشر نے کسی تاجر کا خطبۂ نکاح پڑھا۔تاجر نے خوش ہوکر سو(100) دینار۔نذرانہ پیش کردیئے آپ نے سوچا کہ یہ تو خطبۂ نکاح میں جو دُعا کی جاتی ہے اس کا معاوضہ لینے کے مترادف ہے نیز خطبہ نکاح میں جو وعظ کیا تھا اس کا بھی معاوضہ ہے چنانچہ تمام تر رقم واپس کردی۔

کہتے ہیں کہ بعض سلاطین نے آپ کو دس ہزار درہم کی خطیر رقم نذر کی وہ ٹھکرادی اور اسکے مقابل اپنے دوستوں کے ذریعے دو درہم کی معاونت قبول فرمالی۔لوگوں نے کہا حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا میں دو درہم کا مستحق تھا جس کا اللہ نے انتظام فرمادیا۔اب مجھے کیا پڑی ہے کہ کوئی مشتبہ امداد لے کر اپنا ضمیر خراب کرلوں۔

احمد بن یحییٰ لکھتا ہے کہ۔ایک دفعہ خلیفۂ واثق باللہ (۔۔۔) نے احمد بن ابی داؤد سے کہا کہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ۔محکمہ قضا (عدلیہ) پر صرف ایسے اشخاص کا تعین کرو جو صرف قرآن کی حاکمیت پر ایمان رکھتے ہوں؟ قاضی ابن داؤد نے جواب دیا۔امیر المؤمنین کل ہی کی بات ہے کہ آپ نے جعفر بن مبشر کو دس ہزار درہم کی رقم ارسال کردی اس نے واپس بھجوادی تب میں بذاتِ خود وہی رقم لے کر اسکے پاس حاضر ہوا تو۔ختی سے ڈانٹا اور بے اجازت پیشکش کو واجب القتل جرم کے برابر کیا۔اب آپ ہی فرمادیں کہ میں ''عدلیہ''

کے لئے ایسے لوگوں کو کیسے رام کرلوں؟ ❋ (طبقات احمد بن یحییٰ صفحہ 77)

89 خلیفہ منصور عباسی (850م)

خلیفہ منصور عباسی (850م) مشاہیر معتزلہ میں سے تھے 136 ہجری میں انکی بیعت ہوئی 22 سال تک حکومت کی ابوبکر ھذلی (۔۔۔) کے ذریعہ اعتزال سے متعارف اور متمسک ہوئے سیرت اور بلند اخلاق میں نام کمایا۔ ❋(ابن اثیر طبع مصر جلد 93,88,83/6۔ وجلد 19/7)

90 جعفر بن حرب (850م)

جن لوگوں کا علم۔ صداقت، پاکیزگی، عبادت اور کفایت شعاری بام شہرت پر پہنچے ہوئے تھے ان میں عظیم دانشور جعفر بن حرب (850م) عرف ابوالفضل کا اسم گرامی نمایاں ملے گا۔ وہ علم کلام کے خفی اور جلی سے بخوبی واقف تھے۔ پرائے مال سے نفرت اس حد تک کہ آخر عمر میں گھر کا اثاثہ۔ مال وملکیت حتےٰ کہ جسم کے کپڑے تک لوگوں میں بانٹ دیئے۔ جسم کا نچلا حصہ پانی میں رکھا تاکہ کوئی عریانی نہ دیکھ سکے۔ ایسے میں ایک واقف کار کا ان پر گذر ہوا اس نے لمبا جبہ پہنا دیا اور پانی سے باہر لے آیا۔ پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ کہا میرا والد سرکاری اعلےٰ منصب پر فائز تھا اور نہ معلوم کہ ان کا مال کس حد تک حلال تھا۔ آخر عمر میں باریک مسائل پر لکھنا چھوڑ کر صرف واضح باتوں پر لکھنا شروع کیا تھا۔ اور پھر لکھ لکھ کر اہلِ علم کے پاس فروخت کر کے ضرورت جتنا کاغذ وقلم۔ ہانڈی اور آٹے کا بندوبست کرلیا کرتا تھا یعنے۔ کتاب الایضاح. نصیحة العامة. المسترشد. التعلم اور اصولِ خمسہ۔ لکھ کر ایک عورت کو دیتا وہ جا کر فروخت کرتی اور پھر ہانڈی پکتی۔ ❋ (تاریخ بغداد 162/7)

91 ابو الھذیل علاف (850م)

امام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول العبدی ابوالھذیل علاف (850م) ائمہ معتزلہ میں اونچا مقام رکھتے تھے بصرے کے مولود تھے علم الکلام میں مہارت اور شہرت پائی خلیفہ مامون کہتے تھے۔ اطل ابو الھذیل علے علم الکلام کا طلال الغمام علے الانام. ابوالھذیل علم کلام پر بارش کا پہلا قطرہ تھا جیسے بادل عام آبادیوں پر برستے ہیں (زرکلی 355/7) یعنے ابوالھذیل برستے بادل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اعتزال سے متعلق ان کے بیشمار مقالات اور مناظرات ہیں۔ زبردست قوت استدلال کے مالک تھے۔ حاضر جواب تھے ہر

خلیفہ منصور عباسی

استدلال کے لئے شعروادب کے وافر حوالے رکھتے اور نہایت اچھے اُسلوب سے کلام کرتے تھے۔

(وفیات الاعیان 408/1. لسان المیزان 413/5. مروج الذھب 298/2. تاریخ بغداد 366/3)

علاف (گھاس بیچنا) آپ کا پیشہ نہیں تھا جس محلے میں پیدا ہوئے کسی زمانے میں اس کا نام۔ حارۃ العلافین۔ تھا یحییٰ بن بشر کا بیان ہے کہ آپ نے ساٹھ کتابوں میں نہایت نازک اور حساس مسائل پر بحث کر کے مخالفین کو خاموشی کی نیند سُلا دیا تھا۔ عثمان طویل آپ کے اُستاد تھے اور ابراہیم نظام (845ء) آپ کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ ان کی ذہانت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ایک بار نظام نے ایک نہایت ہی حساس مسئلہ میں یہ خیال کیا کہ ابوالھذیل نے ابھی اس مسئلہ کو موضوع بحث نہ بنایا ہوگا ان سے بحث چھیڑ دی مگر وہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ابوالھذیل نے جواب کے آغاز ہی میں اشارہ دیدیا کہ وہ اس پر نہایت قابلیت اور حذاقت سے بحث کر سکتا ہے۔ قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ آپ کے اکثر مناظرے بُت پرستوں، آتش پرستوں اور منکرینِ خدا سے ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں ایسے ہی فرقوں کی فہمائش کے لئے صرف کر رکھی تھیں اس کے نتیجہ میں تین ہزار سے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے۔ مبرد۔ اور۔ جاحظ کہتے تھے کہ اپنی ہر بات میں شعروادب سے استدلال ضروری سمجھتے تھے۔ ایک شخص ان سے ملا اور کہا کہ مجھے آیاتِ الٰہی میں کچھ تناقضات، اور کچھ اشکالات کا سامنا ہے۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔ پریشانی کا عالم ہے۔ یہاں میں آیا کہ اپنے اشکالات کی تشفی کراؤں لیکن یہ معلوم کر کے مایوسی ہوئی کہ میری تشفی کوئی نہیں کرا سکتا چنانچہ بے نیلِ مرام واپس جا رہا تھا کہ کسی نے یہ کہہ کر آپ کی نشاندہی کر دی کہ یہیں سے آپ اپنا مطلب پا سکتے ہیں۔ لہٰذا اب خدارا میری مدد فرماویں۔ ابوالھذیل نے کہا کہ اشکالات کیا ہیں؟ سائل نے کہا۔ قرآن میں لسانی خامیاں اور تناقضات ہیں۔ اس پر سوال ہوا کہ یکبارگی جواب چاہئے یا جُدا جُدا؟ سائل نے کہا یکبارگی چنانچہ ابوالھذیل گویا ہوئے کہ۔ تم جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ متوسط خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کی زبان کی پختگی مسلمہ تھی اور کسی نے بھی نہ ان کے لہجہ پر اعتراض کیا اور نہ بول چال پر۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ ابوالھذیل نے کہا تو ان جھگڑالوؤں نے آپ کی تکذیب میں تمام جتن کئے ہونگے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہوگا کیا یہ سچ ہے یا اس سے انکار ہے؟ اس نے کہا بالکل سچ ہے۔ اس پر ابوالھذیل نے کہا کہ اتنی ساری وجوہات کے باوصف لوگوں نے آپؐ کی زبان اور ''کریکٹر'' کو نشانہ نہیں بنایا۔ کیا یہ سچ ہے؟ سائل نے کہا بالکل صحیح ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اپنی زبان پر نازاں اور اپنے اصنافِ سخن، فصاحت اور بلاغت کے زور پر پچھاڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے تم ان کی بات چھوڑ کر ایک متوسط فیملی کے فرد کی سُننے اور ماننے پر تیار ہو جاتے ہو؟ سوچو اور صداقت کو

رکھتے تھے تم ان کی بات چھوڑ کر ایک متوسط فیملی کے فرد کی سننے اور ماننے پر تیار ہو جاتے ہو؟ سوچو اور صداقت کو انصاف کے پلڑے میں تولو۔ یعنے جب زبان کی ناپختگی اور کردار کی ''پختگی'' پر ان کو اعتراض نہیں ہے تو تمہارے دل میں شکوک وشبہات نے کیوں راہ پالی؟۔ یہ بات سائل کی عقل کو لگی اور وہ عقیدے کی رسمی تجدید کے بعد آئندہ اسلام اور قرآن کا بول بالا کرنے کا عہد کر کے چلے گئے۔ اور جاتے جاتے کہا کہ میرے لئے یہ جوابات کافی ہیں۔ (ط۔م صفحہ 1/45 تا 14)

ثمامہ۔ کا بیان ہے کہ میں نے خلیفہ مامون (۔۔) سے ابوالھذیل کے حق میں توصیفی کلمات کہے تو مامون نے کہا ابومعن۔ اس پر مجھے ابوالھذیل پر غصہ آیا کہ وہ صرف ثمامہ کہہ کر بلاتا ہے جبکہ خلیفہ تک کنیہ کے ساتھ ابومعن کہہ کر بلاتا ہے۔ لیکن جب مجلس گرم ہوگئی اور ابوالھذیل نے اپنے استدلالات میں سات سو بیت پیش کر دیئے۔ اس پر مرے ہوش کے طوطے اُڑ گئے اور میں نے باادب ہو کر عرض کیا کہ۔ حضور۔ دل کرے تو کنیہ سے بلائیں اور نہ کرے تو خالی نام لے کر۔

92 الآدمی

معتزلہ کے چھٹے طبقے میں اسماعیل بن ابراہیم ابوعثمان۔ عرف الآدمی کا نام ملتا ہے جو بلند پایہ عالم تھے۔ فاضل تھے زاہد تھے اور کلامی مسائل میں نہایت قابلیت، حذاقت اور مناظرے کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بحث کرتے تھے۔ (ط،م صفحہ 58)

93 ابو یعلیٰ زرقان

نظام کے ہم نشینوں اور شاگردوں میں ابویعلیٰ محمد بن شداد بن عیسےٰ المسمعی معتزلہ کے ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے جس نے اپنے نظریئے کی تائید میں بڑے مقالات لکھے۔ ابوالخیاط کہتے تھے مجھے اسماعیل بن ابراہیم ابوعثمان عرف الآدمی نے بتلایا کہ خلیفہ واثق نے یحییٰ بن کامل کو بُلوایا اور زرقان کو کہا کہ اس سے مناظرہ کرلو۔ زرقان نے ارادۂ خداوندی پر بات کی اور یحییٰ کو مات کر دیا تب واثق نے اسی موضوع پر خود بھی مناظرہ کیا اور ہار گیا۔ (ط،م صفحہ 78)

94 یوسف الشحام

ابوالھذیل علاف کے نامی گرامی تلامذہ میں ابویعقوب، یوسف بن عبداللہ بن اسحاق الشحام کا نام ہر

طالبِ قرآن کی زبان پر ملے گا بلکہ بصرے میں قرآنی دانشوروں کی نظامت ان ہی پر منتہی ہوتی ہے اس نے نہ صرف مخالفین کے جواب لکھے قرآنی مقالات بھی ترتیب دیئے آپ فنِ مناظرہ کے بے خطا امام تھے ابو علی جبائی آپ کے متوسلین میں سے تھے کہتے ہیں کہ۔ خلیفہ واثق نے حکم دے رکھا تھا کہ تمام انتظامی دفاتر میں معتزلہ کا آدمی ضرور ہونا چاہئے کہ یہ لوگ دیانتدار بھی ہیں، پاکیزہ کردار اور پرائے مال سے پرہیز کرنے والے بھی۔ خاص کر قرآن کے عالم اور دانشور ہونے کے علاوہ فریادیوں کو انصاف دلانے کے لئے ظالموں پر پھرتی سے ہاتھ ڈالنے والے بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے قاضی ابن ابی داؤد اور یوسف الشحام کو اپنے اپنے محکمے کا رئیس بنادیا۔ شحام نے تو پہلا کام یہ کیا کہ فضل بن مروان پر ہاتھ ڈالا اور اس کے ظلم کا بدلہ چکا دیا۔ ابو علی قاضی عبدالجبار کہتے تھے کہ شحام۔ ابولھذیل کے چھوٹے بچوں میں سے تھا بڑا ذہین اور طویل العمر تھا اسی سال کی عمر پائی تھی۔

❋

95 علی الاسواری

علی الاسواری۔ ایک بڑے صاحب علم اور مفرداتِ قرآن کے ماہر شناسا تھے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ یہ امام ابوالھذیل علاف (850م) کے شاگردوں میں سے تھے مگر حالات نے اسے دوسرے قرآنی دانشور ابراہیم نظام (845م) کے پاس بغداد پہنچا دیا۔ نظام نے کہا تم یہاں کیسے؟۔ اسواری نے کہا فقر و فاقہ نے ستایا اور یہاں چلا آیا۔ نظام نے ایک ہزار دینار دے کر کہا اب یہاں سے چلے جاؤ۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 72)

❋

96 ابو عفان

ابوعفان الوقی النظامی طبقات کے اعتبار سے ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے، نامور قدری تھے نظام (845م) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

(ط،م صفحہ 78 سطر 9)

❋

97 مالک الایادی (854م)

امام احمد بن ابی داؤد بن جریر بن مالک الایادی (854م) معتزلہ مسلک کے مشہور قاضی تھے۔ ابو العیناء۔ کا کہنا ہے کہ۔ میں نے ابی داؤد جیسا فصیح اور قادر الکلام دانشور نہیں دیکھا۔ تاریخ و انساب میں یدِ طولےٰ رکھتے تھے۔ عباسیوں میں زیادہ اکرام سے دیکھے جاتے تھے۔ سخی تھے۔ خیر کے گرویدہ تھے مامون کے

بعد معتصم نے اسے چیف جسٹس بنا دیا تھا۔ ذھبی۔ کے بقول خلقِ قرآن۔ کا مسئلہ انہوں نے کھڑا کیا تھا۔ (جبکہ یہ قرآن کا مسئلہ ہی نہیں تھا) (ابن خلکان 22/1۔ تاریخ بغداد 141/4)

❀

98 اسکافی (854م)

محمد بن عبداللہ ابوجعفر الاسکافی (854م) معتزلہ کے بڑے امام اور متکلم تھے کرابیسی سے ان کے مناظرے اور تبادلہ فکر کے واقعات مشہور رہیں وہ اصل میں سمرقند کے تھے بغدادی مشہور ہوئے خلیفہ معتصم ان کا بہت احترام کرتے تھے مقریزی (346/2) نے ایک عجیب افسانہ تراش ڈالا وہ کہتے تھے:

''اللہ سبحانہ عاقلوں پر ظلم کرنے پر قادر نہیں۔ بچوں اور بے وقوفوں کے ظلم پر قادر ہے۔''

حالانکہ معتزلہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وما اللہ بظلام للعبید۔

اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہی نہیں۔ ( ) معلوم ہوتا ہے مقریزی سے تسامح ہوا ہے انہوں نے بلاوجہ اللہ کی قدرت کو تقسیم کر کے معاملہ کی نزاکت کا احساس نہیں کیا۔ (مقریزی 346/2- لسان المیزان 221/5)

❀

99 یحییٰ بن اکثم (857م)

جسٹس یحییٰ ابن اکثم بن محمد بن قطن التمیمی الاسدی (857م) اپنے عہد کے بڑے قدآور فقیہ اور مقنن تھے خلیفہ مامون کے دل پر قابض تھے ہمدم و ہم نشین اور خلوت و جلوت کے یار باش تھے کہتے ہیں کہ شاہد باز بھی تھے۔ ویسے اگر سوچا جائے کہ جب وسائل تعیش فراوانی سے میسر اور قرب شاہی کا سہارا ہو۔ شباب ہوا منگ ہو اور پھر انسان حسب پسند گناہ سے پرہیز کرے تو یہ بڑی قربانی کی بات ہوگی لیکن اگر کوئی ذہنی دباؤ میں آ کر کچھ کر ہی بیٹھتا ہے تو بقول اسد ملتانی (1961م)۔

پئیں نہ رند یہ واعظ کے بس کی بات نہیں
تمام شہر ہے دو چار دس کی بات نہیں

بہر حال جیسے تھے جس حال میں تھے احمد بن یحییٰ نے انہیں معتزلہ میں شمار کیا ہے کہ خود خلیفہ مامون بھی معتزلہ کے دامن سے وابستہ تھے اور عین ممکن ہے سلفیوں نے غلط الزامات ہی لگائے ہوں۔

(وفیات الاعیان 217/2. اخبار القضاۃ 161/2-167. تاریخ بغداد 203/14,204)

ایک دفعہ مامون نے فیصلہ کیا کہ منبروں پر معاویہ پر لعنت بھیجنے کا حکمنامہ جاری کریں۔ لیکن یحییٰ ابن اکثم نے مشورہ دیا کہ امیر المؤمنین یہ حرکت ہرگز نہ کرنا کہ اس حرکت سے عوام مشتعل ہو نگے امیر المؤمنین کے خلاف نفرت پھیلے گی خاص طور پر خراسان اور وسط ایشیاء میں ان دنوں صحابہ کے بارے میں ذہن صاف تھے لہٰذا آپ عامۃ الناس کو یہ تصور نہ دیں کہ سیاسی فریق ہیں (ط،م صفحہ 65-64) چنانچہ مامون کو یہ بات سمجھ آ گئی اور وہ اپنے ارادے سے باز آ گئے۔

❁

100 شعیب بن سھل الرازی (860م)

امام شعیب بن سہل بن کثیر الرازی (860م) معتصم کے زمانے میں ''رصافہ'' کے جج تھے۔ رویتِ باری (ان آنکھوں سے اللہ کے دیدار) کے منکر تھے۔ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتے اور صفاتِ باری کی تاویل کرتے تھے۔ سلفیوں نے 222 ہجری میں ان کے گھر کو لوٹا اور باہر کے دروازے کو آگ لگادی۔

❁(تاریخ بغداد 243/9. تھذیب ابن عساکر 322/6)

101 اسحاق تنوخی (866م)

احمد بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول الانباری التنوخی (866م) ابوالحسین الازرق۔ علمی فیملی سے تعلق رکھتے تھے علمِ کلام ابوھاشم عبدالسلام جبائی سے فقہ ابوالحسن الکرخی۔ قرآن ابن مجاھد اور گرامر کی تعلیم ابن السراج سے حاصل کی۔ حسنِ اخلاق اور عجز وانکساری نے اس کے علم کو حسن بخشا تھا۔ علاوہ اعتزال کا حسن متنزاو (طبقات صفحہ 108) فقیہ بھی تھے، محدث بھی تھے انبار میں وقار اور وجاہت والی فیملی سے وابستہ تھے۔ بغداد، کوفہ، بصرہ اور حصولِ علم کے لئے حجاز وغیرہ کے سفر کئے متوکل عباسی نے اسے علمی باتیں سنانے کے لئے اپنے پاس رہنے کی زحمت دی اور احترام دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ 326/6. تاریخِ بغداد 366/6. الجواھر المضیئۃ 137/1)

❁

102 جاحظ (869م)

معتزلہ دنیا میں اس لحاظ سے خوش قسمت تحریک ہے جس میں کوئی ان پڑھ نہیں ہے سب کے سب نابغہ

جاحظ

عصر اور خلاصۂ انسانیت تھے ان میں 5 فی صد تو ویسے ہی سنجیدہ فکر اور اصابتِ رائے کے حامل تھے باقی 95 فی صد تو بلا مبالغہ درجۂ اجتہاد پر فائز اور دریائے معانی کے ماہر تیراک اور غوطہ خور تھے۔ قرآن کی گہرائی اور گیرائی میں اترنا ان کا محبوب شیوہ تھا اور ان ہی غواصانِ معانی میں ہمارے ابو عثمان عمرو بن الجاحظ (869م) ایک نمایاں شخصیت تھے آپ کی امتیازی شان یہ تھی کہ آپ اپنی فکری چادر بُنتے وقت تانے اور پیٹے میں تمام علوم کو اس طرح بُنتے کہ نہایت خوبصورت نقش اُبھر آتا۔ علمِ کلام۔ تاویل القرآن۔ استعارے۔ مجازات، ایام عرب کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے نوادر بھی شامل ہوتے موضوعات میں توحید، اثباتِ نبوت، معتزلہ کے فضائل اور حکمرانوں کو مشورے دینا سبھی جاحظ کے پسندیدہ موضوع تھے۔ مناظرہ میں بھی آپ کو خصوصی کمال حاصل تھا ایک دفعہ ابو یعقوب خریمی (KHURAIMY) سے کہا کہ گناہ اور معاصی کا خالق کون ہے؟ خریمی نے کہا اللہ! جاحظ نے پھر کہا کہ گناہوں پر سزا دینے والا کون ہے؟ خریمی نے کہا اللہ! ۔ جاحظ نے اپنے سوال کے اگلے مرحلے کو پھر دہرایا کہ وہ کیوں؟ خریمی نے درماندہ ہو کر کہا کہ واللہ مجھے پتہ نہیں۔

جاحظ کا قول ہے۔ جس سے تمہیں ڈر نہیں اس سے ڈرو جبکہ تم اس سے ڈرتے ہو جس سے ڈر نہیں۔

جاحظ کھلے دل کے تھے۔ گروہیت اور جانبداری اسے پسند نہیں تھی وہ علم و تحقیق کو ہر ایک کی میراث جانتے تھے وہ کہتے تھے جو بھی کوئی مسلک رکھتا ہو اسے روکا نہیں جا سکتا البتہ اس سے اُمید رکھنی چاہئے کہ حق کے لئے مخلص ہو۔ حصولِ معرفت کا محب ہو سچائی کا شیدا اور انصاف کا دلدادہ ہو۔ وہ نصیحت کے لہجہ میں بات کرتے ہیں کہ۔

جنبک اللہ الشبہة وعصمک من الحیرة وجعل بینک وبین المعرفة نسبا وبین الصدق سببا وحبب الیک التثبت وزین فی عینیک الانصاف واذاقک حلاوة التقوی والشعر قلبک عزالحق'

> اللہ نے تمہیں شکوک وشبہات سے نکال کر یقین کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ تمہیں حیرت کے چوراہے سے ہٹا کر صدق وصفا کی پگڈنڈی پر چلایا ہے، تمہارے اور حقائق کی معرفت میں صلہ پیدا کیا ہے۔ اور سچائی اور تمہارے مابین رشتہ قائم کیا ہے۔ اس نے حق پر قائم رہنے کے لئے تمہارے لئے ثابت قدمی کو پسند کیا اور انصاف پرکھنے کے لئے تمہاری آنکھوں کو حسین بنایا۔ تقوے' (خود حفاظتی) اور پاکیزگی کی مٹھاس شامل کر دی اور تمہیں حق کی عزت اور شان بڑھانے کا شعور عطا کیا۔

(الحیوان۔ بحوالۂ مقام العقل عندالعرب قدری طوقان طبع دارالمعارف مصر صفحہ 94)

یہاں جاحظ حقیقت پسندی کو انسان کی عقل اور گہرے شعور سے مربوط کرتا ہے وہ حقیقت کی تلاش کو صرف اور صرف عقل اور حواس کے واسطے سے معلوم کرنے کا مشورہ دیتا ہے جس میں مشاہدہ اور تجربہ کو درمیان میں لانا ضروری ہے اس طرح وہ کہنا چاہتے ہیں کہ تجربہ، مشاہدہ اور ریسرچ کے ذریعہ ہی انسان کا فطری جوہر کھلتا، نظریہ اور رائے توانائی حاصل کرتے ہیں کہ خود انسان کے اندر ایسی صلاحیتیں موجود ہیں جو تقدم، پیش قدمی اور ارتقاء کی طرف دھکیلتی ہیں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ہمارا سلسلۂ دریافت ایسا ہو کہ ہمارے بعد میں آنے والے اسے مثال بنا کر چلتے جائیں اسکے لئے وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی ثقافت اس وقت تک فروغ نہیں پاسکتی جب تک اس کی بنیاد اعتماد اور تخلیق پر نہ ہو۔ مصریوں نے بابلیوں۔ کلدانیوں۔ اور فینیقیوں پر اعتماد کر کے اپنے آرٹ اور ثقافت کو فروغ دینے کا راز معلوم کرلیا اسی طرح یونانیوں نے مصریوں اور بہت سی دیگر اقوام پر اعتماد کر کے راہ کی دشواریاں آسان بنالیں۔ اسی طرح ہم ایسی قرآنی ثقافت کو متعارف کرائیں کہ ہمارے بعد میں آنے والے بغیر کسی دشواری کے اسے اپنا سکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن فہمی کا اول و آخر ایک ہی معیار ہے کہ عقل کا سہارا لیا جائے کہ بالآخر یہ عقل ہی وحی کی مخاطب ہے بلکہ اس راہ میں وہ آنکھوں دیکھی پر بھی کم ہی اعتماد کرتے اور ''الحیوان'' میں لکھتے ہیں فلاتذهب الی ماتریک العین واذهب الی مایریک العقل وللامور حکمان حکم ظاهر للحواس وحکم باطن للعقل والعقل هوا لحجة

جو کچھ تمہیں آنکھ دکھاتی ہے اس پر مت جاؤ جس کی طرف عقل اشارہ کرتی ہے اسے ہی چلنے کے لئے مشعلِ راہ بناؤ تمام امور کے لئے دو ہی حکم ہیں حواس کے لئے ظاہری حکم اور عقل کے لئے اندرونی حکم اور عقل ہی سے حجت تمام ہوتی ہے۔ (الحیوان بحوالۂ مقام العقل عندالعرب صفحہ 98)

روایات اور منقولات کے بارے میں جاحظ ایک رائے رکھتے ہیں کہ یہ حجت نہیں۔ کیونکہ انکی اصلیت اور اسباب واضح نہیں ہوتے۔ ولو کان یروون الامور مع عللها وبرهانها تها خفت المؤنة ولكن اكثر الروايات مجردة وقد اقتصر واعلى ظاهر اللفظ دون حكاية العلة ودون الخبار عن البرهان

اگر یہ محدث حضرات اپنی روایات کے اسباب و علل اور برہان سے بھی

آ گاہ کرتے تو بوجھ ہلکا اور اُلجھنیں دور ہوتی چلی جاتیں لیکن یہاں اُفتاد یہ ہے کہ روایات کا بے ہنگم سلسلہ۔ عقل و اسباب سے قطعی طور پر عاری ہے اہلِ روایات ظاہری الفاظ پر اکتفا کرتے اور علتیں بیان نہیں کرتے نتیجہ ظاہر ہے کہ ان میں حجت کی توانائی نہیں رہتی۔

(الحیوان بحوالہ مقام العقل عندالعرب صفحہ 11/99 تا 13)

ہمارے لاثانی جاحظ خوش شکل نہیں تھے مگر معنوی حسن یعنے علومِ عصریہ اور قرآن فہمی کے حسن سے آراستہ و پیراستہ تھے ان کے معنوی افکار بے حد حسین اور مقابلۂ حسن میں اعلےٰ معیار پر فائز تھے یہ فرزندِ عراق تھے اور حکومت نے ان کے اپنے ہی شہر بصرہ میں ''بصرہ یونیورسٹی'' کے مین گیٹ کے اندر ایک نمایاں چبوترہ پر ان کا مجسمہ نصب کر کے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ جاحظ۔ تم کتنے حسین ہو؟

❀

103 خلیفہ مہتدی عباسی (870م)

معتزلہ میں سے قرآن کے حوالہ سے بات کرنے والے خلیفہ مہتدی عباسی (870م) ابوعبداللہ محمد بن واثق نے بھی اچھی شہرت پائی تھی 255 ھجری میں بیعت یافتہ ہوئے ابوعمر باہلی اس کے خاص الخاص دوستوں اور ندیموں میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ مہتدی عباسی نے اپنے دوستوں سے کہا کہ سامنے حوض ہے۔ ہر ایک بتلائے کہ اسکی خواہش کس سے بھرنے کی ہے۔؟ کسی نے کہا سونے سے۔ بعض نے کہا چاندی سے۔ ابو عمر باہلی نے کہا جو خدا کے لئے اعضا اور جسم مانتے اور لیس کمثلہ شیئی کا انکار کرتے یعنے اہلحدیثوں میں سے فرقہ۔ مشبہ کے خون سے۔

باہلی کے مشورے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیوروکریٹ کو اسلام آباد سے امپورٹ کیا گیا تھا۔ جو بہتری کی بجائے بدتری کا مشورہ دینے میں پیش پیش تھا۔ جبکہ مہتدی اس مزاج کا نہیں تھا وہ معتزلی تھا عدل و انصاف میں ظلم کا حلیف نہیں تھا۔ اس کی بابت لکھا ہے کہ کان حمید السیرۃ فیہ شجاعتہ یأخذ اخذ عمر بن عبدالعزیز فی الصلاح

بہادر تھے حسن سیرت والے تھے اصلاحات کے لئے عمر بن عبدالعزیز کا وطیرہ اپنائے ہوئے تھے۔

(ابن اثیر 77,64/7 ، طبری 162/11 ، 212 و تاریخ بغداد 347/3)

گیارہ ماہ چند دن حکومت کی پھر ترکی افواج نے بے وفائی کر کے پھر سے خلیفہ معتز کو بٹھا دیا۔

❁

104 ابو سعید الاسدی

ابو سعید احمد بن سعید الاسدی کے بارے میں ابوالحسن زفرویہ کتاب المشائخ میں لکھتے ہیں کہ۔ بلا کا حافظہ رکھتے تھے، لغت، حدیث اور فقہ کی اسناد حافظے سے بیان کرتے تھے، جبریوں اور اہلِ تشبیہ کے بارے میں شدید رائے رکھتے بلکہ شدت پسند تھے۔ مسلکِ اعتزال میں لچک رکھنے والے نہیں تھے حالانکہ یہ مسلک اعتدال پر مبنی ہے۔ با ایں ہمہ ''وعید'' کے بارے میں ''نرم رو'' تھے لیکن وہ جب ''ارجان'' شہر میں پہنچے تو وہاں یحییٰ بن بشر ارجانی سے بات ہوئی تب سے وہ وعید کے بارے میں پکے ہو گئے۔ ساتویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 79)

❁

105 ابو الحسن الشطوی

ابوالحسن احمد بن علی الشطوی آٹھویں طبقے سے تھے۔ زبردست عالم تھے با ایں ہمہ کھلا ذہن نہ رکھتے تھے۔ صرف اہلِ علم کی تعظیم کرتے اور عام لوگوں کی توقیر سے گریز کرتے تھے جس سے ان کی علمیت کا سورج گہنا گیا اور اعتزال کی شمع روشن نہ ہو سکی۔ (ط۔م صفحہ 93)

❁

106 عمر بن شبه (876م)

عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطہ النمیری ابو زید البصری (876م) شاعر تھے، مورخ تھے، قدری اور مانے ہوئے ادیب تھے۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 140۔تہذیب التہذیب 460/7۔الوفیات 378/1)

❁

107 ابو الحسن المنجم (888م)

بغداد کے اونچی قامت والے ابوالحسن علی بن یحییٰ بن علی عرف المنجم (888م) ایک زبردست متکلم تھے

ابوالحسن المنجم

خطیب تھے۔ فاضل تھے اس کے پاس متکلمین کی بڑی میٹنگیں ہوا کرتی تھیں بغداد کے قد آور معتزلہ میں سے تھے (ط۔م صفحہ 100) بلاشبہ امویوں نے لوح وقلم کی پرورش کی۔ اپنی لائبریریوں کو کتابی نوادرات سے معمور بھی کیا لیکن عباسیوں کے بااعتماد ابوالحسن علی المنجم نے شاہی اور عوامی لائبریریوں کا جال بچھا کر جس طرح ہر فن اور ہر علمی ذخیرے کو جمع کیا فاطمیین مصر کے علاوہ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ابن المنجم کا ایک معاصر اس سے کہتا ہے کہ تم میں بہت سی باتیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ تم ایک قابل ترین طبیب ہو۔ بہترین جانشین ہو۔ ماہر طباخ ہو۔ بے مثل موسیقار ہو۔ ذہین شاعر ہو۔ سخن سنج ہو سخن راں وسخن طراز ہو غرض کوئی ایسی کمی نہیں جس سے ملوک وسلاطین محظوظ نہ ہو سکتے ہوں۔

یوں بھی وہ متوکل عباسی کے ندیم خاص تھے بلکہ معتمد کے زمانے تک جتنے بھی خلفا گذرے ہیں سبھی کا ہمنشین تھا محلات وقصور کی خواتین میں آزادانہ آنا اور جانا تھا۔ اس طرح گھر اور مجالس ودربار کے تمام اہم راز اس کے سینے میں محفوظ ہوتے۔ بہت بااعتماد آدی تھے۔ علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔

❁(تاریخ بغداد 230/14. وفیات الاعیان 235/2)

108 ابن قتیبه (889م)

امام عبداللہ مسلم بن قتیبہ دینوری (882م) قرآن کے بڑے عالم۔ مجازات قرآن کے باخبر راہوار اور مشکلات القرآن کے شناسا راہ رو تھے۔ بلکہ ان کی مشکل القرآن کو دیکھتے ہوئے ہر شخص یہی کہے گا کہ قرآن کے سب سے بڑے دانشور صرف ابن قتیبہ ہی تھے۔ راقم نے اس کتاب سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

(وفیات الاعیان 251/1۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ 260/1)

❁

109 ابو حنیفه دینوری (895م)

معتزلہ کے آٹھویں طبقے میں احمد بن داؤد ابوحنیفہ دینوری (898م) کا ذکر آتا ہے جو اپنے ہمعصروں میں قد آور اور ڈھیر سارے علوم وفنون میں یکتا تھے ابوعلی ان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔ "ارجاء" کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ اور دینوری کے سامنے دو عظیم دانشور جو ایک ہی مسلک کے حامل تھے یعنے ابوعمرو بن العلا (774م) اور ابوعثمان عمرو بن عبید (761م) ان میں بحث چھڑ گئی یعنے ابوعمرو بن العلا نے۔ ابوعثمان سے کہا لا ملان جهنم من الجنة والناس اجمعين (ہود 119، السجدہ 13) کیا جہنم واقعی جنوں اور انسانوں سے

بھر دی جائے گی؟ جواب میں عمرو بن عبید نے کہا۔ ان اللہ وَعَدَ وعداً واوعد ایعادا فھو منجز وعدہ ووعیدہ

اللہ نے وعدہ بھی کیا ہے اور وعید بھی سنائی ہے اور وہی دونوں کو ایفا کرنے والا ہے۔ (ط۔م صفحہ 83)

یعنے بالکل بھر دی جائے گی! ابوعمرو ابن العلاء نے کہا اگر نہ بھری جائے تب بھی کہو گے کہ ہاں بھر گئی؟ یعنے اللہ نے اپنے وعدے کی وفا کا ضرور کہا ہے لیکن وعید کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس پر عمرو بن العلا نے کہا تم بالکل عجمیوں کی سی بات کرتے ہو یعنے عجمیوں کی سوچ پر چلتے ہو جبکہ عرب وعید میں خلاف ورزی کو معیوب نہیں سمجھتے شاعر کہتا ہے،

وانی وان اوعدتہ او وعدتہ

لمخلف ایعادی و منجز موعدی

میں وعدہ کرتا ہوں یا وعید سناتا ہوں۔ وعدہ تو پورا کرتا ہوں وعید کو نظر انداز کیے دیتا ہوں۔

اس پر عمرو بن عبید نے جواب میں کہا۔ شاعر بھی ایک بات کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی بول پڑتا ہے لہذا اس کی بات میں جھوٹ بھی ہوسکتا ہے مگر اللہ کے۔ کہے میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ میں نے اگر اللہ کا کلام (ہود 119، السجدہ 13) پیش کیا ہے تو تمہیں بھی اللہ کے حوالے ہی سے بات کرنی چاہئے۔ پھر ایک اور شاعر کا بیت بھی پیش کر دیا جو پہلے شاعر کے برعکس وعید پر بھی ایفاء کا اطلاق کر چکا ہے،

ان ابا ثابت لمجتمع الرائی شریف الآباء والبیت

لا یخلف الوعد والوعید ولا یُبیت من ثارہٗ علی فوت

اس پر ابن العلا بالکل ہی خاموش ہو گئے اور جناب دینوری بھی جو غالباً مرجیہ عقیدے کو پسند کرتے تھے خاموش ہو کر ہمنوا ہو گئے۔ (ط۔م صفحہ 84) ❁

110 امام مبرد نحوی (899م)

ادبیاتِ عرب کے بڑے شناور۔ معانی اور مفاہیم کے نباض امام ابوالعباس محمد بن یزید عبدالاکبر الشمالی مبرد (899م) جسے طبقات المعتزلہ میں دانشورانِ قرآن میں شمار کیا ہے (صفحہ 131) آپ کی کتاب

''الکامل'' نحواورادب میں اتھارٹی مانی گئی ہے۔

(تاریخ بغداد 380/3. طبقات النحویین طبع مصر صفحہ 108 و صفحہ 120)

❀

111 ابو مجالد بغدادی

ابو مجالد احمد بن الحسین بغدادی کا حافظہ ضرب المثل تھا۔ ابوالقاسم الصفار بلخی حنفی کہتے تھے۔ بغداد کے اہلحدیثوں نے جمع ہوکر ابومجاہد سے کہا کہ۔ ہمیں نادر اور دقیق قسم کی حدیثیں سناؤ۔ اس پر انہوں نے بن دیکھے صرف حافظے کے زور پر پانچ ہزار حدیثیں سُنادیں جبکہ اسے ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ باایں ہمہ لاکھوں حدیثیں بھی اسے ''عقلیت پسندی'' سے بیگانہ نہ کرسکیں اور کُھلے بندوں اپنے معتزلی اساتذہ جعفر بن حرب (850م) اور جعفر بن مبشر (848م) کی حمایت کرتے رہے۔ آپ کا آٹھویں طبقے سے تعلق تھا۔ ابوالحسین الخیاط (912م) آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

❀

112 ابو محمد بن حمدان

امام ابومحمد بن حمدان حبّ الٰہی میں انتہا درجہ مستغرق رہتے تھے آپ معتزلہ کے نویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے جب کوئی مشبہ یا مجبرہ (اہلحدیث) شانِ خداوندی میں ناشائستہ زبان استعمال کرتے یعنے کہ اللہ سبحانہ انسانوں ہی کی طرح کرسی پر بیٹھتے اور اُٹھتے ہیں یا اللہ کے پاؤں اور دیگر حساس صفات کا بغیر کسی تاویل وتوجیہ بیان کرتے ۔تویلحقه الرعشة اعظاما لله تعالی۔

تو عظمتِ خدا کے تصور سے ان پر کپکپی طاری ہوجاتی یعنے اہلحدیثوں کی

نوکیلی زبان کی وجہ سے آپ پر رعشہ طاری ہوجاتا تھا۔ (ط۔م صفحہ 102)

❀

113 ابو القاسم وزیر السلطان

ابوالقاسم بن سعد الاصفہانی وزیرالسلطان ـــــ ایک نامور عالم تھے ایک دفعہ بصرے میں ابن ہاشم اور ۔اخشید۔ کے مابین مجلسِ مناظرہ قائم کی جس پر فساد کا اندیشہ تھا۔ قاضی عبدالجبار (916) کہتے ہیں کہ ہم بھی اس مناظرے کو دیکھنے اور سُننے کے لئے پہنچ گئے۔ ابوعبداللہ حبشی نے ازراہِ حقارت کہا کہ۔ وہ کون سی چیز ہے

جو ۔متحرک کرتی اور ساکن کرتی ہے؟ ۔اس پر ابوالقاسم سیرانی نے غصے اور ناراضگی میں کہا کہ ۔اے حبشی کیا تم اس ذریعہ کو جسے اللہ نے اپنی ذات کے تعارف کے لئے خاص کیا ہے۔ مذمت کا ذریعہ ٹھیراتے ہو؟ اس کے بعد اس نے اپنے دلائل سنانے شروع کر دیئے جس سے لوگوں کو بڑی معلومات ہوئیں ۔مثلاً حرکت سے مراد زندگی اور سکون سے موت ہے ۔قرآن پاک میں ہے ۔خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا o

برکتوں والی خدائے لایزال کی ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ساری
کائنات اور زندگی وموت پر کنٹرول حاصل ہے ۔ (تبارک، 1)

❀

114 الاسفندیانی

الاسفندیانی علم کے دریا تھے نویں طبقے سے تھے ۔کلام، تفسیر اور حدیث کے موضوع پر بیشمار کتابیں لکھیں ۔ابو ہاشم (933م) سے جب کہا گیا کہ صمیری اور اسفندیانی میں ما بہ الامتیاز وصف کون سا ہے؟ تو ابو ہاشم نے کہا صمیری (Sumeri) ایک بہت بڑے محل کی مانند ہے جس کے بیشمار کمرے ہیں ان میں آباد بھی ہیں اور ویران بھی اور اسفندیانی ایک ایسے کمرے کی مانند ہے جو متناسب تقسیم کے مطابق تعمیر ہوا ہے ۔ یہ اشارہ تھا کہ اسفندیانی کے پاس علم اگرچہ کم تھا مگر جتنا کچھ تنظیم، تنسیق اور حسنِ ترتیب کے زاویہ سے تھا صمیری سے بہتر تھا۔

(طم صفحہ 99)

❀

115 خلیفہ معتضد عباسی (902م)

خلیفہ معتضد عباسی (902م) ابوالعباس احمد بن موفق ۔اپنے بھائی معتمد عباسی کے ولیعہد تھے اور مثل مشہور ہے کہ متقدمین عباسیوں میں مامون اور متاخرین میں معتضد جیسا کھرا نہیں گذرا۔ یہ بھی قرآنی دانشور تھے ۔مبرد (898) کہتا ہے کہ میں نے رات کو کہانیاں سناتے ہوئے کہا کہ ۔محمد بن الھذیل نے بتلایا کہ ۔اس پر خلیفہ نے کہا محمد بن ابوالھذیل کہو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تب پھر کہا کہ فکنبہ اذا. تو پھر کنیہ (ابو۔) کا باقاعدہ اظہار کرو یہ خلیفہ ابوالھذیل کو زیادہ چاہتا تھا۔ اسی طرح یہ اور اکثر عباسی خلفا رویتِ باری و دیگر مسائل میں قرآن کی واضح پالیسی پر ایمان رکھتے تھے حتے کہ خلیفہ مامون کو کہنا پڑا کہ ۔میرے اجداد میں سے کوئی نہیں تھا جو مجبرہ عقیدے کا ہو سبھی اعتزال پسند تھے ۔اور جبریہ کے تعارف میں ۔المنجد لکھتا ہے ۔تنکر الاختیار و

تقول ان الانسان مجبر في اعماله و تخالف بذالک القدریه

جبر یہ مسلک والے انسان کے ارادے اور اختیار کو نہیں مانتے۔ اس طرح وہ قدریہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں جو اپنی اچھی اور بری کرتوتوں میں آزاد ہیں۔ (المنجد 27 واں ایڈیشن طبع بیروت صفحہ 208 کالم نمبر 2)

تاریخ بتلاتی ہے کہ معتضد بنی عباس کی ان پانچ نمایاں شخصیات میں سے تھے جنہوں نے منصفانہ عدالتی سسٹم نافذ کیا۔ رعایا پر پیسہ خرچ کیا۔ بگڑے حالات کو سنوارا۔ فریضۂ حج ادا کیا، شرپسندوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ محدثین و دیگر اہلِ علم و اصحابِ فضیلت سے روابط بڑھائے اور ایسے وقت میں حکمران بنے جبکہ بیت المال میں 8 قیراط سونا جو دو دیناروں کے مساوی رقم بنتی تھی موجود تھا۔ مگر اسکی ہمت اور حکمتِ عملی سے کچھ ہی عرصے میں کروڑوں روپے بیت المال میں جمع ہو گئے۔

(شذرات الذهب طبع مصر جلد 199/2 . وفيات الاعيان جلد 45/1 . تاریخ بغداد 403/4)

❁

116 الناشی الانباری (906)

عبداللہ بن محمد۔ الناشی۔ الانباری (906) بلند پایہ شاعر تھے، ادیب تھے۔ بختری۔ اور رومی کے پائے کے تھے دین اور منطق میں خصوصی درک رکھتے تھے۔ معتزلی تھے۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 92-93۔ تاریخ بغداد 92/10۔ ابنِ خلکان 263/1)

❁

117 رزق اللہ

رزق اللہ ابو علی (916م) کے مشہور تلامذہ میں سے تھے پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم (933م) سے منسلک ہو گئے۔ وسیع اور عظیم علمی ورثے کے مالک تھے۔ قاضی کہتے تھے بڑے عمر رسیدہ بزرگ تھے ابو علی اور ابو ہاشم کے بعد میرے پاس بغداد چلے آئے تھے نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 99)

❁

118 عبدالرحیم الخیاط (912م)

قرآنی دانشوروں میں ابوالحسین الخیاط (912م) عبدالرحیم بن محمد بن عثمان کا نام روشن ملے گا قاضی کا کہنا ہے جعفر کے ساتھیوں میں الخیاط پیش پیش تھے۔ الخیاط کا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی زیادہ کتابیں مشہور منکرِ قرآن۔ ابن روادندی کے رد میں ہیں حالانکہ وہ فقیہ بھی تھے، حافظِ حدیث اور متکلمین کے مسالک سے باخبر نیز۔ ابوالعباس حلبی نے الخیاط سے دریافت کیا کہ۔ کیا یہ درست ہے کہ ابلیس نے فرعون کو کفر پر آمادہ کیا۔ خیاط نے اثبات میں جواب دیا۔ حلبی نے کہا تب تو اللہ کے ارادے پر ابلیس غالب رہا۔ خیاط نے جواب میں کہا کہ۔ اس میں اللہ کے ارادے پر غالب آنے کی کیا بات ہے؟ جبکہ اللہ نے پہلے واضح فرمادیا تھا کہ الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برائیوں کی ترغیب دیتا ہے لیکن
اللہ تمہیں ایسی راہ کی طرف بلاتا ہے جس میں اس کی مغفرت اور اس کے فضل وکرم کا
وعدہ ہے۔ (بقرہ، 268)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کے ارادے پر ابلیس کا عمل غالب نہیں آیا۔ کیونکہ اللہ نے فرعون کو ایمان کے لئے مجبور کیا ہی نہیں۔ اسی خیاط نے۔ ابن راوندی کے رد میں ''الانتصار'' کے عنوان سے ایک جان لیوا تحریر یادگار چھوڑی ہے نیز۔ ''الاستدلال'' بھی انکی دوسری دھماکہ خیز تالیف ہے۔

(تاریخ بغداد جلد 87/11)

❁

119 احمد دینوری قاضی (915م)

احمد بن مروان الدینوری قاضی ابوبکر (915م) نامور معتزلی تھے وضع حدیث کی تہمت لگائی گئی تھی جبکہ معتزلہ اس جنسِ فکر سے نامانوس تھے وہ رجال الحدیث نہ تھے۔ انہیں سند اور روایت سے قطع نظر اگر کوئی بات عقلی لگتی۔ یا۔ قرآن کی پالیسی کے ہم آہنگ ہوتی تو اسے حدیث مان لیتے۔ آپ قضاء کے منصب پر فائز تھے 84 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

(لسان المیزان 309/1۔ کشف الظنون صفحہ 1591)

❁

120 ابو علی جبائی کبیر (916م)

علم کلام کے امام اعظم ابوعلی محمد بن عبدالوہاب الجبائی الکبیر (916م) کی بابت ابوبکر احمد بن علی کا کہنا ہے کہ جبائی کو علم کلام میں اس حد تک رسائی حاصل تھی کہ وہ اس علم کو سہل، آسان اور مسخر کرنے پر پوری قدرت

رکھتے تھے یوں سمجھو کہ جس طرح داوُدؑ کے لئے لوہا نرم بنالیا گیا تھا اسی طرح جبائی کے لئے علم کلام کو۔ وہ فقیہ تھے باورع تھے جلیل القدر تھے اور علم کے اونچے مقام پر فائز تھے ابوالھذیل کے علاوہ۔ کسی بھی درجے کے معتزلی کے لئے تقدم اور فوزیت کے قائل نہیں تھے۔ برکانی نے ابوعلی جبائی سے کہا کہ ایک حدیث جسے ابوالزناد۔

اعرج سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتا ہے کہ لاتنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها

پھوا بھتیجی اور خالہ بھانجی ایک نکاح میں نہیں آسکتیں۔

کیا آپ اُسے صحیح مانتے ہیں؟ جبائی نے کہا بالکل صحیح مانتا ہوں۔ اس پر برکانی نے دوسرا سوال داغا۔ کہ اس ہی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے دوسری روایت ہے کہ۔ موسےٰ اور آدم کا جنت میں مناظرہ ہوا۔ موسےٰ نے کہا تم اگر جنت میں معصیت نہ کرتے تو نکالے نہ جاتے۔ جواب میں آدم نے کہا۔ میرے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے خدا نے لکھ دیا تھا کہ میں معصیت کروں گا۔ اب بتاؤ میں تو لکھے کو نہ ٹال سکتا تھا۔ موسےٰ نے یہ سن کر کہا برحق ہے۔ برکانی کا مقصد یہ تھا کہ دونوں روایتیں ابو ہریرہ سے مروی ہیں اور دونوں ہی کی سند بھی ایک ہی ہے مگر پہلی روایت کی توثیق اور دوسری کی تکذیب کرتے ہو۔ کیوں؟ جبائی نے کہا کہ دوسری روایت قرآن، اجماع امت اور دلیلِ عقل کے منافی ہے لہٰذا باطل ہے۔ کیوں کہ آدم کی اس معذرت کو اگر تسلیم کرلیا جائے تو آدم کی تمام اولاد کے گناہوں کی پیشگی لکھی جانے والی معصیت اور عذرِ گناہ کو موجب عفو ٹھیرایا جائے تو جزا وسزا کا فلسفہ صلہ وسرزنش کی بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔ جبائی کی اس بات پر برکانی کی بات خاموشی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار جبائی ایک ایسے مناظرے میں شامل ہوئے جس میں امام ابوحنیفہ بھی موجود تھے اور مسئلہ بھی ''ارجاء'' کا تھا جبائی نے امام ابوحنیفہ سے کہا لاملأن جهنم من الجنة والناس ۔ ہم جہنم کو انسانوں سے بھر دیں گے (ہود۔ 19۔ السجدہ، 13) کیا آپ جہنم کا بھر جانا سچ سمجھتے ہیں؟۔ ابوحنیفہ نے کہا بالکل سچ سمجھتا ہوں۔ جبائی نے کہا اگر جہنم بھر جانے کی بات پوری نہیں ہوتی تب بھی کہو گے سچ ہے؟ اس پر امام ابوحنیفہ خاموش ہوگئے نسکت ابو حنيفة (طبقات المعتزلہ صفحہ 83) (امام صاحب کسی مفروضہ استثناء کا جواب خاموشی کے سوا کیا دے سکتے تھے؟)

ابوالحسن کہتے تھے کہ۔ كان من احسن الناس وجها وتواضعا واكثرهم موعظة فبيتما هو في صلاقته حتى ذكر الموت فتخدر الدموع

جبائی حسین تھے خوبصورت تھے وجیہ تھے اور شکیل تھے۔ ملنسار تھے ہنس

مکھ تھے۔ اچھی باتوں کی وصیت کرتے تھے (دل کے پتلے اور رقیق القلب بھی تھے) ایک بار خوش خوش تھے کہ موت کا ذکر چھڑ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی آہوں اور سسکیوں سے ہچکی بندھ گئی۔

علم الکلام کے بارے میں فرماتے تھے اسھل شیئی لان العقل یدل علیه. آسان ترین علم ہے کہ عقل کے تابع ہے اور عقل ہی اس کا پشت پناہ ہے۔

آپ ابوالھذیل علاف کو صحابہ کے بعد اونچا درجہ دیتے اور انکے شاگردوں واصل بن عطاء۔ اور عمرو بن عبید کی شخصیت کے گرویدہ تھے۔ (طبقات صفحہ 7/82 تا 9)

جبائی کبیر۔ بچپن ہی سے ذہانت و فطانت کی اعلےٰ صلاحیتوں سے مالامال تھے۔ مناظرانہ افتاد پائی تھی قطان کہتا ہے ایک دفعہ مناظرہ کی مجلس گرم ہوئی کسی کے انتظار میں وقت گذر رہا تھا اتنے میں مجبرہ (سنیوں) میں سے ''صقر'' نامی ایک صاحب تشریف لے آئے۔ ایک نوخیز بچے نے اس کے سینے پر ٹھوکر مار کر کہا میرے ایک سوال کا جواب دو۔ حاضرین حیران ہوکر اس بچے کو دیکھنے لگے۔ سوال تھا کہ کیا۔ اللہ تعالےٰ عدل کے فاعل ہیں؟ صقر نے کہا بالکل فاعل ہیں۔ اس پر بچے نے کہا کہ عمل کرنے پر آپ اللہ کو عادل کے نام پر ہی پکاریں گے نا؟ صقر نے اس کا جواب بھی اثبات میں دے دیا۔ اگلے مرحلے پر بچے نے کہا کہ۔ اللہ ظلم کا فاعل بھی تو ہوگا؟ صقر نے کہا ضرور۔ بچے نے کہا تو کیا اللہ کو ظالم کے نام سے پکارو گے؟ صقر نے کہا نہیں نہیں۔ اس پر مجلس برخواست ہوگئی اور لوگوں نے بچے کی بابت معلوم کرنا شروع کر دیا تو پتہ چلا کہ یہ'' جباء'' کا لونڈا محمد بن عبدالوہاب ہے۔ یہ یاد رہے کہ مشہور عالم دین ابوالحسن اشعری جنہوں نے بغاوت کر کے آپ کے برعکس عقائدی نظام تیار کیا تھا آپ ہی کے شاگرد تھے۔ ❋

121 الفارسی (917م)

امام ابوبکر احمد بن الحسین الفارسی (۹۱۷م) اعتزال کو دلائل سے پختہ ثابت کرتے تھے۔ آپ نے اصولِ فقہ میں بھی ایک ضخیم کتاب چھوڑی ہے۔ (کشف الظنون، 1188)

بغداد میں ان کا حلقہ درس تھا جہاں سائنٹفک اور علمی بنیادوں پر اعتزال پر ریسرچ کی جاتی تھی ابن المنجم (۔۔۔) وغیرہ اس کے فیلو تھے۔ ❋ (طبقات المعتزلہ صفحہ 102)

122 قاضی احمد سریح (918م)

احمد بن عمر بن سریج ابوالعباس البغدادی القاضی (918م) فقہ شافعی کے بڑے مجتہد تھے۔ بدعات سے محترز تھے (۔۔۔صفحہ 129) حاضر جواب تھے۔ صائب فکر تھے قرآن کی محبت کے قائل تھے یعنے معتزلی تھے۔
(البدایة والنهایه 129/11۔ طبقات الشافیه 87/2۔ تاریخ بغداد 287/4)

123 الحسن نوبختی (922م)

الحسن بن موسےٰ بن الحسن بن محمد نوبختی (922م)۔ ابومحمد۔ جسے شیعہ اپنا ہم مسلک سمجھتے اور معتزلہ اپنا آدمی کہتے تھے اُن کی کتابوں۔ النکت علی ابن الراوندی۔ الرد علی الغلاۃ۔ اور الرد علی اصحاب التناسخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خالص معتزلی تھے کیونکہ دفاعِ اسلام اور دفاعِ قرآن میں عقلیات اور وحی کا سہارا صرف معتزلی ہی لیتے رہے ہیں۔ (لسان المیزان 258/2۔ اعیان الشیعه 333/23)

124 امام طبری (923م)

قدرت نے جن لوگوں کو تمام علمی صلاحیتوں سے نوازا ہے ان میں محمد بن جریر طبری (923م) کا نام زیادہ نمایاں ملے گا لغت ہو کلام ہو شعر ہو سند ہو گرامر اور ادب ہو ان میں جو مقام طبری کا تھا بہت کم لوگ وہاں تک پہنچ پائے ہیں۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کسی بھی آیت کے بارے میں اگر دو رائیں ہوتیں دونوں کی سند بیان کر دیتے جس سے تاریخ وار اختلاف کا پتہ چلتا اور لطف یہ کہ ان میں سے کوئی بات اگر ان کے ذاتی مسلک کے خلاف پڑتی تو بے دھڑک اس کا بھی ذکر کر دیتے جس سے ان کی وسعتِ علمی اور وسیع الظرفی کا پتہ چلتا ہے آپ رازی، ابن حزم، ابوحنیفہ اور واصل کی طرح مالدار مصنف نہیں تھے فاقہ مست قلم کار تھے ایک بار ایسا ہوا کہ اپنے وقت کے تین مشہور علماء ایک مکان میں رہنے لگے۔ تینوں مفلس اور قلاش تھے کئی دن کے فاقوں کے بعد فیصلہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک۔ ایک دن گداگری کرے گا چنانچہ ان میں سے قرعہ اندازی میں ایک صاحب کا نام نکل آیا یہ تینوں شرم و حیا کے مجسمے اور دریوزہ گری جیسے حیا شکن پیشے سے نفور تھے مگر اب پیٹ کے ایندھن کو کسی طرح بھرنا تھا چنانچہ جس کے نام پہلے بھیک مانگنے کا نمبر نکل آیا اس نے چند لمحے کی مہلت مانگی اور وضو کر کے دوگانہ شروع کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے کہ

''اے رب کریم تو وسیع رحمتوں کا مالک ہے یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہم

امام طبری

تیری ذات کو چھوڑ کر غیروں سے حاجت روائی کی التجا کریں؟ اے کریم تو ہمیں رسوائی سے بچا''۔

چنانچہ ابھی اس نے دُعا ختم ہی کی تھی کہ غریبوں میں وظائف اور صدقات تقسیم کرنے والوں کی سرکاری ٹیم پہنچ گئی جس نے اتنا بے انتہا پیسہ ادر مال دیا کہ انہیں در یوزہ گری کا دل میں خیال ہی نہیں آیا۔ یہ تھے ہمارے ممدوح امام محمد بن جریر طبری جو علم کے لحاظ سے بڑے مالدار اور پیسے کے لحاظ سے مفلس ترین انسان تھے۔

طبری کے بارے میں امام محی الدین تمنا عمادی (1971م) نے شدید تنقیدات کیں اور شیعہ ثابت کیا ہے لیکن میرا نقطۂ نظر اپنے ہم سفر ناقدوں سے مختلف رہا ہے میرے نزدیک کوئی صاحب کسی بھی مدرسہ فکر سے وابستہ رہ کر ایک گُونہ اطمینان محسوس کرتے ہیں تو بہ صد شوق کریں۔ لیکن اگر اپنے اقوال اور تحریروں میں 5% فی صد تک بھی قرآن کی حمایت کرتا اور عصمت نبی میں واضح مسلک رکھتا ہے تو اُسے قرآنی دانشوروں کے زُمرے میں شامل کرنا چاہئے بلکہ ارشاد ہے کہ لا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا. اعدلوا. اگر کسی مخالف کے منہ سے کلمۂ حق نکلا ہے تو انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف اسی کے نام سے ذکر کیا جائے۔ اس اصول کے مطابق ابنِ جریر طبری کی ایک دو باتیں ذکر کروں گا تا کہ ان کے عقلی مذہب کا احساس کیا جا سکے۔

عقلیت پسندوں کا استیصال کرنے کے لئے امام احمد بن حنبل بطورِ خاص آلۂ کار بنے ہوئے تھے ابھی آپ کا کفن بھی مَیلا نہیں ہوا تھا کہ بغداد مکمل طور پر حنبلیوں اور سلفیوں کے اِستعلاء میں چلا گیا تھا ان ہی دِنوں ابنِ جریر طبری بغداد میں وارِد ہوئے تو انہیں قرائن سے معلوم ہوا کہ ابنِ حنبل محدث تھے فقیہ نہ تھے یعنے وہ اللہ کی صفات میں تاویل۔ یا توجیہ کو جرم سمجھتے تھے ان کا مذہب تھا کہ الرحمان علی العرش استویٰ (طہٰ،5) میں عرش سے یہی کرسی نما تخت مراد ہے جو کارپنٹر سے بنوا کر ہم آرام سے بیٹھتے ہیں بلکہ ابن تیمیہ استواء۔ کی تفہیم میں تخت سے اُتر کر پھر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اسی طرح اللہ سبحانہ اُترتے اور چڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح حنبلیوں اور داؤد ظاہری (۔۔) کے مسلک میں اللہ کی تنزیہہ و تقدیس کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسے ہی حالات میں ابنِ جریر طبری بغداد کی جامع مسجد میں صلاۃ الجمعہ قائم کرنے کے لئے گئے۔ آپ کو حنبلیوں نے گھیرے میں لے کر امام احمد کے بارے میں سوال کیا آپ چونکہ جری اور نِڈر تھے فرمایا۔ احمد بن حنبل فلا یعد خلافہ۔ احمد بن حنبل کے خلاف کچھ کہنے میں مضائقہ نہیں ہے اس پر انہوں نے اللہ کے ساتھ عرش پر بیٹھنے کی بات چلائی۔ ابنِ جریر نے کہا یہ محال ہے اور یہ شعر پڑھا۔

سبحان من لیس لہٗ انیس'

ولیس لہ فی عرشہ جلیس'

اس کا مفہوم ہے کہ

''پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی مونس و ہمدم نہیں ہے اور نہ ہی اسکے عرش (حکمرانی) پر کوئی بیٹھ سکتا ہے''۔

بس یہ کہنا تھا کہ حنابلہ اور اصحاب الحدیث کے ہاتھوں معقولیت کا دامن چھوٹ گیا اور ہزاروں لوگ ان پر جھپٹ پڑے۔ اور اتنی سنگباری کی کہ دروازے کے آگے پتھروں کا ٹیلہ بن گیا۔ ابنِ جریر میں یہ جرأت اور بے باکی علم اور عقل نے پیدا کی تھی آپ نے لغت کا علم اپنے دور کے سب سے بڑی لغوی شنا ور امام ثعلب (904) اور علمِ نحو امام مبرد (898) اور امام زجاج (924) سے حاصل کیا تھا جو اپنے عہد کے نابغہ تھے اور علومِ عقلیہ کے بڑے شہسوار۔ غرض امام طبری جو کچھ تھے عقلیات کے علمبردار تھے آیات۔ اللہ یستھزئ بھم (بقر، 15) یخادعون اللہ وھو خادعھم (نساء، 141) اور۔ نسو اللہ فنسیھم (توبہ، 68) واللہ خیر الماکرین (عمران، 24) کی لغت ادب اور اصنافِ سُخن کی مراعات سے تشریح فرماتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تفسیرِ طبری دار المعارف مصر جلد 1/303_304_ بہ تحقیق احمد شاکر)____ اسکے باوجود کہ طبری اپنے مفہوم میں پیچیدگی سے گریزاں تھے بعض جزائیہ فقروں کو اتنا کھینچ لے جاتے تھے کہ کئی کئی سطروں کے بعد۔ جاکر ''جزاء'' معلوم ہوتی۔

ابنِ جریر کی دل میں چبھنے والی باتیں بھی ہیں کہ وہ صرف ''سند'' کے سہارے سید البشرؐ کے حضرت زینب سے معاشقہ کو صحیح ٹھیراتے ہیں جبکہ یہ انتہا درجہ جھوٹی روایت ہے اور تعجب ہے کہ گروہ ''مکھی'' ماراں آج بھی اس کو جوں کا توں قبول کئے ہوئے ہے۔ ابنِ کثیر نے اس روایت کو ''بیمار کی بڑ'' کہہ کر بالکل مسترد کر دیا ہے جسکے بعد ہی اس پر تنقید کی ریت پڑ گئی۔ ابنِ جریر نے شادی نہیں کی تھی کتابوں سے رشتہ اُستوار کر رکھا تھا ربیع بن سلیمان کے ہاں رہائش تھی ایک بار ربیع نے شادی کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ لا ولدلی وما حللت سراویل علی حرام ولا حلال قط.

میری کوئی اولاد نہیں میں نے حرام (زنا) کے لئے ازار بند کھولا اور نہ حلال (نکاح) کے لئے۔

❁

125 محمد بن بحر الاصفہانی (934م)

قرآنی دانشوروں میں امام ابومسلم محمد بن بحرالاصفہانی (934ء م) قد آور دانشور تھے۔تمام اصنافِ علم کے عالم تھے شاعر تھے ادیب تھے اور الفاظ کے مزاج سے معانی کشید کرتے تھے۔خلیفہ مقتدعباسی (---) کی جانب سے بلادِ فارس اور اصفہان کے گورنر بھی تھے یعنے کہ 321 ہجری تک حکمران بھی تھے اس کے بعد بنی بویہ نے بغاوت کرکے اصفہان پر قبضہ کیا تو آپ حکومت سے علیحدہ ہوگئے۔(ارشاد الاریب طبع مصر 420/6)

زرکلی لکھتے ہیں معتزلی من کبار الکتاب کان عالما من صنوف العلم وله شعر..... من کتبه: جامع التاویل، فی التفسیر اربعة عشر مجلدا

معتزلی تھے اونچے درجے کے رائٹر تھے تمام اصنافِ علم کے سکالر تھے اور شاعر بھی تھے ...... کتابوں میں انکی تفسیر ''جامع التاویل''۔جو چودہ 14 جلدوں میں مکمل ہوئی مشہور ہے۔امام رازی نے (12) اس تفسیر سے کثرت سے حوالے دیئے اور دفاع اسلام میں بھرپور مدد لی ہے۔

(زرکلی طبع مصر 273/5 بحوالۂ ارشاد الاریب 420/6)

❁

126 الخُجندی

ابوالحسن الخجندی (KHUJANDDI) بڑے عالم باعمل تھے۔عدل اور توحید کا عقیدہ رکھتے تھے کتاب ''اللطیف'' املاء لکھی تھی اور کسی کو دکھلانے سے گریز کرتے تھے لوگوں نے ان کے اُستاد ابوعلی سے شکایت کی۔تو اللطیف۔دوبارہ لکھ دی۔نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 101)

❁

127 قرمیسینی

ابوحفص القرمیسینی۔علم الکلام میں بڑے امام تھے قاضی کہتے ہیں میں نے ''البقاء'' کے موضوع پر اس کی تحریر پڑھی تھی بڑی جاندار تھی وہ ہمارے ہی مشائخ کی طرح ملائکہ اور جن کے بارے میں خیالات رکھتے تھے۔نویں طبقے میں سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 101)

❁

128 النقاش

ابو مسلم النقاش کا زبیری گروپ سے تعلق تھا۔ دین اور فضیلت میں خاص مقام رکھتے تھے دار۔ بدر کے امیر کی طرف سے ایک انگشتری بھیجی گئی تا کہ اسکی نقاشی کر کے خوبصورت نگینہ جڑ دیں لیکن النقاش نے انکار کر دیا۔ امیر کے ملازم نے کہا اگر اُجرت زیادہ چاہتے ہو تو اضافہ کئے دیتے ہیں۔ اور پھر اضافہ کرتے کرتے سو دینار تک اضافہ کر دیا مگر نقاش نے انکار جاری رکھا۔ اس پر اندرون خانہ سے آواز آئی کہ ہم فاقوں مر رہے ہیں تم ہو کہ نگینہ جڑ دینے کا اتنا معاوضہ بھی مسترد کر رہے ہو۔ اس کے بعد ہوا یہ کہ ایک تاجر آیا اور انگشتری پر نقاشی اور جڑائی کے دس درہم دے کر چلا گیا۔ نقاش وہ مبلغ لے کر اندرون خانہ چلے گئے اور دس درہم کو ان کے منہ پر دے مارا اور کہا کہ میں نے چالیس سال تک کوشش کی کہ تمہیں حرام نہیں کھلاؤں گا مگر تم ہو کہ حرامخوری پر مصر رہے۔ بھلا جو امیر دس چاندی کے درہم کی بجائے سو دینار سونے کے دے رہا ہے اس کی کمائی کیا حلال کی ہوگی؟۔ اللہ اللہ۔ اس دنیا میں اللہ کے ایسے بندے بھی ہو گذرے ہیں۔ نویں طبقے سے تھے۔ (ط۔م صفحہ 103)

❁

129 ابن السقطی

ابوالحسن بن الخباب عسکر کا رہنے والا تھا ابن السقطی کے نام سے مشہور تھا۔ معتزلی تھا ابو علی جبائی کے جاں نثاروں میں سے نویں طبقے سے وابستہ تھا۔ (ط۔م صفحہ 98)

❁

130 الصالحی

ابوالحسین الصالحی محمد بن مسلم عظیم القدر معتزلی تھے علمِ کلام میں اپنی مثال آپ تھے مرجیہ کے لئے بھی نرم گوشہ رکھتے تھے۔ (ط۔م صفحہ 72)

❁

131 زفرویہ

ابوالحسن بن زفرویہ کی بابت قاضی کہتے تھے کہ اس کا دین کے بارے میں بڑا مقام تھا جس سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا بصرے کے سرسبز اور کھلے باغات میں رہتے اور وہیں پر تدریس کا کام کرتے تھے جس کی وجہ سے ساتھیوں اور شاگردوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ادب، شعر اور مردم شناسی میں بڑا ادرک تھا۔ ابو علی کے شاگرد تھے عبدالسلام جبائی کے مداح تھے۔ (ط۔م صفحہ 100)

❁

132 المقانعی

ابوبکر محمد بن ابراہیم القانعی الرازی۔ 9ویں طبقے سے تھے یہ بلند پایہ علماء میں سے اگرچہ نہیں تھے. تاہم اصفہان میں ان کے شاگردوں کی تعداد کسی بڑے سے بڑے عالم کے شاگردوں سے کم نہ تھی۔ اعتزال کے مبلغ تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 102)

133 ابو القاسم البلخی (931م)

امام ابوالقاسم البلخی (931م) عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی۔ کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوالقاسم احد ائمة المعتزله. ابوالقاسم بلخی معتزلہ کے نامور اماموں میں سے تھے۔

(تذکرہ الحفاظ 232/2۔ تہذیب ابن عساکر 287/7)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ بلخی نے اپنے نظریئے کے اثبات میں بہت کچھ لکھا ہے بغداد میں ان کی کلامی تحریر کی بڑی پذیرائی ہوئی اور لوگوں نے جی بھر کر لطف اُٹھایا۔ آپ قرآن کی علے الاطلاق حاکمیت کے قائل تھے اور لطف یہ کہ ساتھ ہی اہل الحدیث بھی تھے۔ بلکہ مشہور ہے کہ تین اشخاص اہل الحدیث بھی تھے اور باکمال معتزلی بھی ان میں ہمارے ممدوح ابوالقاسم البلخی (931م) قاضی القضاۃ عبدالجبار الہمدانی (1025م) اور ابن یزداد (1067م) بھی تھے۔ ❁ (طبقات المعتزلہ صفحہ 133)

134 ابوھاشم جبائی صغیر (933م)

امام محمد بن عبدالوہاب کی طرح ان کے بیٹے ابو ہاشم عبدالسلام بن محمد (933م) بھی بیشمار خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے جب یہ پیدا ہوئے تو باپ نے کہا زقت ولدا یخرج من فکیه کلام الانبیاء. اللہ نے مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کے جبڑوں سے پیغمبروں کا کلام نکلے گا۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 94) جبائی صغیر اپنے باپ ہی کی طرح حسن اور فطانت سے لیس تھے اور بڑے ہو کر باپ ہی کی طرح بڑے دانشور بن کر نمودار ہوئے۔ ابوالحسن کہتے تھے کہ۔ عبدالسلام علم کی جن بلندیوں پر پہنچے تھے دوسرا کوئی نہیں پہونچا۔ وہ علم کے اتنے حریص تھے کہ سوالات کے ذریعہ اپنے ابو کو پریشان کئے رہتے تھے۔ سارا دن علمی سوالات کی بوچھاڑ رہتی جوابات حاصل کئے بغیر ٹلنے کا نام نہ لیتے پھر بھی کوئی بات رہ جاتی تو چپکے سے اپنے ابو کے کمرے میں گھس جاتے اور کھڑے ہو کر سوالات شروع کر دیتے۔ باپ تھک کر منہ پھیر لیتے تو سونے نہ دیتے۔ اب جس انسان

کے حصولِ علم کا یہ حال ہو وہ کیوں نہ آنے والے وقت میں اپنے ہم عصروں پر فائق ہو۔

(طبقات صفحہ 94 مقریزی 348/2. تاریخ بغداد 5/11. وفیات الاعیان 292/1)

❁

135 مکحول بیروتی (933م)

اپنے عہد کے بلند قامت عالم اور اعتزال کی آبیاری کرنے والے۔ عالمِ بے بدل۔ امام مکحول بن عبداللہ بیروتی (933م) کا نام روشن ملے گا۔ مجبرہ یعنے سلفی سُنی کہتے تھے کہ۔ ہم نے معتزلہ میں حسن بصری اور مکحول سے بڑا عالم نہیں پایا۔ (طم صفحہ 41۔تذکرۃ الحفاظ 37/3. شذرات الذھب 291/2)

❁

136 الاخشید (936م)

احمد بن علی بن معجور ابوبکر۔ الاخشید (936م) بڑے عالم تھے، فصیح تھے، بلیغ تھے روساء المعتزلہ میں شمار ہوتے تھے عربی ادب اور فقہِ اسلامی کے ماہر تھے۔ مرزبانی کا کہنا ہے کہ۔ ابوبکر الاخشید او۔ ابوبکر بن المنجم۔ دونوں معتزلہ کے آخری بزرگ تھے جو ہمارے مشاہدے میں آئے۔ دونوں ہی عزت اور وقار سے دیکھے جاتے اور بغداد کے معتزلہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ خلقِ خدا نے ان کی علمیت سے بے پناہ استفادہ کیا۔ (لسان المیزان 231/1)

❁

137 امام ابوالحسن اشعری (936م)

امام علی بن اسماعیل اسحاق ابوالحسن الاشعری (936م)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نسل سے تھے عالم تھے مجتہد تھے مذہب اشعری کے بانی تھے ابتداء میں معتزلہ کے بڑے امام تھے تمام علوم خاص کر علمِ کلام معتزلہ ہی سے حاصل کیا تھا قصہ مختصر کہ درسگاہِ معتزلہ کے فارغ التحصیل عالم تھے اعتزال ہی آپ کا پسندیدہ عقیدہ تھا۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ سلفیت ہی کو آپ نے اوڑھنا بچھونا بنا کر عقلیت کو خیر باد کہہ دیا تاہم اتنا بھی خیر باد نہیں کہ ابن الراوندی کی طرح شدید ردِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود قرآن ہی کو ٹارگٹ بنایا ہو اور پھر واپسی کا دروازہ ہی بند کر دیا ہو۔ کیونکہ سُنیوں کا امام ہوتے ہوئے بھی جہاں کہیں وحیِ قرآن اور اسکی مبادیات پر اعتراض اُٹھا آپ نے روایات اور نقل کا سہارا لئے بغیر ہی عقل کی حکمرانی اور دفاع کے متبادل طریقوں کو حکم بنا کر جوابات عنایت

امام ابوالحسن اشعری

فرمائے۔ بلکہ آپ کی دو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ کو شدید تنقیدات کا نشانہ بنانے کے باوصف "الرد علی المجسمہ" لکھ کر سلفیوں اور اہلحدیثوں کو پوری توانائی سے دبوچ لیا ہے کہ اللہ کا کوئی جسم نہیں۔ جسم کے اعضاء نہیں۔ ہاتھ اور چہرہ کا ذکر ہے تو حقیقی رنگ میں نہیں عرب کے وسیع تر محاورات میں ان کے پاکیزہ مفاہیم موجود ہیں۔ یہاں تنزیہ و تقدیس کو ملحوظ رکھ کر روایات کو مسترد کیا جا سکتا ہے اسی طرح آپ عرصہ دراز تک اشعری بھی رہے اور لغت، ادب، محاوراتِ عرب اور عقلیات کے تناظر میں قرآن کا دفاع بھی کرتے رہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ سلفیوں نے صفات کے بارے میں آپ کی پرانی اور نئی رائے کو تسلیم نہیں کیا اور اشعری کے درمیانے اور عبوری دور کے عقائد جو روایات سے ماخوذ تھے انہیں ہی پرنسپل بنا کر ڈٹے رہے حالانکہ دورِ انتقال پر رُک جانے سے بہتر تھا کہ آپ کی آخری پالیسی کو ملحوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ حالات کے جبر نے آپ کو پھر سے قرآن کا حلیف بننے پر آمادہ کر لیا تھا اس ضمن میں آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "مقالات الاسلامیین" لکھ کر واضح کیا تھا کہ دفاع قرآن اور صفاتِ باری کے لئے عقلیات کی چھتری تلے آنا ضروری ہے۔ عہدِ حاضر کے سکالر اور مؤرخ۔ قاہرہ یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر ابوزہرہ۔ اشعری کے بارے میں اپنا اور علماء کا متفقہ مؤقف پیش کرتے ہیں کہ بدأ بالاعتزال ثم مال الی اهل السنة ولکن ابقی علی اسلوب المعتزله فی الجدل

اعتزال سے کام کا آغاز کیا پھر سُنی بن گئے اس کے باوصف دِفاع قرآن اور دِفاعِ اسلام کے لئے وہی اسلوب اختیار کیا جو معتزلہ کا تھا۔

(العربی الکویت)

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کے سب سے بڑے معتقد امام فخر الدین رازی نے اشعری ہونے کے باوصف آپ کے پہلے اور آخری دور کی تکویحات اور توضیحات کو وسیلۂ فلاح بنایا تھا۔ کیونکہ اب آپ نہ معتزلی تھے اور نہ اشعری۔ معتدلی بن چکے تھے۔

(طبقات الشافعیه 245/2۔ البدایه والنهایه 187/11۔ دائرۃ المعارف الاسلامیه 218/2)

❀

138 یحییٰ بن منجم (937م)

منجم فیملی کے دوسرے چشم و چراغ اور بغداد کے بڑے علمی خاندان کے ممبر ابوالحسن احمد بن یحیےٰ بن علی

المنجم (937م) بغداد کے بڑے معتزلہ میں سے تھے۔ مشائخ میں فاضل بھی ہوئے اور وجیہ ونبیل بھی لیکن وہ کسی بھی حیثیت سے منجم ہذا کے درجہ کے نہیں تھے ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

❁

139 ابوبکر ابن مجاھد (939م)

احمد بن موسے بن العباس التمیمی ابوبکر بن مجاہد (939م) اپنے عہد کے بڑے قاری اور عالم تھے تیز بھی عقیدہ رکھتے تھے معتزلہ تھے (طبقات ص 108) فطین تھے سخاوت کے دھنی تھے پاکیزہ سیرت و پاکیزہ کردار تھے۔ (ابن الندیم31/1)

❁

140 العبدکی

ابومحمد العبدکی۔ ابوہاشم عبدالسلام 933ء کے شاگرد تھے اس نے بہت سی باتیں حفظ کرلی تھیں اور دعویٰ تھا کہ ان کا مؤلف ہے خراسان پہنچے تو ابوالقاسم کی مجلس میں جانے لگے۔ یہاں بہت سی باتیں جو اسکے خیال میں رُجوع کرنے کے قابل تھیں رُجوع کرلیں۔ اس سے بڑی نیک نامی کمائی۔ ابوالقاسم اس کا احترام کرتے تھے اور ابوسہل محمد بن عبداللہ۔ کولکھا کہ میرے پاس ایک نوجوان ہے جسے ابن عبدک۔ کہا جاتا ہے بڑا ہی ذہین ہے اس کی ایک کتاب ہے جونہایت باریک مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ عبدکی دسویں طبقے سے تھا۔ (ط۔م صفحہ 109)

❁

141 جمل عائشه

ابوبکر البخاری دسویں طبقے سے تھے۔ جمل عائشہ کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ صدیقۂ عظمٰی کا بیحد احترام کرتے تھے ابوہاشم جبائی صغیر (933) سے کلام اور ابوالحسن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بیحد صاحب علم تھے۔ (ط۔م صفحہ 109)

❁

142 الخالدی

ابوالطیب محمد بن ابراہیم بن شہاب الخالدی دسویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے مرجیہ کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے فقیہ تھے، متکلم تھے۔ معتزلی تھے۔ البرزعی (961م) کے شاگرد تھے بغدادی مسلک کے معتزلی تھے

بصرے کے معتزلیوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ابو ہاشم (933م) پر تنقید کرتے تھے۔ (ط۔م صفحہ 110)

❁

143 حسین بن علی بصری

الشیخ المرشد ابو عبداللہ الحسین بن علی دسویں طبقے سے تھے ابو علی الخلاد کے شاگرد تھے علم کے حریص تھے اپنی محنت اور لگن سے ابو ہاشم (933م) کے شاگردوں میں سے بہت آگے نکل گئے تھے فقہ ابوالحسن (952م) سے حاصل کی تھی بغداد میں افلاس وتنگدستی میں دن بسر ہو رہے تھے علم الکلام میں اتنے فائق تھے کہ ان کے اپنے استاد ابوالحسن بھی ان سے رجوع کرتے تھے، ورع اور تقوے اور پاکیزگی پسند اتنے کہ طہارت کو وہم کی حد تک اپنائے ہوئے تھے، بیت الخلاء کے لئے جوتی الگ ہوتی تھی، وضو کے لئے الگ اور عام استعمال کے لئے الگ، ایک دفعہ ـــــ عضد الدولہ ـــــ نے خاص کھانا تیار کرا کے بھجوا دیا آپ نے ایک لقمہ تک نہیں لیا واپس بھجوا دیا اور سادہ کھانا کھا کر گذارہ کر لیا۔ (ط۔م صفحہ 105)

❁

144 ابوبکر زبیری

حضرت زبیر بن عوام پاکیزہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ طلبِ جاہ سے دور بھاگتے تھے جناب ابوبکر محمد بن ابراہیم الزبیری اسی خانوادے سے نسبی تعلق رکھتے تھے انہوں نے مشکل اور آسان تقریباً 33 کتابیں دفاعِ قرآن میں لکھیں۔ آپ نے وقت کے بڑے منکرِ قرآن ابنِ راوندی کے خلاف چار کتابیں لکھیں۔ اصفہان میں رہائش تھی۔ سلطانِ اعظم نے حسبِ رُتبہ نوازا۔ اصفہان کی جامع مسجد میں ہر وقت ہزار آدمی جمع رہتے اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے رہتے۔ وہ ہمیشہ دُعا کرتے کہ انہیں ''ناپافت'' کی موت نصیب نہ ہو کسی کا دینا نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جو لوگ ان سے گھر پر ملنے جاتے (آخری عمر میں)۔ ان کا اندازہ ہے کہ گھر میں تمام اثاثہ چند ٹکوں سے زیادہ نہیں تھا۔ قاضی عبدالجبار کا کہنا ہے کہ۔ اس نے ابوبکر زبیری کی دُختر کو جبکہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں دیکھا تھا۔ وہی اپنے باپ کی چال ڈھال نہ گھر میں حسبِ منشا اثاثہ نہ دیگر ٹھاٹ باٹ۔ قرآنیات میں ابوالھذیل علاف کا طریقِ استدلال پسند تھا۔

دوستو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نام پر کوئی دُکان قائم ہوئی نہ روحانی ٹھپہ لگا ورنہ تو زبیری فیملی کا کوئی بھی فرد جہاں کہیں ہوتا خوشحال اور مالدار ہوتا۔

❁

145 ابو عمران السیرانی

ایک اور سیرانی ابو عمران کے کنیہ سے مشہور تھے امام احمد بن یحییٰ نے اسے توحید اور عدل۔ کے راہواروں میں شمار کیا ہے ابو ہاشم جبائی صغیر کے شاگردوں میں تھے۔ بعد میں ابو بکر الاخشید (946م) کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے عقیدۂ اعتزال کے مؤمن تھے جنہیں مخالفوں نے بڑی اذیتیں دے رکھی تھیں۔

(طبقات احمد بن یحییٰ صفحہ 108)

❁

146 ابو الحسن عبیداللہ الکرخی (952م)

متاخرین فقہائے احناف میں سے ابو الحسن الکرخی (952م) بلاشبہ قد آور احناف میں سے تھے لکھا ہے انتھت الیہ ریاستہ الحنفیۃ بالعراق. عراق میں حنفیت کی سلطانی آپ کی ذات پر منتہی سمجھی جاتی ہے آپ نے اصول کے باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا جس پر حنفیت کے فروعات کی تشکیل ہوئی ہے۔ (الفوائد البھیہ 107) آپ اپنے عہد کے مسلّم پیشوا اور راسخ العقیدہ حنفی تھے۔ لکھتے ہیں کہ۔ ہر وہ آیت جو اس طریقہ کے مخالف ہو جس پر ہمارے اصحاب ہیں وہ یا تو مؤول ہے یا منسوخ ہے!

(تاریخ فقہ اسلامی ترجمہ عبدالسلام ندوی طبع اعظم گڑھ صفحہ 421 سطر 12 تا 13)

اس طرح گویا انہوں نے حنفیت کو جمود کی نذر کیا اور اہلحدیثوں کی طرح قرآن کو سپریم لاء تسلیم نہیں کیا تاہم عقائد کے باب میں وہ حنفیت سے مطمئن نہیں تھا۔ ان کا علم اور زہد۔ عقیدۂ "توحید" میں رسوخ کی ضمانت فراہم کرتا ہے بلاشبہ وہ علمی دنیا میں بلند مقام پر فائز تھے شیخ ابو عبداللہ سے علمِ کلام حاصل کیا اور پھر اسی پر قائم رہے آپ کا یہ معمول تھا کہ۔ کان ابو الحسن لا یدخل منزلا فیہ مصحف علی غیر طہارۃ اعظاما لہ

جس گھر میں مصحف مجید رکھا ہوتا اس میں بغیر وضو کے داخل نہ ہوتے۔

(طبقات المعتزلہ صفحہ 8/130)

❁

147 ابو القاسم تنوخی کبیر (953م)

مجتہد علے الاطلاق۔ صاحبِ فہم و فراست علی بن محمد بن ابو الفہم داؤد بن ابراہیم بن تمیم ابو القاسم تنوخی کبیر (953م) قاضی تھے۔ ادیب تھے، شاعر تھے معتزلہ کے اصولوں کے راہبر تھے فقہ حنفی میں امتیاز حاصل کر

رکھا تھا زبردست فقیہ تھے بایں ہمہ اعتزال ان کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ زمانہ دراز تک بغداد میں رہے۔ وزیر علبی کے خاص ندیموں میں سے تھے۔ بصرہ اور اہواز کے قاضی رہے۔ تنوخ اور قضاء والوں کو آپ پر ناز تھا۔(وفیات الاعیان طبع مصر جلد 353/1. تاریخِ بغداد 77/12. الفوائد البهية صفحه 137)

❁

148 مسعودی (957م)

تاریخ، اخلاقیات، مذہب اور ثقافت میں اپنا مقام پیدا کرنے اور حقیقت آفرینی کی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والوں میں علی بن الحسین بن علی ابوالحسن مسعودی (957م) کا نام ہمیشہ اونچا رہے گا۔ ان کی بابت امام ذہبی لکھتے ہیں عداده فی اهل بغداد. نزل مصر مدة و كان معتزليا

ان کا شمار اہلِ بغداد میں ہوتا ہے مصر میں کافی عرصہ رہے عقائد میں پکے معتزلی تھے۔ (تذکرہ الحفاظ 3/70-220)

مسعودی کی کتابیں مسلمان اور یورپ والے یکساں طور پر پڑھتے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ مغرب میں بجا طور پر آپ کو عربوں کا ''ہیروڈیٹ'' پکارتے ہیں۔

(العرب والروم صفحہ 283)فوات الوفیات45/2۔لسان المیزان224/4۔تذکرہ الحفاظ 70/3)

❁

149 العسال (960م)

ابوعثمان محمد بن احمد بن ابراہیم الاصفہانی۔ العسال (960م)۔ دینی علوم کی ''پہچان'' تھے سب سے پیش پیش تھے اس کی بابت قاضی کا کہنا ہے کہ اس کا گھر صاحبانِ علم وفضل کا مرکز بنا ہوا تھا وقت کے بڑے بڑے فضلا مثلاً ابوالقاسم بلخی (931م) اور ابوبکر زبیری (---) جیسے قدآور علماء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اس کے باوصف خود عسال علمی مشاغل میں اس قدر مصروف رہتا تھا کہ کسی کو وقت نہ دے سکتا تھا۔ ادھر اصفہان پر آپ کی حاکمانہ حیثیت بھی تھی لوگوں سے سال میں صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی اپنے خاندان والوں سے ملنے کے لئے نکلتے تھے جس سے لوگوں میں بے چینی راہ پا گئی۔ 9ویں طبقے سے تھے۔

(ط۔م صفحہ 102-اخبارِ اصفہان 283/2-سیر اعلام النبلاء طبقہ نمبر 20)

❁

مسعودی

150 ابو الحسن البرذعی' (961م)

فاضلانِ علم وادب اور دانشورانِ قرآن میں ابوالحسن احمد بن عمر بن عبدالرحمان البرزعی (961م) ایک روشن حوالہ ہے۔ بغداد کے علمی حلقوں میں نہایت احترام سے آپ کا نام لیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ابوالعباس حلبی نے برزعی سے دریافت کیا کہ۔فعل سے پہلے استطاعت کے ہونے پر آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟ برزعی نے فرمایا۔اللہ کا یہ قول ہماری دلیل ہے۔قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک و انی علیه لقوی امین.

سلیمانؑ سے عفریت نے کہا کہ۔ میں اتنی دیر میں کہ آپ اپنی جگہ سے
اُٹھ کھڑے ہوں اس کا تخت لاسکتا ہوں! اور میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ میں اتنی سکت
ہے۔ (نمل، 39)

اس طرح اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ عفریت میں۔عمل (فعل) سے پہلے۔سکت موجود تھی۔ اس پر حلبی نے کہا۔ یہ جھوٹ ہے بالکل جھوٹ۔عفریت کا جھوٹ ہے جو نا قابلِ قبول ہے اس سے بڑا جھوٹ معتزلہ کی تصدیق ہے اس پر امام برزعی نے فرمایا۔ اللہ کی تصدیق اور۔سلیمان کے تسلیم کرنے کو جھوٹ کہنے کی آپ نے جرأت کیسے کی؟ معتزلہ دشمنی کے معنے یہ تو نہیں کہ آپ کو سب کچھ کہہ ڈالنے کا پروانہ مل گیا ہے۔ جب عفریت کی بات سن کر اللہ نے نہیں جھٹلائی۔اور سلیمانؑ نے انکار نہیں کیا؟ تو جھوٹ کیسے ٹھیری؟ اللہ نے دیگر مقامات پر بھی فعل سے پہلے۔استطاعت کی خبر دی ہے مثلاً فرمایالو استطعنا لخرجنا معکم

اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم (عملی طور) پر تمہارے ساتھ نکل
آتے۔ (التوبہ، 37)

پھر دوسرے مقام پر فرمایاو انهم لکاذبون (انعام 28۔مؤمنون، 90۔صافات، 152)۔تو تمہاری یہ جسارت کہ تکذیب کا تیر ہر جگہ چلائے جاؤ جبکہ اللہ نے تکذیب کا اشارہ تک نہیں کیا۔جبکہ تم نے اس کا انکار کیا جس کا انکار سلیمان نے بھی نہیں کیا؟ اس پر حلبی خاموش ہوگیا اور پھر بولنے کی جسارت نہیں کی۔ (طبقات صفحہ 90، صفحہ 91) ابن الندیم۔ کہتے ہیں کہ میں نے 340 ھجری میں برزعی کو دیکھا تھا انہیں مجھ سے پیار ہوگیا تھا۔متعہ کے خلاف ان کی کتاب نے بڑی شہرت پائی تھی۔

❁ (الفهرست ابن الندیم طبع مصر صفحہ 237)

151 ابو الطیب (961م)

ابراہیم بن محمد بن شہاب ابوالطیب (961م) بغداد کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے علمِ کلام آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ علماء سے ان کے مناظرے اور مباحثے مشہور ہیں۔ (ابن الندیم مقالہ الخامۃ)

❁

152 یوسف (975م)

یوسف بن الحسن بن عبداللہ اپنے والد حسن بن عبداللہ کی طرح قافلۂ فکرِ قرآنی کے راہی تھے ان کے والد نے لغت میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی جو نامکمل تھی یوسف نے اسے مکمل کر لیا تھا۔ (الوفیات، 350/2)

❁

153 ابو الجیش بلخی (977م)

مظفر بن محمد بن احمد عرف ابوالجیش بلخی (977م) بڑے عالم تھے۔ مناظر تھے۔ متکلم تھے قدری تھے اور جلد ساز تھے۔ (الذریعہ 507/1-وجلد237,236/2)

❁

154 السیرانی (979م)

قرآنی فکر و دانش کے بڑے راہوار امام حسن بن عبداللہ بن مرزبان السیرانی (979م) نحو و ادب کے قد آور امام تھے بغداد میں نائب قاضی کے ذمہ دار عہدے پر فائز تھے۔ پاکیزہ کردار (متعففا) تھے۔ ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے کتابت روزی کا ذریعہ تھا۔ عقیدۂ اعتزال کے راسخ شہسوار تھے۔

(تاریخ بغداد 341/7۔ وفیات الاعیان 130/1)

❁

155 ابو بکر جصاص (980م)

ابوبکر رازی احمد بن علی جصاص (980م) قرآن کے بڑے پیروکاروں میں سے تھے۔ حاکم کا کہنا ہے کہ فقہا میں نہ اِن سے پہلے اور نہ ان کے بعد ان جیسا فائق گذرا ہے نہ علم میں نہ تقویٰ میں نہ تصنیف میں نہ تحریر

میں ۔قاضی القضاۃ بنائے جانے کی پیشکش ہوئی شانِ بے نیازی سے ٹھکرا دی وہ بہت بڑے صاحبِ تصانیف تھے وہ لوگوں کو توحکم دیتے کہ فقہ کی کتابیں لکھیں مگر خود۔علمِ کلام کی کتابیں لکھتے اور کہتے تھے کہ۔علمِ کلام کی کتابت اور تدوین کے ذریعہ میں قربِ الٰہی کا مستحق بن جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے احکام القرآن لکھ کر جہاں احناف کو زندۂ جاوید بنا دیا وہاں ان کے چہرے پر یہ داغ بھی دھوڈالا کہ ان لوگوں کو قرآن نہیں آتا آپ حنفی ۔قدری تھے۔

(الجواہر المضیئة جلد 84/1)

❁

156 جُعل. الکاغذی (980م)

الحسین بن علی بن ابراہیم ابوعبداللہ عرف ''الجعل'' ایک بڑے قدآور عالم تھے زرکلی لکھتے ہیں ۔فقیہ من شیوخ المعتزلة . کان رفیع القدر انتشرت شهرته فی الاصقاع و لا سیما خراسان

فقیہ تھے معتزلہ کے قدآور اور بڑی وجاہت والے شیخ تھے ۔خراسان اور اس کے نواحیات اور بیابانی علاقوں میں خوب نام کمایا۔ابوحیان کہتے تھے کہ بڑے دل جلے تھے گفتگو کے تمام زاویوں پر حاوی تھے ۔بایں ہمہ مخالف سے بات کرتے وقت کُھلے ظرف کا مظاہرہ نہ کر سکتے تھے۔قلم کے دُھنی تھے لکھتے جاتے اور تھکتے نہ تھے تدریس میں بے مثل قوت کا اظہار فرماتے تھے۔

(زرکلی 266/2 بحوالہ۔المنتظم ۔101/7-شذرات الذهب 68/3)

❁

157 عبدالغفار الفارسی (987م)

حسن بن احمد بن عبدالغفار الفارسی (987م) علوم عربیہ کے باکمال راہی تھے۔التذکرہ کے نام سے بیس جلدوں میں علوم کا تعارف کرایا۔معتزلی تھے۔

(زرکلی 194/2 ۔نیز وفیات الاعیان 131/1 ۔انباہ الرواۃ. 273/1)

❁

158 المیزوکی

ابوالقاسم احمد بن علی المیزوکی منفرد صلاحیتوں کے مالک تھے علمِ قرآن و دیگر علوم، ادب، لغت کے

ماہر تھے علمی زندگی میں متورع اور پاکیزہ تھے نیشاپور وارد ہوئے تو صاحب بن عباد (995م) نے اسے اپنے ہاں بُلوانے کی استدعا کی تو اُسے جواب میں منظوم خط لکھا کہ

قل للذی لقب یا لصاحبِ — و لستُ فیما قلتُ با للاعیب

تعتمد العدل ولا ترعوی — اُفّ لهٰذا القولِ من کاذب

و تدعی انک مستبصر" — یا شاهدا فی صورة الغائب

عاریتُ من والیتُ ان لم اکن — منک و من فِعلک فی جانبِ

مفہوم:- جس نے الصاحب کے لقب سے شہرت پائی ہے اسے کہہ دو کہ میں فضول بولنے کا عادی نہیں ہوں دُکھ تو اس بات کا ہے کہ تم "عدلی" ہونے پر یقین کر لینے کے باوصف عدل کی آبیاری سے قاصر ہو۔ تو کیا یہ تمہارا جھوٹا دعویٰ نہیں؟

تم اپنے بارے میں بڑی دیدہ ریزی کا دعویٰ کرتے ہو جبکہ نظر ہمیشہ اس پر رکھتے ہو جو نظر سے غائب ہے یعنے خام خیالی اور سراب پر نظر رکھتے ہو جو حقیقت میں وجود ہی نہیں رکھتے۔

میں تمہاری جاہت سے غرض نہیں رکھتا اگر چہ تمہارے فعل اور عمل سے یکسو بھی نہیں ہوں۔

آپ بارہویں طبقے سے تعلق رکھتے اور بڑے لوگوں کی ندیمی اور ہم نشینی سے دور بھاگتے تھے۔

(ط۔م صفحہ 117-118)

❀

159 علی الجامع

ابوالحسن علی بن عیسےٰ۔ عرف "الجامع" تفسیر اور علمِ کلام کے بڑے جامع تھے فقہ، حدیث علوم قرآن، صرف ونحو، لغت اور ادب غرضے کہ تمام علوم ان میں جمع ہو گئے تھے وہ ایک معنے میں "جامع العلوم" تھے اور بجا طور پر "علی الجامع" کے لقب سے شہرت پائی تھی جب صاحب بن عباد (995م) سے کہا گیا تم نے تفسیر کے موضوع پر بھی کچھ لکھا ہے؟ تو جواب میں کہا کہ۔ علی بن عیسےٰ نے کوئی کسر چھوڑی ہوتی تو میں لکھتا۔ یہ علی الجامع دسویں طبقے سے تھے مالی حیثیت صفر تھی مگر تنگدستی میں بھی شانِ بے اعتنائی وشانِ کج کلاہی نمایاں تھی وہ اپنی تفسیر کو بہت بڑے "بُستان" سے تشبیہ دیتے تھے جس میں سایہ تھا۔ گھاس کے تختے تھے، پودے تھے، پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ نیز ہر فن اور علم سے حصہ وافر پایا تھا۔ سیبویہ (779م) کی شرح کی۔ اخشید (936م) پر تشریحی نوٹ لکھے۔

❀

(ط۔م صفحہ 110)

160 ابو الفضل کشی

معتزلہ کے علمائے بارزین میں علامہ امام ابوالفضل الکشی معتزلہ کے نویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے ابو علی (916م) کے پسندیدہ شاگرد تھے۔ تین کتابیں لکھیں اور اپنے موضوع کے لحاظ سے تینوں ہی لاجواب اور بے مثل تھیں۔ I. المخلوق ___ II. الاستطاعة ___ III. الارادة ___ اور یہ تینوں مسائل معتزلہ کے بنیادی مسائل ہیں۔

❁

161 اسماعیل البستی

امام ابوالقاسم اسماعیل بن احمد البستی نیز ابوعلی قاضی محمد بن عبدالجبار (916م) سے منسلک تھے زیدی تھے لیکن عقائد اور کلام میں اپنے اُستاد ابوعلی کی کُھل کر حمایت کرتے تھے۔ اور اسی نے معتزلہ کے جانی دُشمن قاضی ابوبکر باقلانی سے اعتزال کی حقانیت پر مناظرہ کر کے باقلانی کو شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ آپ کا تعلق بھی معتزلہ کے نویں طبقے سے تھا۔

❁

162 سعید باھلی

ابوعمر وسعید بن محمد باھلی کی بابت قاضی عبدالجبار الہمدانی (1025م) فرماتے تھے کہ باھلی علمِ کلام میں یگانۂ روزگار تھے۔ شعر۔ اور گذشتہ زمانے کے حالات پر کامل دسترس رکھتے تھے جبائی (916م) کے شاگرد تھے اور جبائی ہی کہتے تھے میرے نزدیک ایسی صلاحیتوں والا آدمی قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ آپ کا تعلق نویں طبقے سے تھا عمر بھر اپنے اُستاد جبائی کے پاس رہے جب کبھی اپنے گھر والوں سے "عسکر" میں ملنے جاتے، پھر سیدھا استاد کے پاس پہنچ جاتے اور کہیں نہ جاتے یہ اپنے استاد ابوعلی جبائی کی باتوں کا اِملا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ۔ ابوعلی کے دقیق نکتے اور اس کا تمام کلام جو باھلی نے ڈکٹیٹ کر رکھا تھا یاد بھی کر رکھا تھا۔ لوگوں کو ہمیشہ نرمی اور خوشگواری سے دین کی باتیں سمجھاتا تھا جب سُنتے کہ فلاں آدمی باھلی کو بُرا بھلا کہتا ہے تو اس سے نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آتے۔

کہتے ہیں کہ باھلی کا ماموں مجبری تھا اس نے محسوس کیا کہ لوگ کہیں اسے باھلی کے مسلک کا تصور نہ کریں۔ بنابریں اس نے ایک دفعہ اپنے بھانجے باھلی سے کہا کہ۔ آپ جتنا کچھ ہمارے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھیں مگر ہیں تو ہم میں سے؟ لہٰذا آپ کو چاہئے کہ اپنے خویش و خاندان سے الگ تھلگ نہ ہوں۔ اس پر

ابوالحسن برذعی (961م) نے اس کے ماموں سے کہا کہ اتنا انتقامی لہجہ استعمال کرنے کے بعد بھی آپ اُمید رکھے ہوئے ہیں کہ وہ آسانی سے اپنا مسلک چھوڑ دے گا کتنی غلط اُمید ہے؟ اس پر باھلی کے ماموں نے کہا میں تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا یہ ہمارا کتا ہے اس سے مناظرہ کرلو۔ وہ کتا دراصل مجبرہ کا سردار تھا جس نے فخریتا۔ کلب السنۃ۔ اپنا لقب اختیار کیا تھا۔ اس پر ابوالحسن برزعی نے کہا۔ ہم انسانوں سے بات کرسکتے ہیں کتوں سے نہیں۔ (ط۔م۔صفحہ 97) معتزلہ کی ضد میں کوئی کتا بنے خواہ انسان۔ سعید بہرحال پکے مسلمان تھے معتزلی تھے اور قرآنی دانشور تھے ابن عمر لکھتے ہیں۔ من کبار المعتزلہ۔ باہلی قدآور معتزلہ میں سے تھے۔

(لسان المیزان 360/5) ❁

163 عبداللہ . الرامهرمزی

رامہرمز کی جامع مسجد کے امام ابومحمد عبداللہ بن العباس رامہرمزی امام ابوعلی محمد بن عبدالوہاب (916م) کے عقائدی ہم سفروں میں سے تھے جو گاہے بہ گاہے ان کے پاس پہنچ کر فیضیاب ہوتے تھے قاضی عبدالجبار واقعہ بیان کرتے تھے کہ رامہرمزی کا بڑا علمی مقام تھا اور میں اکثر اس کی مسجد میں جایا کرتا تھا بلکہ میں نے اپنی ضخیم تفسیر "المغنی" کی تالیف کی ابتدا بھی اسی مسجد ہی میں کی تھی۔ امام رامہرمزی بلاشبہ عقلیات کے امام تھے معتزلی تھے 9ویں طبقے سے تعلق تھا بڑے خوشخط تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 98 وصفحہ 90)

164 عبداللہ اللبّاد

ابومحمد عبداللہ بن سعید اللباد معتزلہ کے 12ویں طبقے سے وابستہ تھے قاضی عبدالجبار (918م) کے ساتھیوں میں سے تھے۔ قاضی نہ ہوتے تو ان کی غیرموجودگی میں درسِ قرآن بھی وہی دیتے تھے انہوں نے عقلیات کی حمایت میں "النکت" جیسی شاہکار کتاب لکھی ❁ (ط۔م صفحہ 116)

165 دُخترِ جبائی

شعور اور خرد کی دولت سے صرف مرد ہی مالامال نہیں ہوئے ان کے پہلو بہ پہلو خواتین بھی عقل و دانش سے حصۂ وافر پاتی رہی ہیں ابوعلی جبائی کی بیٹی اور ابوہاشم جبائی صغیر کی بہن۔ بڑی عالمہ تھیں علم کے میدان میں بہت آگے تھیں انہوں نے اپنے والد ابوعلی سے بہت کچھ سیکھا وہ والد سے جو مسئلہ دریافت کرتیں اس کے جوابات کو ذہن اور حافظہ کا حصہ بنالیتیں وہ اپنے عہد میں عورتوں کو حسبنا کتاب اللہ کے متن کے مطابق

تیار کرتیں اور نورِ قرآن سے سب کا سینہ منور کرتیں۔ ❁

166 قاضی ابو نصر محمد بن سهل

قاضی ابونصر محمد بن محمد بن سہل۔ خراسان اور عراق میں یکساں شہرت رکھتے تھے شیخ ابو حامد اسحاق کے شاگرد تھے معتزلی تھے۔ ❁ (ط۔م صفحہ 130)

167 ملاحمی

ابوالحسین البصری محمد بن علی۔ اصولِ فقہ کے بڑے امام تھے ان کے شاگردوں میں محمود بن ملاحمی جو کہ بارہویں طبقے میں سے تھے۔ علمائے متاخرین میں سے تھے بلکہ استاد تھے بہت احترام سے دیکھے جاتے تھے امام یحییٰ بن حمزہ۔ اکثر امامیہ اور مجبرہ میں سے امام فخر رازی اس کی رائے کا احترام کرتے تھے۔

❁ (ط۔م صفحہ 119)

168 ابو الحسین الطوائقی

ابوالحسین الطوایقی بغداد کے بڑے صاحبِ علم تھے اصولِ فقہ کی مبادیات، فروع اور استخراجات کے تمام "مظانات" سے بخوبی آگاہ تھے امام شافعی کے مسلک کے تھے دسویں طبقے سے وابستہ "عدلی" تھے۔

❁ (ط۔م صفحہ 108)

169 ابو القاسم العامری (991)

علم الکلام کے جری مجاہد اور مناظر ابوالقاسم العامری (991) سُرمن رائے۔ کے باشندے تھے۔ علمِ کلام کی جوئے رواں تھے ایک بار حبال الرازی (...) نے دریافت کیا کہ۔ کیا وجہ ہے کہ آپ قدرت کی تعریف میں کہتے ہیں کہ

> "جو توانائی کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود میں لائے اسی کا نام قدرت ہے۔"

عامری کہتے ہیں۔ اگر قدرت کی یہ تعریف نہ کی جائے تو یہ قدیم سے متعلق ہو جائے گی۔ اور اللہ کی طرح قدرت بھی جامۂ قدامت میں نمودار ہوگی۔

عامری کی وضاحت پر بات ختم ہوگئی۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 102)

انہوں نے اعتزال کی بابت تفصیلی کتاب لکھی تھی۔ نام تھا "التقریر۔ لا وجہ التقدیر" یہ بنیادی طور پر منطق اور فلسفۂ یونان کے شارح تھے۔ سن وفات غالباً ۹۹۱ تھا۔

(ابن مسکویہ 277/6۔ ارشاد الاریب 411/1۔ معجم الادبار 122/19)

❋

170 ابو الحسن الرمانی (994م)

جنہوں نے قرآن کے پیغام کو اپنے رنگ میں مقبول کیا اور روایات و ملفوظات کی کثافت سے کلام خدا کو پاک سمجھا ان میں امام۔ علی بن عیسےٰ بن علی بن عبداللہ ابوالحسن الرمانی (۹۹۴م) کا نام نمایاں ملے گا۔ آپ کا نحویوں سے تعلق تھا زبردست معتزلی اور برملا دانش قرآن کو فروغ دینے والے عالم تھے آپ نے معتزلہ کے استدلال کے بارے میں "صنعۃ الاستدلال فی الاعتزال" کے نام سے سات جلدوں میں ضخیم مجموعہ چھوڑا علاوہ ازیں کتاب التفسیر لکھ کر معتزلہ کے خزانۂ استدلال کو براہین و دلائل سے مالا مال کر دیا۔

❋

171 محسن تنوخی (994م)

المحسن بن علی بن محمد بن ابی الفہم داؤد التنوخی (۹۹۴م) بڑے ادیب تھے سخن سنج اور روزین الرائے تھے قاضی تھے۔ بصرے میں پیدا ہوئے اور بصرے ہی میں جوان ہوئے جزیرہ میں قاضی مقرر ہوئے اضافی امور بھی انہی کے سپرد تھے اور پھر بغداد میں سکونت اختیار کی اور بغداد ہی میں وفات پائی قد آور معتزلی تھے۔

❋

172 محمد المرزبانی (994م)

محمد بن عمران بن موسے ابوعبیداللہ المرزبانی (۹۹۴م) خراسانی تھے مؤرخ اور ادیب تھے۔ جائے ولادت و وفات بغداد میں تھا عقیدے کے راسخ معتزلی تھے۔ عضدالدولہ اس کا بیحد احترام کرتا تھا۔

(الوفیات 507/1۔ تاریخ بغداد 135/3۔ میزان الاعتدال 114/3)

❋

173 ابو القاسم الطالقانی (995م)

اسماعیل بن عباد بن العباس ابو القاسم الطالقانی (995م) علم وادب میں اپنے عہد کے نابغہ تھے۔ رائے کی اصابت یعنے پختہ فکری اور تدبیرِ امور میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ثعالبی کہتے تھے علم وادب میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ جود وسخا میں اپنی شان کے آدمی تھے غرض بہت سی خوبیوں اور عمدہ خصائل کے مالک تھے قابلِ فخر باتیں ان کی ذات میں جمع تھیں آپ نے 7 جلدوں میں ''محیط'' کے نام سے لغت بھی لکھا تھا۔ سب سے بڑی خوبی یہ کہ وہ جواب اتنا جامع و مانع دیتے کہ انسان محوِ حیرت رہ جاتا آپ نہ صرف علم دوست تھے معتزلہ نواز بھی تھے۔

(معجم الادبا طبع مصر 273/2 ـ 343 ـ ابن الوردی 312/1 ـ ابن خلدون 466/4)

❁

174 محمد حارثی (996م)

محمد بن علی بن عطیہ ابو طالب الحارثی (996م) دو متضاد وصفوں کے حامل تھے صوفی بھی تھے اور معتزلی بھی یعنے خود ہی کپاس تھے اور خود ہی آگ۔ یعنے کہ لوگوں کے معیار سے ہٹ کر بات کرتے تھے۔

❁ (وفیات الاعیان 491/1 ـ تاریخ بغداد 89/3)

175 عبداللہ الاسدی (997م)

عبداللہ بن محمد بن جرد ـ ابو القاسم الاسدی (997م) کے بارے میں زرکلی لکھتا ہے معتزلی من العلماء بالعربیہ ـ موصل میں ادب عربی پر عبور رکھنے والے معتزلی عالم تھے۔

❁ (354/4 بحوالۂ ارشاد الاریب 5/5)

176 ابن خلّاد

ابوعلی خلاد بن محمد بن خلاد ـ جس نے کتاب الاصول لکھ کر نام کمایا عسکر میں ابو ہاشم سے تعلیم حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے بغداد کا سفر کیا پہلے بہت کم فہم تھے اور اپنی اس خامی پر روتے تھے ۔ تاہم محنت اور جد جہد پر زور دیا ذہن کھُل گیا پھر ایسا ہوا کہ ہم عصروں کے مقابل زیادہ فائق نکلے قاضی عبدالوہاب (916) کا

کہنا ہے کہ۔ بصرے کے قیام کے دوران اس کی خالد بن محمد بن ابراہیم بن شہاب ابوالطیب سے ملاقات ہوئی جو ''مرجیہ'' تھے وعید کی بات کی۔ ان کے نزدیک اللہ وعید کے بارے میں اپنے حتمی وعدے میں تخفیف کرے گا۔ جبکہ اللہ کی بات جس طرح وعدے میں حتمی ہے وعید میں بھی وہی وزن رکھتی ہے۔ (ط۔م صفحہ 105)

معتزلہ میں طبقات کے لحاظ سے دسویں طبقے کے پہلے نمبر کے معتزلی تھے۔ (صفحہ 105)

❁

177 محمد بن حنیف

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حنیف بصرے میں پیدا ہوئے۔ ابوعبداللہ بصری کے شاگرد تھے۔ بڑے علمی رُتبے پر فائز تھے اصول وفقہ اور مناظرے میں متعدد تصنیفات لکھیں۔ معتزلہ کے 11 ویں طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ (ط۔م صفحہ 115)

❁

178 النجار

ابوحامد احمد بن محمد بن اسحاق۔ النجار۔ نے قاضی ابونصر بن سہل، محمد خوارزی اور ابوالحسن راہوازی سے تعلیم حاصل کی پھر ''رے'' چلا گیا۔ اور قاضی القضاۃ کے زیرِ تعلیم رہے 12 ویں طبقے سے تھے۔

(ط۔م صفحہ 118)

❁

ابتدائی صدیوں کے دیگر دانشورانِ قرآن کا اِجمالی تذکرہ

ناظرینِ محترم :- قرآن کا بول بالا کرنے والے عملاً بے شمار اہلِ علم ہیں ان کے تعارف کے لئے وسیع پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے جبکہ میں کمزور، ناتواں، رنجور اور دائمی نسیان کا مریض ہوں اتنی ذمہ داری کا بوجھ نہیں سہار سکتا بلکہ میں کیا اس موضوع پر وسائل پر دسترس ہونے کے باوصف جس نے بھی دشت پیمائی کی جلد ہی آبلہ پائی کا شاکی نکلا اس کی ہمت جواب دے گئی وہ تھکا ماندہ ہو کر رہ گیا امام احمد بن یحییٰ (1437م) جو اس میدان کے شہسوار تھے لکھتے ہیں۔ لما فرغنا من ذکر طبقات الفقھاء ترجّح لنا ذکر فصل غریب فی تفصیل القائلین بالعدل و التوحید من علماء الحدیث و ائمة النقل لیظھر ان اھل ھذہ العقیدة ھم اشھر المشھورین من ھذہ الامته بالفضل علما و روعا

> ہم جب فقہائے مسالک کے تمام طبقوں کے ذکر سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ حدیث و روایات کے حاملین جو عدل اور توحید کا عقیدہ رکھتے تھے ان کا ذکر بھی ہو جائے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ان کے یہ لوگ آفتابِ شہرت کے درخشندہ ستارے تھے زیادہ فضیلت، زیادہ تقویٰ اور زیادہ ''ترمعاصی'' سے بچے ہوئے تھے۔

(طبقات المعتزلہ مصنفہ احمد بن یحییٰ طبع بیروت صفحہ 133)

اس طرح یہ ناچیز بھی جتنے صاحبانِ علم و فضیلت کا توحیدیوں، قدریوں، عدلیوں اور معتزلہ کے حوالے سے ذکر کر چکا ہے مزید کا اجمالی تذکرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہ اب تفتیش اور تلاش کی میری تنگ دامانی اجازت نہیں دیتی چنانچہ اس کے لئے معتزلہ کے چھ مراکز کا اجمالی تعارف حاضر ہے۔ ابتدا مدینۃ النبی ﷺ سے کر رہا ہوں۔

اس گروپ میں غالی شیعہ بھی ہیں اور معتدل مزاج زیدی بھی۔ اہلِ روایات بھی ہیں اور مقلد بھی یعنے اپنے مسلک کے پابند بھی اور عقیدتاً نظریہ توحید و عدل کے متوالے بھی۔ رجال کے محاذ پر کمزور بھی اور توانا بھی۔ اس طرح مدینہ منورہ میں ''اعتزال'' سے فیضیاب 29 شخصیات کا سُراغ مِلا ہے جس میں سے سات کا ذیل کے نمبروں میں تعارف ہو چکا نمبر 13، نمبر 39، نمبر 67، نمبر 73، نمبر 47، نمبر 11، اور نمبر 42 دیگر کی تفصیل اس طرح ہے۔

179 سفیان ثوری (778م)

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری (778م) کے بارے میں لکھا ہے کان سید اهل زمانه فی علوم الدین والتقوىٰ زمانے بھر میں علم وتقوے کے سردار شمار ہوتے تھے۔ اپنے حافظہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ ما احفظت شیئا فنیسته میں نے ایسی کوئی چیز یاد ہی نہیں کی جو بعد میں میرے حافظہ سے محو ہوگئی ہو۔ شائستہ عدلی تھے۔ (ابن الندیم جلد 225/1- ابن سعد 257/6 . تاریخ بغداد 151/9)

❋

180 تا 183

سعید بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف ______ عبدالحمید بن جعفر جو حدیث میں بھی ثقہ تھے اور اعتزال میں بھی پختہ ______ قاسم بن عباس اللیثی ہاشمی المدنی اعتزال میں شہرت رکھتے تھے ______ ابن اسحاق محمد بن یسار ابوبکر المخزومی المدنی احد الاعلام قال ابو دائود قدری ومعتزلی (765م)

❋

184 قاضی شریک (794م)

قاضی۔ شریک بن عبداللہ بن الحارث (794م) حافظہ اور ذکاء میں کمال رکھتے تھے۔ علم وتقویٰ کو آپ پر ناز تھا فتویٰ میں کمال درجہ کی احتیاط برتنے والے معتزلی تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ 214/1- البدایة والنهایة 171/10- میزان الاعتدال 444/1)

❋

185 تا 188

صفوان بن سلیم جو کثیر الروایت بھی تھے اور برملا معتزلی بھی ______ نون بن زید ______ شمر بن عباد ______ محمد بن الحسن۔

❋

189 محمد بن عجلان (757م)

محمد بن عجلان کے بارے میں ذہبی نے لکھا ہے کان ابن عجلان من الرفعاء والائمة اولی الاصلاح و التقوی والفتوی ۔ ابن عجلان رفیع المنزلة اور تقویٰ اور اصلاح کے حاملین میں سے تھے

آپ کے فتوی پر لوگ اعتماد کرتے تھے۔ اپنی والدہ کے پیٹ میں تین سال سے زیادہ عرصہ رہے 757 میں فوت ہوئے (تعجب ہے کہ 3 سال تک ماں کے پیٹ میں رہے پھر ابنِ عجلان یعنے جلد باز بھی مشہور ہوئے؟)

(میزان الاعتدال ذهبي جلد 103,102/3)

190 تا 193

ولید بن کثیر المدنی الاسلمی ۔ قدری تھے ۔ زیادہ تر مکے میں رہتے تھے ـــــ ابو مرد ود ـــــ عبدالرحمان بن یمان ـــــ امام مالک کے چچا سہیل بن نافع بن مالک ۔

194 صالح بن کیسان (757م)

صالح بن کیسان کی بابت لکھا ہے المدني المؤدب ابنا عمر بن عبدالعزيز بن فقها المدينة الجامعين بين الحديث و الفقه ۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دو بیٹوں کے اتالیق تھے۔ مدینہ منورہ کے ان فقہا میں سے تھے جو بیک وقت حدیث اور فقہ کا علم رکھتے تھے ۔ معتزلی تھے 757 میں فوت ہوئے ۔

(تهذيب التهذيب 399/4- تهذيب ابن عساكر 378/6)

195 تا 197

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص ـــــ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ المدنی الاسلمی ۔ پختہ شعار قدری تھے 878 میں فوت ہوئے ـــــ عبداللہ بن ابی لبید الثقفی عابد، ثقہ۔ الا انه قدري يكنى ابو المغيره ۔ عبداللہ ثقفی یوں تو ثقہ تھے مگر قدری تھے ۔ (ذهبي 64/2)

198 نفس ذکیہ (762م)

امام محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین عرف نفس ذکیہ (762م) پارسا۔ پاکباز اور علوم کے دریا بے کنار تھے آپ امامت کے اُمیدواروں میں سے تھے لڑ بھڑ کر خلیفہ منصور کے کچھ لوگوں کو تابع بھی بنالیا تھا اور زندگی کی حرارت سے محروم بھی کیا تھا تاہم احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے تاریخ بتلاتی ہے کہ ان الامامين

مـالـكـا وابـاحـنـيـفـه كـانـا يريان امامة نفس الزكية اصح من امامته المنصور . وعرف الـمـنـصـور ذالک فـاذاهما ضرباً مالكا علے الفتيا في طلاق المكره وحبس ابا حنيفهٔ علے القضاء

امام مالک اور ابوحنیفہ نفس ذکیہ کے لئے نرم گوشہ رکھتے اور کہتے تھے کہ خلیفہ منصور کے مقابل نفس ذکیہ کی امامت برحق ہے۔ چنانچہ منصور کو دونوں کی رائے کا پتہ چل گیا۔ امام مالک کو تو زبردستی طلاق واقع نہ ہونے کے فتوے پر پٹوایا اور امام ابوحنیفہ کو حبسِ دوام میں رکھا۔

(ابن خلدون 190/3- ابن اثیر 201/5- شذرات الذهب 213/1)

199 تا 200

محمد بن عبداللہ بن مسلم الزھری (772م) مالدار تھے بیٹے نے نوکروں سے مل کر قتل کر دیا تھا______

جعفر بن محمد الصادق بن علی بن الحسین الہاشمی ابوعبداللہ۔ بڑے عظیم انسان تھے اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

مکہ معظمہ

اعتزال پسندوں کے دوسرے مرکز مکۃ المکرمہ کے 12 حاملینِ توحید وقرآن میں سے نمبر 29 و نمبر 67 کا تعارف ہو چکا۔ آیئے دیگر سے ملئے۔

201 مسلم زنجی (790م)

مسلم بن خالد الزنجی (790م) فقیہ اہلِ مکہ تھے۔ الساجی کہتے ہیں کـان یـری القدر. معتزلی تھے۔ ازرقی کہتے تھے کان فقیها یصوم الدهر۔ فقیہ تھے سال بھر روزے سے رہتے تھے۔ ابراہیم حربی کہتے تھے کان فـقـیه اهل مکة ۔ مکے والوں کے فقیہ تھے۔ یہ اپنے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں ملـعـون من اتی الـنـسـاء فـی ادبـارهـن. جو اپنی بیویوں کا پچھلا راستہ چلتے ہیں ان پر لعنت ہے (میـزان الاعـتـدال 165/3) جبکہ ابن حجر (1451) روایات کا جنگل اُگا کر ثابت کرتے ہیں کہ بیویوں کی دبر کو بڑے بڑے قدآور

لوگ استعمال کرتے آئے ہیں اس کا انکار کیسے ہوسکتا ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ کے ممدوح امام بخاری اور امام ذہلی بھی عورتوں کی دُبر زنی کو حرام کہتے تھے۔ اس کے جواب میں اِرشاد ہوتا ہے کہ یہ بخاری اور ذہلی کون ہوتے ہیں اور اتنے سارے قد آور لوگوں کے مقابل ان کی حیثیت کیا ہے؟۔ یہ خالد بہت سفید رنگ تھے لہٰذا انہیں زنجی (کالا) مشہور کیا گیا۔ بلکہ ہمارے ہاں بھی یہی رواج پایا جاتا ہے کہ بہت سفید رنگ آدمی یا بچے کو کالا کہتے ہیں پیار سے بھی اور نظر نہ لگ جانے کی وجہ سے بھی۔

(طبقات الفقہا صفحہ 48. تذکرۃ الحفاظ ذہبی 236/1)

❁

202 تا 210

عبداللہ بن نجیح ____ زکریا بن اسحاق۔ ثقہ تھے قدری تھے (میزان الاعتدال 248/1) ____ سیف بن سلیمان المکی ثقہ تھے قدری تھے (میزان الاعتدال 437/1) ____ معروف بن ابی معروف حدیثوں میں کمزور تھے ____ ابراہیم بن نافع المکی عطاء کے ساتھی ثقہ تھے ____ سلیمان بن ابی مسلم ____ عطاء بن یسار المدنی ____ امام مجاہد بن جبر ایک قد آور مفسر اور ثقہ عالم ابوالحجاج المکی (722م) ____ یہ سبھی اہلِ روایات سُنی فکر کے دانشورانِ قرآن یعنے معتزلی تھے۔

❁

211 ابن طاؤس (750م)

عبداللہ بن طاؤس بن کیسان الہمدانی (750م) حدیث کے ثقہ راویوں میں سے تھے۔ (تہذیب التہذیب 267/5) قد آور معتزلی تھے۔ محترم تھے۔

❁

شامی اعتزال پسند

قرآن کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے والے شامی اعلام اسلامی کا نمبر 19، نمبر 17، نمبر 30، نمبر 135 اور نمبر 23 کا تعارف ہو چکا اب دیگر سے ملئے۔

212 ثور بن یزید الحمصی (770م)

ثور بن یزید الحمصی الکلاعی ابوخالد (770م)۔ثقہ محدثین اور حفاظِ حدیث میں شمار ہوتے تھے اور ان کا شماران جہابذۂ علم وفضیلت میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن کی راہ میں بڑے دُکھ جھیلے اور اذیتیں برداشت کیں زرکلی لکھتا ہے کہ۔کان محدث حمص و کان قدریا فاخوجه اهل حمص لذالک من بلدهم سحبا . واحرفوا داره فانتقل الی المدینة

حمص کے بڑے محدث تھے قدری ہونے کی وجہ سے حمص والوں نے انہیں شہر بھر میں گھسیٹتے ہوئے باہر نکال دیا اور ان کے گھر کو آگ لگادی وہ بے کس و بے بس ہوکر مدینۃ النبی ﷺ کی طرف چلے گئے۔

(بحوالۂ تھذیب التھذیب 36/2- شذرات الذھب 234/1)

❁

213 تا 230

طلحہ بن یزید ـــــ برد بن سنان ابوالعلاء الدمشقی ۔۔۔صدق شعار قدری تھے ـــــ عبدالرحمان بن یزید بن جابر ابوعتبہ الاسدی الداوانی۔الدمشقی ثقہ علماء میں سے تھے (768م) ـــــ یزید بن یزید بن جابر ـــــ سعید بن بشیر (784م) قدری تھے بصرے میں تعلیم پائی ولادت اور وفات دمشق کی تھی (تھذیب التھذیب 8/4- تھذیب ابن عساکر 121/16) ـــــ عبدالرزاق بن ھمام (827م) ـــــ حسان بن عطیہ ثقہ تابعی تھے قدآور اور قدیم قدریوں میں سے تھے (میزان الاعتدال 122/1) ـــــ علاء بن حریث دمشق کے بڑے فقیہ تھے (753م) ـــــ عبید بن الحکیم ـــــ ثابت بن ثور ـــــ ابووھب ـــــ عبدالرحمان السلمی ـــــ عبداللہ بن یزید السلمی ـــــ محمد بن ابی منان القزاز (835م) ـــــ یحیٰ بن عبدالعزیز ـــــ ابوخالد ـــــ یحیٰ بن حمزہ دمشق کے قاضی جو راست گو قدری تھے تیس سال محکمہ قضاء سے وابستہ رہے (799م)۔(تذکرۃ الحفاظ 294/1 . مرأۃ الجنان 396/1) ـــــ محمد بن راشد المکحول الشامی قدری تھے (میزان الاعتدال 159/3) ابوعالم کہتے تھے کہ رافضی تھے مگر ذہبی کہتے تھے فکیف یکون دمشقیا ۔دمشقی ہوکر رافضی کیسے ہوسکتے تھے؟ جو کچھ بھی تھے قرآن والے تھے 888م میں فوت ہوئے۔

❁

231 علقمه بن قیس النخعی (681م)

علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک النخعی (681م) تابعی تھے علم کے بحرِ بیکراں تھے معتزلہ کے دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی حینِ حیات پیدا ہوئے تھے بہت قدآور فقہی دانشور تھے۔ ''فقیہ العراق'' کے امتیازی لقب سے شہرت پائی تھی۔

(ط۔ م صفحہ 16 تہذیب التہذیب 276/7 ۔ تذکرۃ الحفاظ 45/1)

❁

232 وکیع بن جراح (812م)

وکیع بن جراح بن ملیح الرواسی 812۔ بلند پایہ محدث اور قدری تھے مروان بن معاویہ نے کچھ رافضیوں کی فہرست بنا رکھی تھی یحییٰ بن معین نے مروان سے کہا وکیع تم سے اچھا تھا۔ مروان نے کہا مجھ سے اچھا؟ میں نے کہا جی ہاں!! اس پر وہ چپ ہوگیا اور مجھے کچھ نہ کہا۔

(تذکرۃ الحفاظ 282/1-حلیۃ الاولیا 368/8-تاریخِ بغداد 466/13)

❁

233 تا 234

ولید بن مسلم ابوالعباس الدمشقی۔ (810م) اہلِ شام کے قدآور عالم تھے اتنے بڑے فرزانہ کہ امام احمد بن حنبل کو کہنا پڑا کہ۔ مارأیت فی الشامیین اعقل منہ۔ میں نے شامیوں میں وکیع سے زیادہ عقل والا نہیں پایا۔ (تذکرۃ الحفاظ 278/1- تہذیب التہذیب 151/11- غایۃ النہایہ 360/2)

وضین بن عطاء الشامی ابو کنانہ کوسوسی (762م) بڑے علم والے قدری تھے۔

❁

بصرہ (مرکزِ اعتزال)

مدینہ منورہ کی طرح معتزلہ کا دوسرا آبائی وطن بصرہ تھا جو عرب و فارس کے سنگم پر واقع تھا ان میں سے۔ ذیل کا تعارف ہو چکا، نمبر 65، نمبر 102، نمبر 94، نمبر 36، نمبر 22، نمبر 53، نمبر 75، نمبر 106، نمبر 177، نمبر 91، نمبر 41، نمبر 172، نمبر 167، نمبر 120، نمبر 134، نمبر 43، نمبر 44، نمبر 49، نمبر 60، نمبر 81، اور نمبر 27۔ یہ تقریباً سبھی یا زیادہ تر مجتہد اور زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اب دیگر سے ملئے جن میں ہر

سطح کے علما ملیں گے جو قابلِ فخر بھی ہونگے اور باعثِ ندامت بھی۔

235 حسن بصری (728م)

حسن بن ابی الحسن بصری ابوسعید (28-م) جن کی علمی عظمت کی ہیبت دلوں پر طاری رہتی تھی امراٗ اور مناصبِ جلیلہ پر فائز لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نشانہ بناتے وقت سود و زیاں کو خاطر میں نہ لاتے۔ نیک و پارسا تھے۔

(تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال 254/1، حلیۃ الاولیاء 131/2)

❁

236 تا 251

مالک بن دینار بصرے کے پارسا لوگوں میں شمار اور مصحف مجید کی کتابت کر کے پیٹ پالتے تھے 747 م میں فوت ہوئے ____ محمد بن واسع بن جابر الازدی 741 م۔ عہدۂ قضا کی پیشکش ہوئی۔ اللہ کے ہاں جوابدہی کے خوف سے ٹھکرا دیا۔ پختہ کار اہلِ حدیثوں میں سے تھے قدری تھے۔

(تہذیب التہذیب 499/9، تاریخ الاسلام ذہبی 159/5-161)

محمد بن عبداللہ المزنی ____ سلیمان الشاذکونی 848م ____ معلےٰ بن زیاد ابوالحسن فردوسی بصرے کے پارسا لوگوں میں سے تھے ____ مطر بن طہمان الوراق رجالِ حدیث میں سے تھے نہ پختہ کار تھے نہ بالکل ہی ناکارہ ____ حسن بن ذکوان ابوسلمہ البصری ____ حسن بن بنہان ____ واصل بن عبدالرحمان ____ ابو ہلال الراسبی ____ عباد بن راشد البصری حسن بصری سے روایت لینے میں راست گو تھے۔ محدثین اس کی بابت دو رائیں رکھتے تھے، اچھا تھا۔ اچھا نہیں تھا۔ (میزان الاعتدال 9/2)

حسن بن دینار ابوسعید التمیمی قدری تھے معیاری محدث نہیں تھے ____ یزید بن ابراہیم التستری ____ فرح بن فضالہ التنوخی البصری 793م مجروح بھی تھے اور غیر مجروح بھی ____ مبارک بن فضالہ 780م قدآور علمائے حدیث میں سے تھے قدری تھے ____ ربیع بن صبیح السعدی البصری 777م بصرے کا سب سے پہلا مصنف تھا مجاہد قسم کا آدمی تھا سندھ کے غزوے میں شامل ہونے کے لئے سمندری سفر اختیار کیا۔ سمندر ہی میں فوت ہوا اور کسی جزیرے میں دفن کیا گیا۔ (تہذیب التہذیب 247/3. حلیۃ الاولیاء 304/6)

❁

252 مطرف الشخیر (834م)

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر (834م) کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں فقہاء کے بڑے گروہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی اپنی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تین بندے ہیں جن کو اللہ اپنے دامنِ رحمت میں لے لیتا ہے۔ اذا عطی شکر۔ جتنا ملے شکر کر لیتا ہے۔ اذا قدر غفر۔ جب بدلہ لینے پر قادر ہو تو درگزر کر لیتا ہے و اذا غضب فتر اور جب طیش میں ہوتا ہے تو ٹھنڈا پڑ جاتا ہے (میزان الاعتدال 175/3)۔ یہ حدیث محدثین کے کس معیار کی ہے مضمون کی حد تک تو سچ ہے (ط)

❁

253 تا 294

ابان بن یزید العطار البصری قدری تھے حافظ الحدیث تھے راستباز تھے ____ شلاق الطویل ____ حوشب بن عقیل الجری البصری روایت میں پختہ بھی تھے اور ناپختہ بھی ____ فضل بن عیسے الرقاشی ____ شریک بن الخطاب ____ حمران القصیر ____ کہمس بن المنہال ____ محمد بن دینار الطای البصری قدری تھے حدیث میں ضعیف بھی تھے اور قابلِ قبول بھی ____ صدقہ بن عبداللہ السمین سچا راوی تھا مگر ابو قاسم اور ذہبی کہتے تھے کہ قدری ہونے کے باعث نا قابلِ اعتماد تھا 782م میں فوت ہوا یعنے ان کا ایک ہی جرم تھا کہ وہ قرآن کی حاکمیت کا عقیدہ رکھتا تھا ____ حمزہ بن نجیح۔ حسن سے روایت لیتے تھے بخاری کہتے تھے کان معتزلیا وہ معتزلی ہونے کی وجہ سے اچھا نہیں لگتا تھا مگر ابوداؤد کہتے تھے اچھا لگتا تھا (میزان الاعتدال 289/1) ____ ابوحمزہ عطار ____ قطبہ بن غذافہ ____ یحیٰ بن حمزہ ____ صدقہ بن عبداللہ ____ یحیٰ بن کثیر ____ سفیان بن حبیب ____ عبدالرحمان بن عطاء الخفاف ____ حبیب الاعجم ____ عطاء بن میمونہ ____ مفرج بن عطاء میمونہ ____ حمر بن عامر ____ علی بن علی الدقاق ____ ھارون الاعور ____ عبدالرحمان بن مھدی ____ قاسم بن یحیٰ ____ ھشیم بن حمید ____ حجر بن ھلال ____ عبدالرحمان بن اسحاق 932م ____ حسن بن واصل ____ اشعث بن سعید السمان ____ عیینہ بن سعید القطان ____ عبداللہ بن عبید بن رزین ____ صالح بن رستم الخزاز عن الحسن ____ عبداللہ بن صالح بن رستم ____ جہم بن یزید العبدی ____ محمد بن سعید مولےٰ بنی امیہ ____ ابو نعامہ عدوی عمرو بن عیسے البصری مجموعی طور پر ثقہ تھے

______ بکر بن ابی شمیط ______ حسن بن عبداللہ بن سہل بن سعید بن یحییٰ بن مہران العسکری 1005م ادیب تھے فاضل تھے لغوی تھے اور مفسر تھے ______ ابوالعوام عمران بن قطان ______ معاویہ بن عبدالکریم الثقفی ______ مسدد بن مسرہد بن مسربل الاسدی البصری 842 جس نے سب سے پہلے احادیث کو راویوں کی مناسبت سے مرتب کیا یعنے مسند لکھی۔ ان میں سے یحییٰ بن کثیر قرآن کی حاکمیت کو حدیث سے مشروط مانتے تھے۔

❁

295 عوف ابو جمیلہ (752م)

عوف ابو جمیلہ 752ء حضرت عائشہ کی قیادت کے شدید مخالف تھے آپ نے جنگِ جمل کے بعد مگر اسی جنگ کی مناسبت سے ایک حدیث بنائی تھی کہ لن یفلح قوم ولو امرھم امرأۃ وہ لوگ جنہوں نے ایک عورت کی قیادت قبول کی دینی و دنیاوی فوز و فلاح سے محروم ہو گئے (بخاری)۔ اس غلو کے باوصف آپ قدری بھی اس شان کے تھے کہ داؤد ابی ھند دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص عوف کو مسلسل پیٹ رہا اور کہہ رہا ہے کہ۔ ویلک یاقدری . ویلک یا قدری ۔اے قدری تم تباہ ہو جاؤ۔ اے قدری تم پر پھٹکار ہو۔ مگر آپ ''قدریت'' پر اتنی اذیت پر اُف تک نہ کہہ سکے۔ وہ شیعہ ہونے کے باوجود ابن المبارک کے بقول نہ بدعتی تھا نہ بدعت کا قائل بلکہ ہر بدعت کا مخالف تھا۔ جرم تھا تو صرف یہی کہ وہ عائشہؓ کے خلاف تھا۔

(میزان الاعتدال 309/2) ❁

296 عباد بن منصور (868م)

قاضی عباد بن منصور الناجی البصری 868ء بصرے کے قاضی تھے۔ قدری تھے ابوالحسن القطان کہتے تھے کہ قدری تھا مگر اچھا آدمی تھا۔ اگر چہ روایت کے باب میں اس کی بابت دو رائیں تھیں۔

❁

297 عباد بن کثیر ثقفی (773م)

صوفی عباد بن کثیر الثقفی البصری 773ء زیادہ تر مکہ المکرّمہ میں رہتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک ان کی کوتاہیوں کے مقابل خوبیوں کو ترجیح دیتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کے حوالہ سے کہتے تھے۔ جعل الخلع تطلیقة بائنة خلع طلاقِ بائنہ ہے۔

❁ (میزان الاعتدال 14/2)

298 تا 301

عبدالوارث بن سعید ابو عبید البصری 796م ۔ عمرو بن عبید کے مدرسۂ فکر سے متعلق رہے اس کی بابت لکھا ہے حافظ ثبت کان فصیحا من ائمة الحدیث ۔ حافظِ حدیث تھے قابلِ اعتماد تھے ۔ ائمہ حدیث میں سب سے زیادہ فصیح تھے ۔ (تذکرة الحفاظ 237/1) ______ عثمان بن مقسم ابوسلمہ الکندی البصری (779م) ۔ ائمہ حدیث میں اونچا درجہ رکھتے تھے ______ عباس بن الفضل الانصاری 802م رجالِ حدیث میں سے تھے ۔ قاضی تھے اور بصرے میں بڑے عالمِ قرآن تھے (تہذیب التھذیب 126/5) ______ سلام بن مسکین بصریوں میں ثقہ معتزلی تھے ۔ ❁ (میزان الاعتدال 402/1)

302 محمد عنذر (808م)

محمد بن جعفر عنذر 808م اہلِ اتقاء میں سے تھے روایات میں اثبات ہوتا تھا لوگوں نے بہت کوشش کی کہ ان کی علمی خامیاں نکال لیں مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔۔ ویسے وہ بھولے بھالے بھی تھے ۔

❁ (میزان الاعتدال 36/3)

303 تا 305

عمرو بن فائد الاسواری ۔ کو ابن المدینی اور عقیلی ۔ معتزلی ہونے کا مجرم کہتے تھے نیز ملاحظہ ہو نمبر 57 ______ علی بن علی بن نجاد بن رفاعة الرفاعی البصری قدری تھے لیکن داؤدی پایا تھا ۔ کسی نے کہا قدری تھے ابو زرعہ نے اس کی ثقاہت کا اعتراف بھی کیا ہے ۔ (میزان الاعتدال 234/2) ______ مفضل بن محمد بن مسعر ابوالمحاسن قاضی التنوخی ۔ حنفی بھی تھے، معتزلی بھی تھے اور شیعہ بھی تھے ۔ (میزان الاعتدال 195/3)

❁

یمن کی دلآویز مہک

اصحاب الاخدود اور اصحاب الفیل کی سرزمین نے بھی بُخل سے کام نہیں لیا اور تحریکِ قرآن میں اپنے اہل صفا شامل کرا لئے ان میں سے نمبر 24 میں وہب بن منبہ کا ذکر ہو چکا ۔ اب دیگر ساتھیوں سے ملئے ۔

306 ھمام بن منبه (749م)

306 ہمام بن منبہ (749م)

ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الصنعانی 749م۔ تابعی تھے فارسی النسل عربی تھے احمد بن یحییٰ کے بقول قدری تھے۔ سلفیوں کے نزدیک سب سے پہلے حدیثیں لکھنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب 67/11)

❁

307 بکر بن الشرود

بکر بن الشرود الصغانی۔ غیر معیاری محدث تھے اور غیر معیاری ہی قدری تھے ان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ ہر نشہ۔ خمر ہے اور جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

(میزان الاعتدال 161/1)

اس روایت کی بظاہر سند بھی ٹھیک ہے باایں ہمہ میرے اعتماد پر پوری نہیں اُترتی صرف قدری ہونے کی اساس پر اس کی اگر قدر کروں تو عقلیات کے محاذ پر اسے توانائی کیسے دے سکتا ہوں؟ جبکہ حلال و حرام کرنا اللہ کا خصوصی امتیاز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن کے بارے میں سلفیوں کے دل احترام اور خیر سگالی کے جذبات سے فارغ ہیں اسی طرح حدیث کے بارے میں بھی عامہ قدری نہایت پھسڈی واقع ہوئے ہیں وہ اکثر حدیث کے بارے میں جاہل مطلق ہیں۔ وہ یوں تو ہر موقع پر عقلیات کا ترازو نصب کرتے ہیں مگر حدیث میں لا یعقل بن جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ دیارِ بلقیس سے قرآن والوں کی تعداد قابلِ رشک نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں روزِ اول ہی سے زیدیوں کی حکومت رہی ہے وہ نہ تو شیعہ کی طرح خلفاء ثلاثہ و دیگر قدآور صحابہ کے مخالف تھے اور نہ ہی سلفیوں کی طرح "مجبّرہ" ۔ اور اہلِ تشبیہ تھے وہ "تنزیہ" کا عقیدہ بھی رکھتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کی تسلیم کا بھی۔ لہٰذا نمایاں نہ ہو سکے اور نمایاں نہ ہوسکنا کچھ نقص کا غماز نہیں ہوسکتا۔

❁

ابو حنیفہ کے دیس سے پیامِ وفا

کوفہ :- علم و حکمت کا بڑا مرکز رہا ہے اس کی جلو میں بڑی بڑی ہستیوں نے جنم لیا ہے اس کی عظمت کا نشان

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کی ذاتِ گرامی کے علاوہ اس میں بھی اعتزال کے زیرِ سایہ بلند و بالا ہستیاں پروان چڑھی ہیں ان میں سے نمبر 18 و نمبر 46 کا تعارف ہو چکا دیگر سے ملیے۔

308 ابراھیم النخعی (715م)

ابراہیم بن یزید النخعی 715 بنیادی طور پر حدیث کے راوی تھے مگر قلب و نظر پر فقہ غالب تھی اور آپ فقیہِ عراق ہی کے لقب سے موسوم ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذِ محترم تھے۔ نظریہ ''عدل'' کے علمبردار تھے مگر حجاج بن یوسف کی غیض آلود نظروں سے چھپ کر رہتے تھے ان کا نظریہ تھا کہ جنگ ہو اور امن بھی رہے ناممکن ہے یعنے نظریۂ عدل ہو اور جورِ حجاج بھی تو مفاہمت ناممکن ہے۔ چنانچہ روپوشی کی حالت ہی میں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ جب شعبی نے آپ کی موت کی خبر سُنی تو بے ساختہ کہا۔ اپنی مثل آپ تھے کسی کو اس کی ''مانند'' کہہ ہی نہیں سکتے۔

(طبقات ابن سعد 188/6-199- تهذيب التهذيب وحلية الاولياء 219/4)

❁

309 تا 310

علی بن محمد بن عبداللہ المدائنی 840م دو سو سے زائد کتابوں کے مصنف اور منجھے ہوئے دانشور تھے۔

(تاريخ بغداد 54/12- ارشاد الاريب 300/5)

ابو یزید عمر بن شبہ بن عبیدۃ بن ربطہ النمیری 876 نیز درجنوں کتابوں کے مصنف تھے قدری تھے۔

❁(تهذيب التهذيب 460/7- الوفيات 378/1)

311 تا 322

عمرو بن ابی زائدہ ______ زکریا بن ابی زائدہ۔ شعبی کے ساتھی۔ راست گو تھے حافظ الحدیث تھے (865م)

______ ابوداؤد نسعی ______ داؤد بن ابی ہند ______ لمام بن ابی مطیع البصری خطیب تھے واعظ تھے

روایتِ حدیث کا کاروبار کرتے تھے ______ ابوشہاب الخیاط ______ عمر بن شہاب ______ ابن عباد

______ طلق بن حبیب صلحائے تابعین میں سے تھے۔ عابد تھے مرجیہ سے گہرا تعلق تھا قدری بھی تھے

______ عمرو بن مرۃ الجملی۔ الامام الحجۃ (769م - 116ھ) ______ مسعر بن کدام۔ امام تھے حجت تھے مرجی

ہونے پر قابلِ مذمت نہ ہو سکتے تھے ______ محمد بن شجاع الثلجی الفقیہ (878م - 266ھ) فقیہ العراق تھے ______

ان اور ان سے ملا کر دیگر اعلامِ فکر اسلامی شخصیات کے بعد امام احمد بن یحییٰ طبقات المعتزلہ میں لکھتے ہیں۔فھو لاء من ائمة النقل للحدیث النبویؐ ھم القائلون بالعدل و التوحید المبرئون من الملال و التفنید قدعد دناھم کما تری . فمن لم یشتھر بذالک بینا من رواہ عنه من ائمة السنته ومن اشتھر به اشتھار اظاھرا اطلقناہ اطلاقا. وفائدة ذکرھم بیان فضیلة ھذا المذھب بالتزام الفضلاء المشھورین ایاہ ولتسکن النفس الی ما نقل عنھم من الحدیث النبویؐ

مذکورہ بالا تمام طبقوں کا تعلق امامانِ حدیثِ نبویؐ سے ہے جو سب کے سب عدل اور توحید کے نظریئے کے قائل تھے جن کے بارے میں کسی طرح کے دھوکے اور فریب کی بات نہیں کی گئی۔ اور ان میں سے جو زیادہ شہرت نہیں رکھتے تھے تو شہرت رکھنے والے ثقہ اماموں کی گواہی یا رابطہ کے حوالہ سے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور جو شہرت پائے ہوئے معتزلی تھے ان کی علے الاطلاق نشاندہی کی گئی ہے اور تفاصیل کا یہ اہتمام ہم نے اس لئے بھی ضروری سمجھا ہے تاکہ نظریۂ اعتزال کی بابت معلوم ہو کہ ان کے ماننے والے نہایت فاضل، بلند قامت اور جلالتِ شان والے لوگ تھے تاکہ آنے والے ان کے نام پڑھ کر پوری دلجمعی اور اطمینانِ قلب سے ان کے فکری مسلک کا اعتراف کریں۔

(طبقات المعتزله صفحه 3/140 تا 7)

ناظرینِ محترم:- میری معروضات اختتام کو پہنچ رہی ہیں میں نے صرف احمد بن یحییٰ کی نگارشات پر ہی اکتفا نہیں کیا اپنی تھکا دینے والی کاوشوں اور تحقیقات کو ردیف بنا کر مأخذ کی دیگر کتابوں سے ایسے تحقیقی حوالہ جات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ جو کوئی دوسرا دیوانہ نہ کر سکتا تھا۔ اور اُمید ہے کہ مطالعہ سے میری اضافی کاوشوں کے ایزاد کا احساس ہو چکا ہوگا۔ تاہم غلطیاں میرے کھاتے میں ڈال دینی چاہئیں اور درستیاں فیاضِ ازل کی طرف سے۔ و باللہ التوفیق. **5-4-2001** مطابق دس محرم **1422** هجری

❋

قرونِ وسطیٰ کے دانشورانِ قرآن

323 عثمان بن جنی (1002م)

نحویوں کے ایک بڑے امام عثمان بن جنی (1002م) جسے طبقات المعتزلہ کے مصنف نے عقیدۂ اعتزال کا حامل اور حامی قرار دیا ہے ایک بڑے نام کے عالم تھے۔ بے شمار علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف اور شارح تھے متنبی کہتا تھا کہ ابن جنی مرے شعر کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

(ابن خلکان 313/1. نزهة الاولياء 406. شذرات 140/3)

❁

324 اسماعیل الجوهری (1003م)

اسماعیل بن حماد ابونصر الجوہری (1003م) لغت کے امام تھے خطاط تھے۔ صاحب علم و دانش تھے۔ اختراعی ذہن رکھتے تھے معتزلی تھے گھر کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔

❁ (معجم الادباء 269/2۔لسان الميزان 400/1)

325 اصطخری (1013م)

علی بن سعید الاصطخری (1013م) معتزلہ کے مشائخ میں سے تھے۔ ان کی۔ الرد علی الباطنیة۔ مشہور تصنیف ہے۔

❁(الجواهر المضيئة 362/1۔اللباب 466/1)

326 شریف رضی (1015م)

بلاغت کے امام فصاحت کے دھنی، مجازات و استعارات کے شہنشاہ یعنے قرآن کے ایک قد آور دانشور اور اصابتِ فکر کے چمکتے ستارے امام محمد بن الحسین بن موسے ابوالحسن عرف الشریف الرضی (1015م) قرآن کے ایک بڑے پاسبان تھے۔ شعری مذاق بہت اونچا تھا تشبیہات و تنقیہات کو شعر کے پیٹ میں اس طرح سمو دیتے کہ کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ تلخيص البيان فی مجازات القرآن۔ آپ کی بلند پایہ کتاب ہے۔ سورۂ ہود کی آیہ (نمبر 87) کے ضمن میں لکھتے ہیں اصلاتک تامرک۔ وهذه استعارة لان الصلاة لا يصلح منها الامر على الحقيقة۔ یہاں امر۔ کی نسبت صلاۃ کی طرف کی گئی ہے جو حقیقت نہیں استعارہ ہے کیونکہ صلاۃ۔ انسان کی طرح نہیں جس میں حکم دینے کی صلاحیت ہو۔ (صفحہ 166، سطر 2) اس کے بعد

شریف رضی

لکھتے ہیں ادینک تأمرک بھذا اے فی شریعتک و دینک الامر بھذا
یہاں صلاۃ کے معنےٰ قانون کے ہیں یعنے تمہارے قانون میں یہ ہے کہ ہم
I اپنے بڑوں کے طورطریقوں کو چھوڑ دیں اور کہ II اپنا مال و ملک عام لوگوں کو
دے ڈالیں۔ (صفحہ 166 سطر 4 تا 5)

اس تـامـرک ۔ کے قرینہ سے صـلاۃ ۔قانون کا استعارہ بن گئی کہ حکم قانون کا چلتا ہے اس طرح آپ نے تلخیص البیان میں کُھل کر فکری جولانیاں دِکھلائیں اور آیاتِ الٰہی کے لئے تعبیر کا ایسا اُسلوب اختیار فرمایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی اور معتزلہ اولے کا دور آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔

(وفیات الاعیان 2/2- تاریخ بغداد 246/2- المنتظم 219/7- الذریعه الی رجال الشیعه 16/7)

❁

327 محمد بن ابی علان (1018م)

عبداللہ بن محمد بن ابی علان (1018م) کی بابت لکھا ہے ابـو احـمـد قـاضـی الاهـواز. کـان معتزلیا له تصانیف حسنة

نام عبداللہ اور کنیہ ابواحمد تھی۔ اہواز کے جج تھے۔ معیاری اور بلند پایہ معتزلی مصنف تھے۔ (زرکلی 265/4 ۔البدایۃ والنہایہ 7/12)

❁

328 عبدالجبار الھمدانی (1025م)

امام ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الہمدانی (1025م) جو نسلی طور پر عرب تھے اور یمن کے ہمدان سے وابستہ تھے ایک بلند پایہ عالم اور بہت ہی اونچے درجے کے دانشور تھے آپ کی تمام زندگی درس و تدریس اور دفاعِ قرآن میں بسر ہوئی۔ عسر و تنگدستی کے مارے ایک خاندان میں پیدا ہوئے والدمحترم دھنائی کا کام کرتے تھے اور ہونہار عبدالجبار نے بھی اسی ہی محنت کو وسیلۂ شکم پُری بنایا۔ شادی اور بچہ ہونے تک آپ اسی حال میں رہے لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور پلٹا ضرور کھاتے ہیں کسی طرح ۔ صاحب بن عباد (995م) سے رابطہ ہوگیا جو کہ ایک بہت بڑے عالم تھے، ادیب تھے شاعر تھے ''مـحـیـط'' کے نام سے سات جلدوں میں لغت تیار کیا۔ ابن عباد علم اور دولت کے ظاہری و مادی اسباب سے مالا مال تھے۔ مؤیدالدولہ

بن بویہ کے وزیر تھے اسی کی سفارش پر ہمدانی کو ریاست ''رے'' کا گورنر بنادیا گیا جس سے ان کی مالی حالت کو نہ صرف سہارا ملا بڑے مالدار اور زمینوں کے مالک بھی بن گئے کہتے ہیں کہ صاحب یعنے اسماعیل بن عباد بنی بویہ کے مشہور وزراء میں سے تھے بنی بویہ۔ اگرچہ شیعہ سے وابستہ تھے مگر اسماعیل نے حکومت کو باور کرارکھا تھا کہ شیعہ کو گورنری کے منصب پر فائز کرنا مصلحت کے خلاف ہے اس کے لئے صرف شہرت یافتہ معتزلی کا ہونا ضروری ہے۔(عیون المسائل للحاکم الجشمی طبع مصر جلد 155/1) ہمارے عبدالجبار نے اتنی مہارت سے حکومت چلائی اور عدل وانصاف کے کلچر کو فروغ دیا کہ آپ کو جرجان اور طبرستان کی انتظامیہ بھی سپرد کر دی گئی۔ جس سے آپ نے رعایا کو مزید خوشحال اور مطمئن بنانے کی راہیں نکال لیں۔ اور ان ہی محاسن وخوبیوں کو دیکھتے ہوئے اسماعیل بن عباد جیسا بڑا عالم کہتے تھے انہ افضل اھل الارض واعلم اھل الارض. یعنے روئے زمین کا افضل ترین انسان اور عالم ترین انسان۔ (طبقات المعتزلہ صفحہ 112)

آپ کی زیادہ تر تالیفات ادب، اسلام کے دفاع اور معترضین علے القرآن کے جوابات پر مشتمل ہیں مثلاً متشابہ القرآن طبع قاھرہ. تنزیہ القرآن عن المطاعن. طبع قاھرہ. تثبیت دلائل نبوہ سیدنا محمدؐ.

ان میں پہلی دونوں کتابوں سے تفسیر ''میزان القرآن'' میں جی بھر کر میں نے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ابومسلم بذریعۂ رازی سے بھی دونوں (مطبوعہ) تفاسیر۔ منسوخ القرآن اور۔ برھان القرآن۔ میں استفادہ کر کے تفسیری باب میں ''عقلیات'' کا ناگزیر اضافہ گیا ہے۔ ولا فخر.

یہ بات تفصیل کی محتاج نہیں ہے کہ ہمارے قاضی عبدالجبار مخالفین کے نظریات کا توڑ کرنے پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اب یہ مخالفین راوندی ہوں خواہ قرامطہ اور اشاعرہ ہوں ہمدانی سب کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہونے کی سکت رکھتے تھے۔ آپ فروع میں شافعی اور اصول میں معتزلہ تھے۔

(ابن العماد. شذرات الذھب طبع مصر جلد 387/3)

ان کی دفاع محمدؐ میں مستقل تصنیف۔ تثبیت دلائل نبوہ سیدنا محمدؐ۔ کی بابت علامہ زاہدالکوثری لکھتے ہیں:

> ''معتزلہ کا دفاع اسلام میں ایک خاص مقام ہے انہوں نے دہریوں، منکرینِ نبوت، بت پرستوں، یہود، نصاریٰ، صابئوں اور ملاحدہ کی تمام اصناف کو للکارا اور حجت و برہان سے فرار پر مجبور کیا۔''

(مقدمہ زاہد الکوثری. تبیین کذب المفتری ۔طبع مصر صفحہ 18)

قاضی عبد الجبار الھمدانی نے معتزلہ کے اصولوں پر ''المغنی'' کے نام سے ایک ضخیم تفسیر بھی لکھی ہے اور ہر جلد کسی نہ کسی ماہر کتابیات کو دے کر اس کے مقامات یا مزید حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے آیات، اشعار، احادیث، شخصیات کی تفصیلی فہرستیں شامل کر کے تحقیق اور ریسرچ کو آسان بنا دیا گیا ہے یہ کتاب چونکہ حکومتِ مصر کے خرچ پر شائع ہوتی رہی ہے اس طرح جو بھی جلد تیار ملتی گئی شائع ہوتی گئی۔ ہر جلد میں معتزلہ کے کسی بھی مسئلہ یا احکام کو تفصیل سے بیان کرنے کا اہتمام نیز کیا گیا ہے لیجئے تفصیل ملاحظہ ہو:

1۔ المغنی فی ابواب التوحید و العدل. طبع وزارة الثقافة مصر 1958م، 1964م

2۔ جلد چہارم ۔اہم موضوع ۔رویتِ باری. تحقیق ڈاکٹر محمد بن مصطفٰے حلمی اور ڈاکٹر ابوالوفا غنیمی

3۔ جلد پنجم ۔اہم موضوع ۔الفرق غیر الاسلامیہ. تحقیق ۔ڈاکٹر محمد محمود الخضیری

4۔ جلد ششم ۔اہم موضوع ۔انصاف اور بے انصافی. تحقیق ڈاکٹر احمد فواد ۔الاموانی

5۔ نیز جلد ششم ۔اہم موضوع ۔الارادة. تحقیق پادری قنوانی

6۔ جلد ہفتم ۔اہم موضوع ۔خلق القرآن. تحقیق ابراہیم ۔الابیاری

7۔ جلد یازدہم ۔اہم موضوع ۔التکلیف. تحقیق ڈاکٹر محمد علی نجار

8۔ جلد دوازدہم ۔اہم موضوع ۔النظر و المعارف. تحقیق پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم مدکور (MADKOOR)

9۔ جلد نمبر 13 ۔اہم موضوع ۔اللطف. تحقیق ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی

10۔ جلد نمبر 14 ۔اہم موضوع ۔الاصلاح. استحقاق الذم والتوبة ۔تحقیق پروفیسر مصطفٰے السقا

11۔ جلد نمبر 16 ۔اہم موضوع ۔اعجاز القرآن. تحقیق امین الخولی

12۔ جلد نمبر 17 ۔اہم موضوع ۔الشرعیات. تحقیق امین الخولی

13۔ جلد نمبر 20 ۔اہم موضوع ۔الامامة. تحقیق ڈاکٹر عبد السلام محمود و ڈاکٹر سلیمان زینا

ان مجلدات میں قاضی عبد الجبار نے جتنے اہم کلامی مسائل تھے ان پر تفصیلی بحث کر کے قرآنی نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے میں نے 1970 میں حکومتِ مصر کی وزارتِ ثقافت کو لکھا تھا کہ اس تفسیر کی قیمت اور مصارف برید سے مطلع فرمایا جائے تاکہ میں مدینہ طیبہ سے ڈرافٹ کے ذریعہ تمام اخراجات بھجوا دوں ۔لیکن ان ہی دنوں میرا کفیل فوت ہو چکا تھا نئے کفیل کے نام میرا ٹرانسفر نہ ہو سکا اور میں واپس گھر پہنچ گیا پھر نہ معلوم کہ جواب

آیا کہ نہیں۔؟

329 محسن تنوخی (1026م)

محسن بن عبداللہ بن محمد بن عمرو بن سعید ابوالقاسم التنوخی (1026م) لغت اور ادب کے امام تھے، قاضی تھے، قدری تھے۔ (الجواهر المضية 151/2۔النجوم الزاهرة 264/2)

330 محمد التبان (1028م)

محمد بن عبدالملک بن محمد التبان (1028م) ابو عبداللہ۔ قدآور معتزلہ میں سے تھے شریف مرتضےٰ (1044م) کے شاگرد تھے۔ وہ استاد سے سوالات کرتے اور استاد تحریری جوابات مرحمت فرماتے۔ اس طرح معتزلہ کی بابت معلومات کا اچھا ذخیرہ جمع ہو چکا۔ الاسئلة التبانيه۔ کے نام سے ایک مرقع تیار ہو گیا۔

(النجاشی صفحہ 91۔الذريعه 78/2)

331 المؤيد بالله (1030م)

زیدیوں کے بڑے امام۔ المؤید باللہ احمد بن الحسین بن ہارون بن الحسین بن محمد بن القاسم بن الحسین بن زید بن الحسن ابن علی بن ابی طالب (1030م) اور ان کے بھائی ابو طالب معتزلہ کے خاص حمایتی اور پشت پناہ تھے قاضی القضاۃ عبدالجبار الہمدانی (1025م) رئیس المعتزلہ کے شاگرد تھے۔ ابو عبداللہ سے علم الکلام درساً پڑھا۔ (ط،م صفحہ 114) دیلم پر بیس سال تک حکومت کی صاحبِ تصنیف عالم بھی تھے اور حاکم بھی۔

(اعيان الشيعه 350/8)

332 محمود غزنوی (1030م)

محمود بن سبکتگین ذوجہات شخصیت تھے کسی نے فاتح کی نظر سے دیکھا جس نے فتوحات کی ترنگ میں آکر سومنات کے مندر گرائے، منصورہ کے کُتب خانے جلائے، سند سے ہباری قریشیوں اور ملتان سے اسمٰعیلیوں کی حکومت ختم کی۔ اور کسی نے ایک اچھے منتظم بلکہ اچھے منصف کی حیثیت سے دیکھا اور اس کی خوبیوں کے انبار لگا دیئے لیکن میں ان کو ایک اور نظر سے قرآنی دانشور سمجھتا ہوں جس نے بغیر کسی تقلیدی نسبت کے۔

دربار میں زمانے کے شہرت یافتہ علماء۔ افاضل اور مفکرین کو جمع کر رکھا تھا۔ اسی دوران جب اسے معلوم ہوا کہ ۔ افاضل کے اتنے جمِ غفیر میں معتزلہ کی کمی ہے اور یہ شہرت بھی ان کے کانوں تک پہنچ چکی تھی کہ انصاف کے بارے میں صرف معتزلہ ہی بلند کردار کے مالک ہیں چنانچہ ابوالفتح اصفہانی جو اپنے عہد کے نابغہ اور گروہ علماء کے سرخیل تھے اسے لکھا کہ معتزلہ کے تین جیّد عالم۔ غزنی روانہ کردیں جو لوگوں میں عدل وانصاف بانٹیں اور قرآن کی تعلیم کو عام کردیں چنانچہ علامہ اصفہانی نے نیشاپور کی جامع مسجد کے امام ابوصادق اور گرامر وادب اور قرآنیات کے ماہر علامہ ابوالحسن الصابری اور ایک دوسرے علم وفضیلت کے حامل کو ہمراہ کرکے تین جید علماء کا گروہ غزنی بھجوادیا۔ سلطان نے ان معتزلیوں کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور عدلیہ کے اونچے مناصب پر سرفراز کرنے کے علاوہ انتظامیہ کے کلیدی عہدے بھی ان ہی کی تفویض میں دیدیئے سلطان کو یقین تھا کہ یہ لوگ انصاف جس کے حصے کی چیز ہے اسے ہی دینے کے قائل ہیں

(تفصیل ملاحظہ ہو امام احمد بن یحییٰ۔ المرتضی کی طبقات المعتزلہ طبع بیروت صفحہ 6/118 تا 10)

جہاں تک بُت شکنی کے واقعات کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ جے پال۔ نے سومنات، راجستان، سندھ اور ملتان کے ہندوؤں میں اشتعال پھیلانے کے لئے ممکن ہے بُت شکنی کے فرضی واقعات کو ہوا دے کر اپنی ممکنہ کامیابی کے لئے ''حربے'' کے بطور استعمال کیا ہو کیونکہ غزنی کے ایک مقام پر ایک بُت تھا جسے محمود کے ایک ہزار سال بعد مارچ 2001 کی غالباً 15 تاریخ کو مُلّاؤں کی نئی تنظیم طالبان نے توڑا۔ اب اگر سلطان بُت شکن ہوتا تو یہ کام خود ہی سرانجام دے ڈالتا ہزار سال بعد 2001 میں مُلّاں عمر یہ کام نہ کرتا اسی طرح اس کی مملکت کے ایک حصہ بامیان۔ میں ہزاروں دیوہیکل مجسمے جو محمود سے ایک ہزار سال پہلے اور ایک ہزار سال بعد چٹانوں میں محفوظ چلے آرہے تھے خود ہی انہیں توڑ پھوڑ کے رکھ دیتا اگر لوگوں کی تہذیب وثقافت کو مٹانا ہی منصبِ حکومت میں شامل ہوتا تو سیدنا عمرؓ۔ ابوالہول کے مجسموں اور ہزاروں مصری صنمیاتی آثار کو مٹا کر رکھ دیتے بلکہ یہاں تو بتوں کی حفاظت کا معاہدہ ہے کہ انہیں کچھ نہ کہا جائے گا چنانچہ مصر کے گرجا گھروں میں گھس کر کسی نے مسیح کے مجسمے کی ناک توڑ دی جس پر مسیحیوں نے عمر خطاب کو مطلع کردیا آپ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھ بھیجا کہ کیا ماجرا ہے؟ کیا مسیحیوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مسیحیوں کو مطلع کردیا کہ میں حاضر ہوں مردہ مسیح کی بجائے میں زندہ انسان کی ناک حاضر ہے۔ اتنے میں ناک شکن بھی حاضر ہوا اور اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اپنی ناک پیش کردی یعنے اب ایک ناک کے بدلے دو زندہ ناک پیش کردیئے گئے۔ مسیحیوں نے کہا ہمیں نہ خطا کار کی ناک چاہئے نہ حاکمِ مصر عمرو بن العاصؓ کی۔

محمود غزنوی

بس ہمیں انصاف مل گیا۔ چنانچہ معافی کے بعد مسلمانوں نے کسی مسالہ۔ کی ناک بنا کر مسیح کے چہرے کو پھر سے بے داغ بنادیا۔ النجوم الزاھرہ فی اخبار مصر و القاھرہ میں تفصیل ملاحظہ ہو ______ ابن کثیر نے اپنی تاریخی کتاب البدایة والنھایة میں لکھا ہے۔ استولی السلطان محمود علی صنم البراھمة و فی اذانہ نیف و ثلاثون حلقه و کانوا یعبد و نه فسأل عن تلک الحلق فقالوا کل حلقة عبادة الف سنة کلما عبدوہ الف سنة علقوا فی اذانہ حلقه

سلطان محمود کو برہموں کے پاس ایک ایسے مجسمے کی نشاندہی کی گئی جس کے ایک کان میں تیس سے زائد سوراخ ہیں اس کی پوجا پر جب ہزار برس پورے ہوتے ہیں ایک بالی کسی ایک سوراخ میں ڈالدی جاتی ہے۔

(البدایة والنھایة طبع مصر 27/2- الکامل ابن اثیر 139/9- ابن خلکان 84/2)

یہ پس منظر سُن کر خاموش رہے کسی منفی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن اگر وہ خاموش نہ رہتے تو ظاہر ہے گروہِ پنڈتاں کی دل آزاری کرگذرتے لیکن۔ ایسا نہیں ہوا۔

اسی طرح اگر سلطان سونے چاندی جمع کرنے کے حرص میں ہوتے تو راستے کے ہزاروں مندروں کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف سومنات کے ایک مندر کو منہدم نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف مندر ہی نہیں تھا ہندوافواج کی تربیت کا مرکز بھی تھا یعنے ایسی چھاؤنی تھی جہاں کمانڈوز اور جنگجو ہندو تیار کیے جاتے ادھر تاریخ بتلاتی ہے کہ جے پال نے پشاور اور جلال آباد پہنچ کر جتنے بھی افغانوں پر حملے کیے سلطان محمود بامرِ مجبوری دفاع کے لئے نکلتے رہے ایک دفعہ معلوم ہوا کہ ان حملوں کا مرکز سلطان کی گرفت سے بہت دور یعنے ساحلِ سمندر کے قریب سومنات میں ہے تو بار بار کے دفاعی حملوں کی بجائے ایک بار اپنا تعاقب جاری رکھا اور سومنات کی چھاؤنی تک پہنچ گئے اور خاصی مڈبھیڑ کے بعد فتح کا مرحلہ نصیب ہوا ادھر واپسی پر سلطان کو معلوم ہوا کہ ملتان کا اسماعیلی بادشاہ ابوالفتوح بھی درپردہ جے پال کا حلیف بنا ہوا ہے چنانچہ ملتان پر حملہ کر کے اسے بھگا دیا مگر اس نے آیندہ سازشی کردار ادا نہ کرنے کا وعدہ کر کے معافی مانگ لی اور پھر سے والیٔ ملتان بن گیا۔ لیکن آیندہ کے جے پال کے کسی حملہ میں ابوالفتح اپنی معافی بھول گیا اور جے پال کی فوجوں کو کمک بہم پہنچائی۔

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جے پال کی زیادتیوں سے تنگ آکر سلطان نے اپنے تعاقبی حملہ میں سومنات کو جالیا تھا۔ اور اسی حملہ میں سونے کا دروازہ بھی اُکھاڑ لے گئے تھے۔ لیکن سلطان اگر سونے چاندی کے حریص ہوتے تو چکوال اور پنڈ دادن سے سونا صاف کرنے والے نیاروں کو غزنی بلا کر۔ دروازے کا سونا اتروا کر

صاف کراتا اور کام میں لاتا لیکن اس نے تو دروازے کو چھیڑا تک نہیں ان کے ہزار سال بعد کابل کے حکمران ظاہر شاہ نے وہی دروازہ بطور خیر سگالی ہندوستان کو واپس دیدیا۔

سلطان کی صفائی میں جو رخ پیش کیا گیا ہے بایں ہمہ کسی کی صفائی میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں کرتا۔ میرے کچھ ذہنی تحفظات بھی ہیں جن کی روشنی میں سلطان کی معصومیت پر یقین نہیں رکھتا۔ میں سلطان کی خدمات کا اس لئے معترف ہوں کہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی لوگوں کو ان کی دہلیز تک انصاف پہنچانے کا اہتمام کیا اور معتزلہ کے زیرِ اثر 33 سال تک انصاف کو فریق نہ بننے دیکر ایک مثال قائم کی۔

❁

333 الشریف المرتضی (1044م)

خارجیوں کے بعد شیعہ دوسرا مسلم سیاسی فرقہ ہے جو سیاستِ صفین کے بعد ردِ عمل کے طور پر نمودار ہوا۔ ادھر متکلمینِ اسلام یعنے جو اپنے عقائدی نظام کا ماٰخذ صرف قرآن محکم کو تسلیم کرتے تھے ان ہی میں ہمارے ممدوح سید علی بن الحسین بن موسےٰ بن محمد ابراہیم ابوالقاسم الشریف المرتضےٰ (1044م) جو حضرت امام حسین کے پڑپوتوں میں سے تھے علم کلام، ادب اور شعر کے نامور عالم بھی تھے جو برملا اعتزال کی بات کرتے تھے ادھر نہج البلاغہ بھی ان ہی کی طرف منسوب ہے مگر محمد عبدہ کی تحقیق کے مطابق یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

(فهرستِ طوسی صفحه 98. الذريعه 40/2)

الشریف المرتضےٰ امامی تھے مفسر تھے ارجاء سے متاثر تھے بااین ہمہ اعتزال ان کا دل پسند تصور تھا۔

❁

334 ابو القاسم (1044م)

علی بن الحسین بن موسے بن محمد بن ابراہیم ابو القاسم (1044م) امام حسین کی اولاد میں سے تھے، علم الکلام، ادب اور شعر میں یگانہ روزگار تھے اپنا مثیل نہیں رکھتے تھے۔ پختہ فکر معتزلی تھے (زرکلی 189/5) آپ کی طرف منسوب ہے کہ نهج البلاغة۔ کے نام سے حضرت علی کے خطبات آپ ہی نے تدوین کئے تھے۔

(ميزان الاعتدال 223/2۔ارشاد الاريب 173/5-179)

❁

335 محمد بصری (1044م)

محمد بن علی الطیب ابوالحسین البصری (1044م) بلند قامت معتزلی تھے بصرے کے مولود اور بغداد کے ساکن تھے خطیب بغدادی نے اس کی ذکاوت، فطانت، ذہانت اور دیانت کو بہت سراہا ہے۔

✽ (وفیات الاعیان 482/1۔تاریخ بغداد 100/3)

336 ابن الندیم (1047م)

محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب عرف ابن الندیم (1047م) کتاب "الفهرست" کے نامور مصنف تھے جو اعلیٰ پائے کی تعارفی تصنیف ہے وہ تاجر کتب تھے اور بڑی نادر کتابیں جمع کرتے اور فروخت کرتے تھے۔ان کی کتاب الفہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلکاً معتزلی تھے تاہم یہ حتمی بات نہیں ہے کہ بسا اوقات دوسری پارٹیوں والے بھی تحریکِ معتزلہ کی آواز میں آواز ملا لیتے تھے۔ ویسے آپ نے اہلِ سنۃ کو "حشویه" اشعریوں کو "مجبره" اور غیر شیعہ کو "عامی" لکھتے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ لبرل قسم کے شیعہ معتزلی تھے۔نوے سال کی عمر پائی تھی۔ (لسان المیزان ابن حجر 72/5۔ارشاد الاریب 408/6)

✽

337 منصور ابوالفتح (1050م)

منصور بن محمد بن عبداللہ بن المقتدر التمیمی ابوالفتح (1050م) اصفہان کے مولود اور بغداد میں سکونت پذیر تھے ادیب تھے برسر عام معتزلی تھے۔صاحب بن عباد کے دوستوں میں سے تھے۔و کان متظاهرا بأرائه فی الاعتزال اعتزال کے علی الاعلان مبلغ تھے۔اشاعرہ کے خلاف۔"ذم الاشاعره" کے نام سے ایک نادر تصنیف چھوڑی تھی۔ (ارشاد الاریب 189/7-بغیة الوعاة صفحہ 398-اللباب 169/3)

✽

338 ابوالقاسم تنوخی صغیر (1055م)

دامنِ قرآن تھامنے والوں میں علی بن الحسن بن علی ابوالقاسم تنوخی (1055م) کا نام خاصی شہرت رکھتا ہے قاضی بھی تھے اور ائمہ اعتزال میں قدآور بھی۔وہ تنوخی کبیر کے پوتے تھے نہایت سنجیدہ، ظریف اور عالم باعمل تھے۔ (فوات الوفیات 68/2)

✽

339 ابو سعد السمان (1055م)

اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ۔ الرازی ابوسعد السمان (1055م) کے بارے میں زرکلی لکھتے ہیں۔ حافظ متقن معتزلی کان شیخ المعتزلہ وعالمھم ومحدثھم فی عصرہ

اپنے وقت کے حافظ تھے۔ اہلِ اتقان میں سے تھے۔ معتزلی تھے معتزلہ کے شیخ تھے عالم تھے وقت کے محدث تھے زندگی بھر کسی کا احسان نہیں اُٹھایا۔ سفر ہو خواہ حضر ان پر کسی کے احسان کا ہاتھ نہیں تھا۔

(الجواہر المضیئۃ 156/1۔ لسان المیزان 321/1)

❀

340 ابوالحسن الماوردی (1058م)

علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن الماوردی (1058م) بڑے مقنن تھے قانونی گتھیاں سلجھانے میں خصوصی مذاق رکھتے تھے مملکت کے چیف جسٹس تھے۔ بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے۔ بڑے محقق تھے۔ اجتہاد کے قائل تھے۔ بصرے کے مولود اور بغداد کے ساکن تھے۔ معتزلہ کے شیخ اور عالم تھے۔ عباسی خلفاء آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بادشاہوں اور خلفا کے اختلافات میں ثالث بن کر مصالحت کرانے میں خصوصی ''اثر'' رکھتے تھے۔ ''ورد'' ۔عربی میں گلاب کو کہتے ہیں اور ماء. عرق کو اس طرح ماوردی کے معنے ہیں۔ عرقِ گلاب بیچنے یا کشید کرنے والے۔ آپ کی بیشمار کتابوں میں سے۔ الاحکام السلطانیہ ۔ اپنے وقت میں نئے پیش آمدہ اجتہادی مسائل کے حل میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا نظریہ ''ضرورت'' فقہی اور اجتہادی مسائل کو معروضی حالات کے سانچے میں ڈھالنے کی عالمانہ کوشش ہے۔ آپ چونکہ اعلےٰ پائے کے مقنن تھے لہٰذا معروضی اور اضطراری حالات میں جنم لینے والی صورتِ حالات کا تجزیہ اور تحلیل کرنا عوامی فلاح و بہبود کے لئے ضروری سمجھتے تھے لیکن افسوس کہ لقمہ توڑ علماء جو وقت کے سلطان کے لئے اس کی خوبصورت بہو کو حلال کرنے کی ترکیب بتلاتے اور اوباش حکمرانوں کے لئے جبری نکاح اور جبری طلاق کو روا رکھتے تھے۔ ایک عوامی فلاح و بہبود کے اصول کو غلط نہج پر ڈال کر اس کی افادی حیثیت پر پانی پھیر دیا۔ ویسے جاہ پرست علماء کو جان لینا چاہئے کہ۔ قرآن جب اپنے مقاصد کو پیش کرتا ہے تو پوری توانائی سے سامنے لے آتا ہے لیحق الحق ۔ اور جو ان مقاصد رفیعہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اسے پوری طاقت سے دھکیل دیتا بلکہ نابود کر دیتا ہے ویبطل الباطل.

ابوالحسن الماوردی

اوراس کے لئے وہ انسانوں ہی سے کام لیتا ہے یعنی انسان کے۔فکری خمیر۔میں اللہ نے جو''قوتِ تمیز'' رکھ دی ہے اسی کو اُبھارتا ہے فالھمھا فجورھا وتقواھا اس طرح انسان ہی کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی ہے کہ وہ امتیازی صلاحیتوں کی کارکردگی کو اللہ کی طرف نسبت دے اور غیر نفع بخش کج ادائیوں کو اپنے یا شیطان کی طرف مضاف کر دے۔

تلوار بذاتِ خود نہ بُری ہے اور نہ بھلی۔اس کا استعمال ہی اُسے بُرا۔یا بھلا۔بنا دیتا ہے کہ یہ اگر ظلم کے خلاف استعمال ہوتی ہے تو بھلی ہے اور اگر ظلم کو اُبھارنے کے لئے استعمال ہوتی ہے تو مذموم ہے۔قد افلح من ذکھا و قد خاب من دسھا یہی حال نظریۂ ضرورت کا ہے یہی حال عقلِ انسانی کا۔

(السبکی 303/3۔الوفیات 326/1۔الشذرات 285/3)

❀

341 ابن متویہ

ابو محمد حسن بن احمد بن متویہ۔عبدالجبار 1025م کے شاگرد تھے اصولِ دین میں ''محیط'' اور نفاستِ کلام میں تذکرہ۔نامی کتابیں لکھیں۔

(ط۔م صفحہ 119)

❀

342 سعید بن محمد نیشاپوری

جس طرح وقت کے علماء عبدالجبار الہمدانی کو قاضی القضاء (چیف جسٹس) کہتے تھے جبکہ آپ کے ماسوا کسی کو بھی اس لقب سے نہیں پکارا گیا اسی طرح آپ بھی اپنے شاگرد ابو رشید سعید بن محمد نیشاپوری کو الشیخ کے لقب سے پکارتے تھے جبکہ آپ نے اسی شاگرد کے سوا کسی کو بھی الشیخ کہہ کر نہیں پکارا۔اس شیخ کا علم اتنا وسیع اور معلومات فراواں تھیں کہ قاضی القضاء کے بعد جانشینی کا منصب ان ہی کے سپرد کر دیا گیا۔شیخ ابو رشید کو فقہ اور کلام میں بڑا درک حاصل تھا۔اور بقول امام ابو محمد عبداللہ بن الحسین۔میں نے کئی اصحابِ علم اور شیوخ سے سُنا کہ جب قاضی القضاء سے کہا گیا کہ جس طرح مذاہب کے فقہی مجموعے ہیں جن میں دلائل اور مباحث سے تعرض نہیں کیا جاتا اسی طرح اگر فقہ الکلام بھی تحریر کی جائے تو کیسا رہے گا؟ تو حضرت قاضی القضاء نے اس رائے کی تصویب کی اور دیگر تصانیف کی تکمیل کے باوجود حکم دیا کہ ابو رشید سعید ہی فقہ الکلام لکھیں چنانچہ یہ مشکل اور ادق کام ابو رشید ہی نے مکمل کیا اور ''دیوان الاصول'' لکھ کر علمِ کلام کی پہلی فقہی کتاب لوگوں کے ہاتھوں دیدی۔

❀

343 ابو الفتح اصفہانی

امام ابوالفتح اصفہانی وقت کے قد آور معتزلہ میں سے تھے بڑے عالم اور بڑے ہی فاضل تھے۔ آپ کے علمی شہرے کو دیکھ کر سلطان محمود غزنوی (1030م) نے اپنی خواہش سے آگاہ کیا کہ وہ تین معتزلی علماء دارالحکومت غزنی بھجوادیں تا کہ یہاں آ کر لوگوں میں رُشد و ہدایت اور صحیح عقائد کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ ابوالفتح نے علاقہ نیشاپور سے تین جید علمائے معتزلہ کا انتخاب کر کے غزنی روانہ کئے ان میں سے ایک تو جامع مسجد کے امام ابوصادق دوسرے۔ ابوالحسن الصابری المعروف بہ سیبویہ۔ اور ایک اور امام کو ابوالفتح نے غزنی روانہ کر دیا انہوں نے غزنی پہنچ کر اپنی افکار ونظریات کی تبلیغ شروع کر دی لوگوں نے حد سے بڑھ کر نئی فکر کی پذیرائی کی۔ سلطان محمود اپنے ہم فکر علما کی کارکردگی سے بے حد محظوظ ہو گئے کہ ان کی ذاتی دلچسپی ثمر بار ہوئی۔ اس طرح اصفہان کے بڑے عالم۔ ابوالفتح جن کا تعلق۔ معتزلہ کے 12 ویں طبقے سے تھا اپنے مشن میں انتہائی کامیاب رہے۔

(ط۔م صفحہ 118)

344 ابن شروین

ابوالفضل العباس بن شروین عالم، متکلم، ادیب، صاحبِ فصاحت اور صاحبِ زہد تھے۔ شاعر بھی تھے اور ایک لاکھ شعر یاد بھی تھے، علمِ کلام میں متعدد اور ''وزن دار'' کتابیں لکھیں قاضی القضاۃ عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار الہمدانی (1025م) کے شاگرد تھے سکہ بند معتزلی تھے۔ تیرہویں طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ احمد بن مخلد کو عمر برباد کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صاع عمر الشباب عنی فاخشی

ان عمر المشیب ایضا یضیع

جوانی یونہی بے مقصد گئی اب ڈر ہے کہ بڑھاپا بھی ضائع جائے۔ (ط۔م صفحہ 117)

345 امام ابن حزم اندلسی (1066م)

ہمارے انقلابی امام ابومحمد علی بن حزم عالم تھے فقیہ تھے شاعر تھے۔ ادیب تھے۔ مفسر تھے، محدث تھے، سخن سنج وسخن طراز تھے اور الفاظ کے تیور سے مضمون اخذ کرنے والے تھے، رئیس بن رئیس اور ابن رئیس تھے مال

دولت کی فراوانی کے باوصف اپنے کو ذی کلاس بنائے رکھا تھا غریب پرور تھے۔ انسان آشنا تھے، سرمایہ کے سانپوں کا سر کچلنے والے تھے۔ ظاہری مسلک کے حامل ہونے کے باوصف قرآن کے معانی آزادیٔ فکر سے کرتے تھے روشن فکر بایں شان تھے کہ موسیقی جس سے ظواہر پرست اور سلفی الرجک ہیں اور حرام مطلق کہتے تھے ابن حزم اسے حلال مطلق ثابت کرتے تھے ان کا رسالہ ''الغناء'' ایک انتہائی بلند پایہ تحریر ہے آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کو تمام توانائیاں حاصل ہیں جن میں ٹوٹ پھوٹ ناممکن ہے لہٰذا انبیاء کے لئے معجزہ اور کرامت کا عقیدہ رکھنا اللہ کی توانائیوں میں مداخلت ہے۔ فمنع ان یکون الخوارق علی ایدی احد من الناس وعندہ ان الناس جمیعا سواء لافضل فی الخلق والتکوین لاحد. فلا تقدیس صالح ولا تعتقد قوۃ خارقۃ لصالح او غیر صالح

ابن حزم اپنی فکر میں کسی بھی انسان میں کایا پلٹ۔ توانائی نہیں مانتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ تمام انسان برابر ہیں کسی کو کسی پر نہ پیدائش میں برتری حاصل ہے نہ ہی اشیاء کو وجود میں لانے کی غیر معمولی توانائی حاصل۔ لہٰذا کسی کے تقدس کا اس معنےٰ میں اعتراف کہ وہ بہت سی توانائیوں کا مالک ہے غلط ہے۔ کسی کو بھی قوتِ خارقہ حاصل نہیں ہے وہ مرد صالح ہے یا غیر صالح !!

ابن حزم اپنے خیالات میں کسی حد تک وسیع الظرف تھے اس کا اندازہ ان کے موسیقی نامہ سے ہوسکتا ہے جو میری مبسوط کتاب '' مصوری، موسیقی اور طربیہ رقص'' میں شامل ہے نیز ''لینن نے پہلے ابن حزم'' جو میری کتاب '' قرآن کا معاشی نظریہ'' کا اہم حصہ ہے مطالعہ کرکے صحیح فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

سرسید کا عقیدہ تھا کہ ''نسخ'' دھوئیں کی پیداوار ہے جس طرح دھواں ٹھوس وجود نہیں رکھتا پکڑ میں نہیں آسکتا اسی طرح دھوئیں کی دیوار بھی '' روک'' نہیں بن سکتی اسی طرح ہمارے ابن حزم بھی بعض مقامات پر نسخ کی دیوار پھاند کر صفایا کردیتے ہیں۔ ابن حزم اپنے اکابر کے برعکس اللہ کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، کرسی وغیرہ کی تاویل کرتے تھے اور کھلے طور پر لباسِ اعتزال میں نمودار ہوتے اور جرأت سے تقدس کے منافی صفات پر الفاظ کی آگ اُگلتے ہیں اس طرح ان کا حق بنتا ہے کہ ان کا شمار سفیرانِ قرآن میں کیا جائے۔

ابن حزم کے دادا سعید نیز یگانہ روزگار اور خلیفہ عبدالرحمان المستظہر کے وزیراعظم تھے بلکہ خود ہمارے ممدوح ابن حزم بھی بنی عامر گورنمنٹ کے عہد میں وزیر رہ چکے تھے۔ آپ آخر عمر میں قرطبہ کی ''مغیرہ'' سٹریٹ (MUGHEERAH. ST) کو چھوڑ کر۔ باب العطار دین جسے آجکل اشبیلیہ گیٹ سے پکارا

جا تا ہے رہائش پذیر ہوئے تھے 1963 میں اشبلیہ گیٹ کی سینکڑوں عمارات گرا کر وسیع میدان میں تبدیل کر دیا گیا پھر اسی میدان کے وسط میں ایک بلند و بالا چبوترہ بنایا گیا اور اسی چبوترے پر سیف وقلم کے عظیم راہوار اور اسلام کے بڑے مفکر امام ابن حزم کا مجسمہ نصب کیا گیا افتتاح کے موقعہ پر آثار قدیمہ کے بیس غیر ملکی سکالر اور غیر ملکی تمام سفراء جنہیں حکومتِ سپین نے مدعو کیا تھا موجود تھے بطور خاص مغربی ملکوں اور میڈرڈ کی تمام علمی وثقافتی اکیڈمیاں دن رات محو حرکت رہیں 12 سے 18 مئی 1963 تک ہفتہ ابن حزم منالیا گیا بعد میں جنرل فرانکو نے ایک ایسے مفکر کے مجسمے کی نقاب کشائی کر لی تھی جو فرزند قرطبہ بھی تھے اور کاروانِ فکر ونظر کے امام بھی۔

❁

346 محمد مهريزد (1067م)

محمد بن علی بن محمد بن مہریز دابومسلم (1067م) نے بیس جلدوں میں تفسیر لکھی۔ تفسیر وادب کے بڑے امام تھے۔ معتزلی تھے اصفہان میں وفات پائی۔ ❁(زرکلی 163/7 بحوالہ شذرات الذهب 307/3)

347 علی یزداد (1067م)

واسط کے جج علی بن محمد بن الحسن ابن یزداد۔ ابوتمام العبدی (1067م) قرآنی دانشور تھے۔ بڑے محدث تھے۔ سکہ بند معتزلی تھے۔ خلق القرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (میزان الاعتدال 238/2)

❁

348 ابن بشران (1070م)

امام محمد بن احمد بن مسہل ابوغالب عرف ابن بشران (1070م) ادیب تھے شاعر تھے قرآن کے بڑے دانشور تھے صاحبِ تصانیف تھے مگر عرصہ دراز گذرنے پر تصانیف تلف ہوتی چلی گئیں۔ حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ صرف اشعار العرب کے نام سے ایک دیوان محفوظ ہو سکا جو موجود ہے۔

(ارشاد الاریب جلد 329/6۔ لسان المیزان 43/5)

❁

349 ابو علی بن الولید (1086م)

امام محمد بن احمد بن عبداللہ بن احمد ابوعلی بن الولید (1086م) قرآن پاک کے بڑے شیدائی اور جاں نثار دانشوروں میں سے تھے علمِ کلام میں کامل دسترس رکھتے تھے فلسفہ اور منطق کا درس دیتے تھے اپنے زمانے کے متکلمین کے رئیس تھے۔ قرآن کی حاکمیت کے جرم میں بڑی اذیتوں سے دوچار ہوئے۔ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ

''سلفیوں نے پچاس سال تک آپ کو گھر میں محبوس رکھا باہر قدم رکھنے نہیں دیا۔'' ❋ (المنتظم طبع مصر 20/9)

350 صندلی (1091م)

علی بن الحسن الصندلی ابوالحسن (1091م) معتزلی تھے۔ مذہبی لیکچر دینے اور وعظ کرنے کی خصوصی صلاحیت رکھتے تھے۔ نیشاپور سے وابستہ تھے معتزلہ کے اصول پر تفسیر القرآن بھی لکھی تھی۔ سلطان طغرل بیگ جب بغداد میں داخل ہوئے تو ابوالحسن صندلی کو ساتھ لے گئے تھے لیکن جلد ہی نیشاپور واپس آگئے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگے اور بڑے لوگوں سے ملنا ترک کر دیا ایک دفعہ سلطان ملک شاہ نے اسے دیکھا تو کہا،

''صندلی تم عجیب بندے ہو کہ ہم تمہارا اعزاز چاہتے ہیں اور تم ہم سے کھنچے کھنچے سے رہتے ہو۔''

فرمایا،

''میں چاہتا ہوں کہ تم ایک اچھے سربراہ مملکت کا انداز اختیار کرو اور علماء کو خود ملنے جاؤ۔ نہ کہ میں بدترین علماء کا کردار ادا کروں اور تمہاری دربار کی رونق بنوں۔'' ❋ (الجواهر للضيئة جلد 357/1)

351 حاکم الجشمی (1101م)

الحسن بن محمد بن کرامۃ الجشمی البیہقی ابوسعید (1101م) عرف حاکم الجشمی مفسر تھے علم الکلام اور اصولِ فقہ کے عالم تھے مشہور معتزلی۔ مفسر امام زمخشری (1144م) کے استاذ تھے حنفیت، زیدیت اور اعتزال سے وابستہ تھے۔ تفسیر اور علم الکلام میں کافی کتابیں لکھیں۔ بحیثیت مجموعی زیدیت غالب رہی۔ (زرکلی 177/6)

❋

352 ابو مضر ضبی (1116م)

محمود بن جریر الضبی الاصبہانی ابومضر (1116م) پہلے نابغہ ہیں جن کی مساعی سے خوارزم وغیرہ میں فکرِ اعتزال متعارف ہوئی یہ لغت، نحو، صرف اور فنِ طب کے ماہر شناسا اور قاضی تھے لوگ ان کی خوبیوں کو ضرب المثل کے طور پر ذکر کرتے تھے۔ امام زمخشری ان ہی کی درسگاہ کے ایک طالب علم تھے۔

(تاریخِ حکماء الاسلام صفحہ 139. ارشاد الاریب 145/7)

❁

353 ابو الوفا بغدادی (1119م)

علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بغدادی عرف ابوالوفا (1119م) بڑے زبروست عالم تھے۔ استدلال کے ماہر تھے حنابلہ کے شیخ تھے بعد میں اعتزال پسند بن گئے تھے ایک وقت میں۔ انا الحق۔ والے منصور حلاج کے بارے میں حسنِ ظن کا اظہار کیا تو حنابلہ نے اسے واجب القتل قرار دیدیا لیکن وہ تائب ہوگئے اور پھر سے اپنا علمی مقام بحال کیا آپ نے معتزلہ کی حمایت میں ''الرد علی الاشاعرہ'' لکھی اور موضوع کے لحاظ سے میدان مارلیا۔ ❁ (شذرات الذھب 35/4 ۔ غایۃ النہایہ 556/1)

354 امام ابو القاسم حریری (1122م)

امام ابوالقاسم حریری (1122م) اپنے وقت کے بلند پایہ عالم تھے ادیب تھے۔ انشاپرداز تھے، خطیب تھے۔ امام محترم نے عربی ادب کو دلچسپ بنانے کے لئے ''مقامات'' کے نام سے ایک زبردست کتاب لکھی جس کا مغرب کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے آپ مسلکاً معتزلی تھے مگر ہر طبقہ فکر نے آپ کو پڑھا، سراہا اور محترم جانا آپ کو اصنافِ سخن پر اتنا عبور حاصل تھا اور ادب کے ہر موضوع پر لکھنے میں اس قدر بے تکلف تھے کہ گذشتہ ایک ہزار سال میں آپ کا مثیل پیدا نہیں ہوا۔ حسنِ کلام ہو۔ یا حسنِ عبارت۔ بلاغت ہو خواہ معانی۔ ضرب الامثال ہو یا کلام کی دقیق رمزیں۔ کارہائے الفاظ ومحاورات کی تحقیق ہو خواہ استعمالاتِ عرب کی تصحیح۔ معانی کے نباض اور الفاظ کے دھنی تھے آپ زبردست قسم کے شاعر بھی تھے۔ ''دیوانِ رسائل'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ نے درۃ الغواص فی اوھام الخواص ـــــ ملحۃ الاعراب ـــــ صدور زمان الفتور و فتور زمان الصدور ۔ (تاریخ میں)۔ اور توشیح البیان کے عنوان سے اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں جن میں بیشتر طبع شدہ ہیں۔

۱۸ ویں صدی میں مقامات کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ روکرت (Ruckert) نے جرمنی میں

اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں جن میں بیشتر طبع شدہ ہیں۔

۱۸ ویں صدی میں مقامات کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ رودکرت (Ruckert) نے جرمنی میں ترجمہ کیا اور انگریزی کا ترجمہ Chemistry and Sleingass کے عنوان سے ہوا۔

(وفیات الاعیان جلد 419/1- خزانۃ البغدادی 117/3- مرأۃ الزمان 109/8- دائرۃ المعارف الاسلامیۃ 365/7)

355 امام زمخشری (1144م)

چھٹی صدی ہجری کے پہلے عشروں میں جب کوئی۔ زائر۔ بیت اللہ الحرام۔ میں داخل ہوتا وہاں ایک شخص ملتا جسے طالبانِ علومِ قرآن گھیرے میں لئے رہتے وہ انہیں ادب، انشاء، لغت، محاورات، اشعار اور مفردات کے تنوع سے جوابات دے کران کے پیاسے حلق میں اطمینان کے ماءِ حیات سے قطرے ٹپکاتا۔ یہ تھے آفاق علوم کے آفتابِ فروزاں۔ امام ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (1144م)۔ آپ علومِ عربی، فقہ، تفسیر اور کلام کے بحرِ ذخائر تھے۔ اشاراتِ بیانیہ، کے ذریعے قرآنی رموز و معارف سے پردہ اُٹھانے کی خاص مہارت اور صلاحیت رکھتے تھے۔ اعتزال میں راسخ تھے انہوں نے اس خیال کو تجربہ مشاہدہ اور علم کی روشنی میں رد کر دیا ہے کہ۔ عہدِ صحابہ میں قرآن کو بالکل سمجھ لیا گیا ہے؟ اور اب ہم کو انہیں کی فہم و فراست پر قناعت کر لینی چاہئے۔ یا دریوزہ گر بننا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ قرآن کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔

امام موصوف بہت سی منفرد صلاحیتیں رکھتے تھے، مجتہد تھے خیالات میں انفرادیت کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ بے باک تھے ان دِنوں یہ مسئلہ نمودار ہوا تھا کہ۔ کیا۔ اللہ سبحانہ سزا کے بطور اپنے لطف و کرم کا در بند کرسکتے ہیں؟ کہتے ہیں زمخشری، حاکم جشمی اور امام منصور۔۔۔۔ زیدی اس کے قائل تھے۔ (طبقات احمد بن یحییٰ صفحہ 20) جبکہ مسئلہ اختلافی ہے دلائل کی توانائی معتزلہ کی اکثریت کے ساتھ ہے۔ آپ شبلی کے بقول اپنے گھر اور وطن میں سکون کا سانس نہ لے سکے جہاں گئے اعتزال کی وجہ سے لوگوں نے دُکھ سہنے پر مجبور کیا۔ بالآخر کعبہ شریف کے مجاور بن کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو ادب، لغت اور اشاراتِ بیانیہ پر بڑا عبور تھا اور ان ہی علوم کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ امام تمنا عمادیؒ (1971م) نے راقم کو مختلف خطوط میں سے ایک خط میں وصیت کی تھی کہ زمخشری پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ تاہم تمام خوبیوں اور کمالات کے باوصف حضرت موصوف کے فضائلِ سور اور فضائلِ آیات کے بیان کا شیوہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ اس سلسلہ کی احادیث زیادہ تر وضعی اور

امام زمخشری

اعتبار کے قابل نہیں ہوتیں۔ (وفیات الاعیان 81/2۔ارشاد الاریب 147/7 وغیرہ)

❁

356 ابو البرکات (1145م)

عمر بن ابراہیم بن محمد الحسینی العلوی ابو البرکات عرف الشریف عمر (1145م) حدیث اور لغت کے امام تھے۔ ولادت اور وفات کوفے ہی میں ہوئی وہ کہتے تھے کہ میں۔فتوے تو زیدی فقہ کے مطابق لکھوں گا مگر میرا عقائدی مسلک اعتزال ہے۔ میں ''خلقِ'' قرآن کا قائل ہوں۔

(میزان الاعتدال 249/2۔لسان المیزان 280/4۔انباہ الرواۃ 324/2)

❁

357 علی العمرانی (1165م)

علی بن محمد بن علی بن احمد ابوالحسن العمرانی (1165م) علمائے معتزلہ میں سے تھے۔ علمی پس منظر رکھتے کہ ایک بڑے علمی گھرانے کے فرزند تھے۔ سلطان سنجر بن ملک شاہ کے ہاں بڑے رفیع المنزلت تھے۔ پھر مزاج شاہی بگڑا تو 545 ہجری میں جیل بھجوا دیا۔ (التکملہ ابن الابار طبع مصر صفحہ 665)

❁

358 ابنِ رشد (1198م)

ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رُشد (1198م) الفیلسوف الاندلسی ایک روشن فکر مسلمان تھے تقلید اور فکری ارتکاز کو شعور وآگہی کے زوال کا موجب گردانتے تھے۔ وہ خردآشنا اور خرد افروز تھے۔ معتزلہ کے مجتہدانہ لہجہ میں بات کرتے اور ان ہی کے اندازِ تکلم میں الفاظ کے مزاج سے بحث کرتے تھے وہ گروہی اساس پر تعقل اور تدبر کے قیمتی اثاثے کو رائگاں نہ کرتے تھے جبکہ عقل بیزار۔ اسے دین میں رخنہ اندازی سے تعبیر کرتے تھے چنانچہ سوچ کے اسی بحران نے ابن رشد کو مجبور کیا کہ اپنے زاویہ فکر کو 'جدیدیت'' کی توانائی سے آشنا کریں یعنے فکری ارتکاز کے کوچے میں قدم ہی نہ رکھیں چنانچہ وہ حقائق معلوم کرنے کے لئے غور و تدبر کو زیادہ فوقیت دیتے تھے۔ وہ متکلم تھے۔ فیلسوف تھے، مقنن تھے، مجتہد تھے فقیہ تھے، مبصر تھے انکی نظر۔ وسعت طلب تھی وہ ''محدودیت'' کے مقابل ''آفاقیت'' کو ترجیح دیتے تھے وہ مذاہب و مسالک کا آزادانہ مطالعہ کرنے کے خوگر تھے۔ رائج فلسفہ اور علوم آلیہ پر اتنی دسترس حاصل تھی کہ ارسطو کے شارح اور مترجم اس شان سے بنے کہ دنیا محو

ابن رُشد

حیرت رہ گئی۔ یہ درست ہے کہ اُنہوں نے رسمی طور پر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی مگر ''بـدایة المجتهد'' میں احکام کی حکمت واضح کرنے کے لئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ احکام القرآن کے ضمن میں انوکھا اور منفرد اسلوب ہے انہوں نے قدیم اور جدید فلاسفہ کی افکار کی تہہ تک پہنچے اور استدلال کے سوتے معلوم کرنے کے لئے انعام (90) کو رہنما بنا کر ''فصل المقال فيما بين الشريعة والحكمة من الاتصال۔ کے عنوان سے ایک زبردست کتاب لکھی جس میں شرعی مسائل کی حکمت اور عقلی معیارات کے مطابق اسلام اور دیگر مذاہب کے علاوہ خود فرقہ بند مسلمانوں کو بھی دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ عقل وشعور سے بیگانگی کا اظہار کر کے ایک زندہ شعور کے زوال کا باعث نہ بنیں اور قدرت نے جن صلاحیتوں سے انہیں نوازا ہے ان کا صحیح استعمال کریں۔ اس طرح ابن رشد قرآن کے دانشور تھے اور دانشِ قرآن کے حوالہ ہی سے بات کرتے تھے وہ چونکہ معتزلہ کے آہنگ میں بات کرتے اور فلسفے کی رنگ آمیزی سے اپنی فکر کو مزین بناتے تھے لہٰذا صاحبانِ جبہ و دستار نے قرطبہ کے حاکم منصور المومنی۔ کو اس کے الحاد اور لبرل پالیسی کا باور کرایا منصور عقیدت مند ہونے کے باوصف بپھر گیا اور ہمارے ابن رشد کو ولیس نکالا دیدیا۔ بعد میں اگر چہ جلد ہی نادم ہو کر واپس آنے کی استدعا کی مگر اب موت نے راستہ روک رکھا تھا اور آپ مراکش ہی میں فوت ہوئے تاہم آپ کی میت کو قرطبہ منتقل کر کے شاہی اعزاز کے ساتھ فرزندِ وطن کو وطن ہی میں دفن کر دیا گیا۔ گو کہ بظاہر ابن رشد منوں مٹی تلے چھپا دیئے گئے تھے مگر حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا کہ تقریباً 769 سال بعد انہیں مٹی کی گہری تہوں سے نکال کر باہر لایا گیا اور اب ابدالآباد تک انہیں ہر شخص دیکھ سکے گا۔ یعنے ہسپانیہ گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ ماضی کے سپین میں جتنے مسلم دانشور، تھنکر، مفکر اور مختلف صلاحیتوں میں امتیازی حیثیت رکھنے والے گذرے ہیں وہ سرزمینِ اندلس کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں ان کے یادگاری مجسمے نصب کر کے ان کے نام اور کام کو زندہ رکھا جائے چنانچہ ابن حزم (1064م) کے مجسمے کی نقاب کشائی کے بعد جنرل فرانکو نے اسلام کے اس عظیم سپوت کو ساری دنیا کے دانشوروں کے ہجوم میں خراجِ تحسین پیش کیا اور 23۔ اکتوبر 1967ء کو دنیا بھر کے مدعو سکالروں، تھنکرز، اور مغربی ممالک کے تعلیمی اداروں کے سربراہوں خصوصاً فرانس، جرمنی، اٹلی، گریٹ بریٹن اور سپین کی تمام جامعات کے رؤسا اور سفارت کاروں نے قرطبہ میں ہفتۂ ابنِ رُشد منایا اور شہر کے ایک بڑے۔ چوک میں کانسی کا ایک عظیم الشان مجسمہ نصب کر کے ابنِ رُشد کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ملاحظہ ہو شخصیت نمبر 358 کی تصویر۔

359 امام رازی (1210م)

امام رازی

دین و دنیا کے رجل رشید۔فخر الحدثین ،فخر العلماء ،فخر المفسرین ،فخر الفقہا ءفخر المتکلمین محمد بن عمر بن الحسین القریشی عرف امام فخر الدین رازی (1210ء) آپ واحد عالم تھے جو معقول و منقول میں یکساں دسترس رکھتے تھے جن کی تفسیر پہلی تفسیر ہے جس میں ماضی اور حال کے تمام علما اور متکلمین کے اقوال و آرا کو سمو دیا گیا ہے بلاشبہ رازی مسالک و مذاہب اقوال و آرا کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے آپ نے کمال احتیاط سے ہر فریق کے دلائل کو بڑی خوبی سے نقل کیا ہے۔اب اگر دنیا سے کوئی کتاب ناپید ہوگئی ہے اور ہمارے فخر نے اس کے حوالے سے بات کی ہے تو رازی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔آپ کی مجالس میں شاہ و گدا یکساں حاضر ہوتے اور درسِ قرآن سے یکساں استفادہ کرتے تھے۔آپ مالدار تھے دو لاکھ سونے کے دینار کے مالک تھے اور دو سو کتابیں لکھیں۔بعد میں کتابیں تو رہ گئیں کہ علم فانی نہیں ہوتا مگر سونے کے دینار نہیں رہے کہ آپ نے خاندان کے تمام افراد میں تقسیم کر کے عملاً فنا کے گھاٹ اُتار دیئے آپ اشعری کے پیروکار رہے مگر کہیں بھی عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا وہ علم کے بہتے سمندر تھے جس کا کنارہ نہیں تھا۔کہنے دیجئے کہ وہ اپنے پیر و مرشد اشعری سے زیادہ عالم تھے اس نے اس کا مسلک اختیار ضرور کیا اور دفاع کا حق بھی ادا کرتے رہے تاہم سینکڑوں مسائل ایسے بھی ہیں جن میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لے کر اعتزال کے دلائل کو نیز وزن دیا ہے بلکہ زیادہ ہی وزن دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعریت آپ نے شوقیہ اختیار کر لی تھی کہ وسط ایشیا میں اشعریوں کا اور عرب و ایران میں معتزلہ کا زور تھا۔آپ چونکہ فکری ارتکاز (تقلید) کے خلاف تھے اور معروضی حالات میں کسی علمی توجیہ کو ''نئی'' بات کہہ کر مسترد نہیں کرتے تھے ان کا مسلک تھا کہ نئی فکر سے نئی توانائی ملتی ہے لہٰذا اسے مسترد کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔زمانۂ ماضی میں لکھنے پڑھنے اور علمی نکات پیدا کرنے والے بھی انسان تھے اور ان کے بعد یا۔آئندہ سوچنے والے بھی انسان ہی ہونگے۔البتہ عربیت کا پاس اور لحاظ کرنا ضروری ہے آپ نے ابو محمد مسلم بن بحر الاصفہان کی تفسیر کو اپنی تفسیر میں سمو کر اسے دوام بخشا ہے بلاشبہ رازی قرآن کے ایک بڑے دانشور تھے۔لوگوں نے طنزاً یہاں تک کہا ہے کہ تفسیر **مفاتیح الغیب** میں سب کچھ ہے مگر تفسیر نہیں ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے رازی سے انصاف نہیں کیا۔یا۔پھر **مفاتیح الغیب** کو توجہ سے پڑھا ہی نہیں۔وہ اگرچہ اشعری تھے اس کے باوصف سلفیوں نے ہر دور میں ان کی مخالفت کی ہے کیونکہ وہ عقل کی بالادستی نہیں چاہتے تھے۔بایں ہمہ رازی صاحبِ وحی نہیں تھے اپنے مسلک سے بے انصافی نہ کر سکتے تھے راقم الحروف نے کہیں گستاخی کر بھی لی ہے تو گستاخی کے لئے لب ولہجہ اور مواد وہی استعمال کیا ہے جو ان کی فکر سے کشید کر سکا ہوں۔

(البدایۃ والنہایہ ۔13/55۔طبقات الشافیہ 5/33)

360 ابن ابی الحدید (1257م)

عبدالحمید بن ھبۃ اللہ بن محمد بن الحسین عرف ابن ابی الحدید (1257م) ابو محمد عزالدین۔ اعیانِ معتزلہ میں سے تھے۔ اعلیٰ قسم کا شعری ملکہ پایا تھا اور اسی مناسبت سے اعلیٰ قسم کا شعر بھی موزوں کرتے تھے۔ تاریخ پر پورا عبور رکھتے تھے اور بڑے انشا پرداز تھے۔ نھج البلاغۃ اور کئی کتابوں کے شارح تھے۔ سلطانی دفاتر میں کام کرتے تھے بغداد میں فوت ہوئے۔

(فوات الوفیات 238/1۔ البدایۃ والنھایۃ 199/13۔ ابن خلکان 158/2)

❋

361 البیضاوی (1286م)

عبداللہ بن عمر بن علی ابوسعید ناصر الشیرازی البیضاوی (1286م) زبردست مفسر تھے امکانی حد تک عقلیات کو ترجیح دیتے تھے۔ بڑے علامہ تھے، نکتہ در تھے۔ شیراز کے قریب "بیضا" قصبے میں پیدا ہوئے۔ شیراز کے قاضی رہے بعد میں تبریز چلے گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے، معتزلہ کی طرح قرآن کے وہ معانی جو حدیث کے ذریعہ تجویز کئے جاتے تسلیم نہ کرتے تھے۔ اُن کا منہج تفسیران دانشورانِ قرآن سے ملتا جلتا تھا جو حدیث کو روایت بالمعنےٰ کہتے اور روایت باللفظ تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ۔ کوئی محدث اور راوی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جو روایت کر رہا ہے اس کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں جو آنحضرتؐ کے دہنِ مبارک سے نکلے۔ اس طرح قدیم سے جدید۔ مانتے ہیں کہ۔ لغت اور معانی کے ضمن میں جہاں کہیں حدیث کا حوالہ ہے وہ ظنی اور اختراعی ہے لہٰذا حجت نہیں ہے۔ تاہم بعض لغت نویسوں نے ظنی اعتماد کر کے حدیثی لغت لکھے بھی ہیں لیکن خود انہوں نے یا دیگر نے حدیثی لغت کو حدیثی الفاظ کی تحلیل تک ہی محدود رکھا ہے۔ قرآن کے دامن تک پہنچنے نہیں دیا۔

امام بیضاوی کی تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل" کے نام سے مشہور ہے اس میں آپ نے احتیاطاً لغات الحدیث سے کنارہ کیا ہے تاہم یہ احتیاط اتنی بھی سخت نہیں تھی کہ۔ کسی طرح کی کج ادائی سے پاک ہو۔ پھر بھی جو کچھ تھے تاویل وتشریح میں معتزلہ کو وزن دیتے تھے۔

(البدایہ والنھایہ جلد 309/13۔ دائرۃ المعارف دفالہ برو کلمانی جلد 418/4)

حدیث کے ذریعے لغت کا سہارا لینے کی ایک مثال ملاحظہ ہو جس سے اندازہ ہوگا کہ قرآن کچھ کا کچھ

بن جاتا ہے 929ء کے واقعات میں لکھا ہے کہ اسراء۔ 29۔ کی تفسیر میں بغداد والوں میں خون ریز چپقلش رہی۔ آیہ کریمہ ہے کہ ومن الليل فتهجد به نافلة لک عسیٰ ان يبعثک ربک مقاما محمودا۔

اے مخاطب علیک السلام رات کو آپ کے لئے تہجد کے نام سے اضافی صلواۃ ہے جس کے صلے میں اللہ عنقریب ہی آپ کو قابلِ تعریف مقام پر فائز کرے گا۔ (اسراء، 29)

چپقلش۔ یہ تھی کہ۔ مقامِ محمود۔ کیا ہے؟۔ اس بارے میں "حنابلہ" کی ترجمانی کرتے ہوئے اسحاق مروزی واضح کرتے ہیں کہ

''مقامِ محمود سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ اپنے تخت پر حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھائیں گے۔''

بات کھل گئی کہ سلفیوں کے ہاں مقامِ محمود اللہ کے ساتھ ہم نشینی کو لازمی قرار دیتا ہے لہٰذا یہ مقام کسی اور انسان کو نصیب نہیں ہوسکتا لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ اس جعلی حدیث اور جعلی مفہوم کو تسلیم کرنے سے قرآن پاک کی متعدد آیات کی تکذیب لازم آتی ہے۔ خاص کر اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا تصور غیر قرآنی تصور ہے۔ البتہ۔ انجیل مرقس (19,16) میں غالباً مسیح کو ہم نشیں خدا کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا تصور یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس طرح مسئلہ ہمارا نہیں غیروں کا ہے تاہم سلفیوں اور حنابلہ سے ہم نہیں اُلجھ سکتے کہ وہ عرش وکرسی۔ اللہ کے جوارح، اعضا اور شکل وشباہت اور آدم جیسی جسامت کے قائل ہیں وہ قرآن کے ليس كمثله شيئ ۔ اور دیگر آیاتِ تنزیہہ کو ٹھنڈے پیٹوں تسلیم نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ حنبلیوں نے جب امام محمد بن جریر طبری کو گھیرے میں لے کر دریافت کیا تو انہوں نے مقامِ محمود کی حنبلی تشریح سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ۔ ان حديث الجلوس علےٰ العرش محال

عرش پر کسی انسان کا اللہ کے ساتھ مل کر بیٹھنا محال اور ناممکن ہے اور ساتھ ہی یہ شعر کہا کہ

سبحانه من ليس له انيس

ولا له في عرشه جليس

پاک ہے وہ ذات جس کا نہ مونس ہے نہ کوئی ہمدم اور نہ ہی عرش پر بیٹھنے میں اس کا ساجھی ہے۔

(کامل ابن اثیر واقعات 929م وغیرہ۔ نیز اختلاف الفقہا طبری طبع قاہرہ جلد 19/2)

طبری کے اس جواب سے ہزاروں حنبلی آپ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے ہلکان کر دیا۔ بلکہ جس گھر میں وہ پناہ لینے کے لئے داخل ہو گئے گھر کے دروازے پر اتنا پتھراؤ کیا کہ ایک ٹیلہ بن گیا۔

غرضے کہ اس طرح تفسیر نبوی کے ذریعہ توحیدِ خدا اور صفاتِ الٰہی کو جس طرح بازیچۂ اطفال بنایا جاتا رہا بیضاوی نے گریز کر کے اپنی عاقبت سنوار لی اور غیر اعلانیہ حریتِ فکر اور اعتزال کی آبیاری کی۔ نیز ملاحظہ ہو شخصیت نمبر کتاب ہذا۔

یہ یاد رہے کہ وہ بھی ہیں جو تہجد۔ کو رکوع وسجود والی عبادت تسلیم ہی نہیں کرتے۔

❋

362 محمد بن ابی بکر الہمدانی (1321م)

امام محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم الہمدانی (1320م) عرف سکاکینی۔ ایک زبردست عالم تھے فکرِ اعتزال سے لیس تھے۔ ''جبر'' کے منکر تھے لوہار تھے چھریاں اور چاقو بناتے تھے عربی میں چاقو اور چھری کو ''سکین'' کہتے ہیں ''سکاکین'' اس کی جمع ہے۔ ان کے مرنے کے بعد کسی جبری نے اسلام کے خلاف باتیں لکھ کر سکاکینی کی طرف منسوب کر کے اس کی رسوائی کی سازش کی تھی لوگوں کو پتہ چل گیا۔ کسی ردِ عمل کا مظاہرہ نہیں ہوا۔

❋ (البدر الطالع 151/2. الدرر الکامنہ 410/3)

دورِ جدید کے دانشورانِ قرآن

363 سرسید (1898م)

امام الکلام، قرآن ۔محمدؐ اور اسلام کا دفاع کرنے والے مجتہدِ اکبر۔ استدلال کے دھنی اور استخراج کے مولے سید احمد خان (1898م) جس نے صدیوں بعد۔ رجعت الی القرآن۔ کا صُور پھونک کر سوئی ہوئی ملت کو بیداری سے ہمکنار کرنے والے جس نے حسبنا کتاب اللہ۔ کے فراموش شدہ درس کی یاددہانی کرائی۔ جس نے روحِ عصر کو اپنی تعلیمات کا ماٹو بنایا۔ اپنے اجتہاد کو نیا آہنگ دیا۔ سنۃ اللہ۔ اور فطرۃ اللہ میں تبدیلیوں اور تغیرات کا انکار کیا۔ اللہ کے قول اور فعل میں تضاد اور ناہم آہنگی کو امکان سے خارج قرار دیا۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا (روم، 30) کی ضوء میں فرمایا:

''اللہ کا قانونِ پیدائش وہی ہے جس کے مطابق انسان پیدا ہوتا چلا آیا ہے۔'' (روم، 30)

کوئی بھی انسان غیر فطری طور پر بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوا۔ وہ ماں باپ کے مقطر محلول (قطرۂ منی) سے پیدا ہوا ہے۔ (طارق، 5) غرض۔ سید کہتے تھے۔ جو بات بھی اصولِ فطرت کے خلاف ہو وہ سنت اللہ نہیں ہوسکتی، آپ حدیثوں کا احترام کرتے تھے کہ رفع الیدینی تھے تاہم عقل اور قرآن کی پالیسی، روح اور سپرٹ کے تقاضوں کو مجروح کرنے والی احادیث کو درخورِ اعتنا نہیں بھی سمجھتے تھے۔ آپ نے پوری جرأت سے قرآن اور اسکی دانش کو اُجاگر کیا اور بغیر کسی تقلیدی نسبت کے اسلام کی خدمت کی۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ۔ لیکن یہ سب کچھ یونہی نہیں اسکی بھی ایک تاریخ ہے یعنے انیسویں صدی نے برصغیر میں مسلمانوں کے دورِ انحطاط و پستی کو معراجِ کمال پر پہونچتے ہوئے دیکھا لیکن 1857م کے بعد یہی کمالِ ابتذال اپنے زوال کا دیباچہ بن گیا نسلِ نو نے وہ چشم و چراغ پیدا کردیئے جنہوں نے مسلمانوں کے افتادہ نظامِ فکر و عمل میں نئے چراغ جلا دیئے اور جو مسلمانوں کو تنزل اور انہدام کے خارِ مغیلاں سے نکالنے میں نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ ان کی حیات کی شاہراہ کو چراغاں کردیا۔ اس نشاۃ ثانیہ کو رواج دینے اور اس کو پرجوش و منظم طور پر وجود میں لانے کا سہرا تحریکِ علی گڑھ کے سرباندھا گیا۔ سرسید جیسا ہوشمند انسان اپنی بصیرت کے بل بوتے پر یہ جان رہا تھا کہ مسلمان سب کچھ تو کھو چکے لیکن ایسا نہ ہو کہ اپنی غفلت سے متاعِ دین وایمان یعنے قرآن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ وہ قرآن کی قوت اور اثر سے خوب واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس پر تصوف، خرافات، روایات و ہزلیات کی دبیز تہیں چڑھادی گئی ہیں تاہم اسے یقین تھا کہ اگر قرآنِ محکم کو اتنی موٹی تہوں سے نکال کر سامنے لایا جائے تو یہ اجل

سر سید احمد خان

زدہ امت حیاتِ نو پا سکتی ہے چنانچہ سرسید نے عام توہمات باطلہ کو مٹانے کی کوشش کی چنانچہ اللہ نے آپ کو چراغ علی، محسن الملک اور امیر علی جیسے مخلص ساتھیوں کی کُمک فراہم کی جس سے آپ نے دفاعِ اسلام کے پروگرام کو دلجمعی سے آگے بڑھایا۔ اور آج جو کچھ برصغیر میں فکری توانائی رنگ جما رہی ہے یہ سرسید اور چراغ علی کا فیضان ہی ہے۔

❁

364 چراغ علی (1895م)

کہتے ہیں کہ اگر قاضی ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کی فکر عام نہ ہوتی۔ یہ اگر مبالغہ نہیں تو میں کہوں گا کہ اگر اعظم یار جنگ کے منفرد نوعیت کے استدلالات سرسید کی حمایت میں نہ ہوتے تو ممکن تھا سید جاہلوں کے قشون قاہرہ کا تنہا مقابلہ نہ کر سکتے لیکن (بلاشبہ) اللہ نے ہند کے موسئ احمد خان کو چراغ علی (1895م) جیسا ہارون معاون دے کر اپنی سنت کا یہاں بھی اعادہ کیا ہے۔ چراغ علی متعدد کتابوں کے مصنف اور بیشمار علمی مقالات کے محرر تھے۔ درج ذیل ان کی مشہور دفاعی کتابیں ہیں:

PROPOSED POLTICA LEQAI

AND

SOCIAL REFORMS UNDER

MUSLIM RULES

اس میں سینکڑوں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو یورپ نے یہ دکھلانے کے لئے کہ اسلام نے ارتقاء کے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں۔ آپ نے خود انگریز مصنفین کے اعترافات کی ضوء میں دکھلایا ہے کہ اسلام نے ارتقاء کے تمام بند دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس کتاب کو 1882 میں شائع کیا گیا تھا بعد میں 1910 میں بابائے اردو عبدالحق نے اردو ترجمہ بعنوان۔ اعظم الکلام فی ارتقا والاسلام کے نام سے متعارف کرایا۔ دوسری کتاب جو مشہور امریکی مصنف واشنگٹن ارونگ نے جہادِ اسلامی پر طرح طرح کے اعتراضات کر کے نبی الاسلام کو تلوار کا نبی مشہور کیا تھا ہمارے چراغ علی نے اس کا بھی بڑی تفصیل سے جواب لکھا ہے۔ نام ہے:

CRITICAL EXPLORER

OF

چراغ علی

اس کا ترجمہ خواجہ غلام الحسنین نے 1912 میں ''تحقیق الجهاد'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے پادری عماد الدین۔ کی کتاب۔ تاریخِ محمدی کا مدلل جواب غالباً 1868 میں ''تعليقات'' کے نام سے لکھا تھا ان جواہر پاروں کے علاوہ آپ نے تہذیب الاخلاق اور دیگر مجلات میں سینکڑوں مقالے لکھے۔ جو تہذیب الاخلاق چمن الدین ایڈیشن کی تیسری جلد میں محفوظ ہیں غرضے کہ آپ نے ہر موضوع پر لکھا اور زبردست منضبط مرقع چھوڑا ہے۔ آپ عبرانی، عربی اور انگریزی پر پورا عبور رکھتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی نے ان ہی کے علم سے کسبِ فیض کیا۔ پھر اپنی مستعار صلاحیت سے آریہ اور عیسائیوں سے مناظرے کرنے کے بعد نبوت کے دروازے کھول دیئے۔

365 محمد عبده (1905م)

جس نے روحِ عصر کو اپنی فکر میں سمویا عصری تقاضوں کو استدلال کا حلیف بنایا اور ''الازھــــر'' یونیورسٹی کو روشن خیالی کا راستہ دکھایا یعنے امام محمد عبدہ (1905م) جنہوں نے بغیر کسی فکری نسبت کے شریعت کو آزادانہ چلایا۔ پورے عرب کو قرآن کا منشور ذہن نشین کرایا جو مجتہد تھے سیاس تھے ابو حنیفہ کے پیکر اور مالک کے لباس میں لوگوں کو نئی فکر سے آشنا کیا جو بلاشبہ قرآن کے بڑے دانشور تھے ارتکازِ فکری (تقلید) کے حریف اور حریتِ فکری کے حلیف تھے جنہوں نے اپنے بیشمار مقالات اور تفسیر ''المنــار'' کے ذریعہ نئے علم الکلام کے اصول وفروع بیان کیے اور ہزاروں مسلمانوں کو وحی قرآن کی حقیقت سے آشنا کیا نہ صرف آپ نابغۂ عصر اور یگانۂ روزگار تھے آپ کے شاگرد اور حلقہ احباب بھی دولتِ علم وفکر سے مالا مال تھے۔

زرکلی نے آپ کے خط کا عکس دیا ہے جس کی پہلی سطر کے الفاظ ہیں وهذه المباحث متفرعة على ان افعال العباد صادرة منهم والله لا يفعل القبيح

ان مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ انسانوں کے افعال ان کے اپنے ہی ارادے کے مظہر ہیں اگر بُرے ہیں تو ظاہر ہے اللہ بدی کا فاعل نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الاعلام طبع دوم جلد 131/7)

اس طرح شیخ محمد عبدہ صحابہ اور معتزلہ کے 5 ویں اصول کے مطابق بدی کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کرتے۔ وهو المطلوب۔

محمد عبدہ

366 محسن الملک (1907م)

سرسید ایک تاریخ ساز شخصیت تھے بلکہ شخصیت ساز انسان تھے آپ کی نظر جس پر بھی پڑ جاتی تو ناممکن تھا کہ ان کے دام حملہ ارسے بچ نکلتا آپ بلاشبہ مس خام کو کندن بنانے کی صلاحیت رکھتے تھے جس طرح حالی و شبلی ان کی چتون کے اسیر ہوئے نواب سید مہدی علی خان منیر نواز جنگ محسن الملک (1837-1907) بھی اسی طرح ان پر وارفتہ ہوئے۔ وہ سرسید کے نورتنوں میں شمار ہوتے تھے سرسید سے بے حد پیار تھا اور ان کے کاموں کے بڑے مداح تھے وہ مذہباً اگرچہ شیعہ تھے مگر سید کی محبت میں اتنے سرشار اور والہ ہوئے کہ سب کچھ بھول گئے

یار یار کردم دل من قرار نیست

عالم تمام گشتم مثل تو یار نیست

اب وہ بھی اپنے رہنما کی طرح شگفتہ فکر،۔۔۔ اور رجعت الی القرآن کے اعتزالی جذبے سے مصروف عمل ہونے لگے۔ آپ کے مقالات بے حد مقبول ہوئے خاص کر۔ نیچر والا آف نیچر (Nature & Law of Nature) نے تو دھوم مچا دی تھی اور گذشتہ ایک سو سال سے زیادہ عرصہ میں ایسی مدلل اور آتشیں تحریر نظر سے نہیں گذری۔ آپ فکری ارتکاز کے مقاسد سے بخوبی آگاہ تھے لہٰذا اس موضوع پر تقلید اور عمل بالحدیث کے عنوان سے ایک عالمانہ تحریر چھوڑی ہے۔ ویسے بغیر کسی بیرونی محرک کے آپ نے ''آیات بینات'' لکھ کر اپنے سابقہ ہم مسلکوں کے خوب لتے لئے ہیں۔ اسی طرح سرسید کے خیالات کا اس مدلل انداز سے دفاع کیا ہے کہ وہ سرسید کی اپنی کاوشوں سے کچھ کم نہیں ہے۔ آپ خوش الحان بھی تھے اور زبردست مقرر بھی اور حاضر جواب عالم بھی۔ جسٹس سید محمود کی 1899 میں رحلت کے بعد اگر آپ علیگڑھ کالج کے سکریٹری نہ بنتے تو کالج پردہ کتم میں چلا جاتا نہ یونیورسٹی بنتا۔ نہ مسلم رہنمائی کا کوئی مضبوط مرکز و ادارہ۔

❀

367 حافظ نذیر احمد دہلوی (1912م)

حافظ نذیر احمد علمائے بارزین میں سے تھے ادیب تھے اونچے درجے کے مصنف تھے خطیب تھے انشا پرداز تھے ذہانت و فطانت میں یکتا تھے۔ بلا کا حافظہ پایا تھا کہ بایں پیرانہ سالی چھ سات ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ اہل زبان تھے محاورات و مفاہیم کی اوٹ میں چھپے مضامین چن لیتے تھے۔ عشق رسولؐ کا غلبہ اتنا تھا کہ اگر کہیں سے قرآن اور سید البشرؐ پر زبان درازی ہوتی تو ہچکی بندھ جاتی آنکھوں سے

محسن الملک

حافظ نذیر احمد

آنسوؤں کی جھڑیاں بہ جاتیں اور گھنٹوں تک بے چینی طاری رہتی ۔۔۔۔ان ہی دنوں ملت سازی میں ایک ہستی مصروفِ عمل تھی جس کا عزم اِتنا بلند اور فکر اتنی با کمال تھی کہ مخالف کو لمحوں میں تعصب اور نفرت کی برائیوں کا قائل کر کے قومی دھارے میں شامل کر لیتے تھے سرسید سے جو بھی مِلا ۔اپنے سابقہ خیالات پر قائم نہ رہ سکا۔ بلاشبہ سید ایک قومی ہیرو بھی تھے مذہبی مصلح اور شخصیت ساز مدبر بھی ۔اور ان ہی شخصیات میں سے نذیر احمد بھی تھے جو قومی اُمور میں سید کے دست و بازو بھی بنے اور بہت سی مذہبی خامکاریوں کی اِصلاح میں جُتے بھی رہے قریباً 1908 کے لگ بھگ آپ نے پادری احمد شاہ مسیحی کی کتاب ''امھات المؤمنین'' کے جواب میں ''امھات الامۃ'' لکھی جو بڑی دھماکے دار کتاب تھی اس میں شاید بعض بحثیں ایسی آگئی تھیں جو مروجہ کتب میں نہیں تھیں اور جن سے اشتعال میں آکر شبلی جیسے مؤرخِ اسلام کی نگرانی میں امھات الامہ کی دستیاب کاپیاں جلادی گئیں لیکن جناب ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ

''مجھے امھات الامہ کے دوسرے ایڈیشن کے مطالعہ کا اتفاق ہوا سوائے چند آزاد جملوں کے باقی کتاب ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ٹھیرائی جاسکتی یہ کتاب بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے اور ہمارے مذہبی لٹریچر میں نمایاں اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔'' (عظمتِ رفتہ صفحہ 19/111 تا 25)

حافظ نذیر احمد محاوراتِ قرآنی کی رسائی پر کامل دسترس رکھتے تھے ''صنعتِ مشاکلت'' بدیع کی ایک صنعت ہے علمِ بدیع وہ علم ہے جس میں کلام کو ظاہری حسن وخوبی سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے طریقے سِکھلائے جاتے ہیں اس طرح بدیع کے مختلف اُسلوبوں میں ایک اُسلوب ''مشاکلت'' بھی ہے اس میں ہے کہ ایک ہی شکل وصورت اور ایک ہی مصدر و مادہ کے دو لفظ ساتھ ساتھ بولے جائیں اور دونوں لفظوں سے الگ الگ ۔ معنے ومفہوم مراد ہوں جیسے ''استھزاء'' (بقرہ،1 تا 14) اور ''مکر'' (عمران،54،نمل، 5) کے الفاظ ہیں ۔قرآن پاک کی جن آیات میں ''مشاکلت'' کا اُسلوب اختیار کیا گیا ہے انہیں محض عربی لغت کی رُو سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ عربی زبان کے محاورات اور وسیع تر استعمالات کی روشنی ہی میں ان کا مفہوم ذہن میں بیٹھ سکتا ہے حافظ مرحوم لکھتے ہیں کہ

''کچھ عربی کی خصوصیت نہیں شاید سب زبانوں میں یہی قاعدہ ہو کہ ایک فعل مذموم کے بدلے میں سزا یا انتقام کے طور پر جو فعل کیا جاتا ہے ۔اگرچہ فی نفسہ وہ مذموم سے تعبیر کیا جاتا ہے تاکہ جیسا فعلاً انتقام لیا گیا قولاً ۔بھی انتقام لینا ظاہر ہو

مثلاً فارسی میں کہتے ہیں۔ بدی را بدی سہل باشد جزا۔ ہندی میں گویا اسی کا ترجمہ ہے۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ بدی کر بدی ساتھ لے۔ کانٹے لگا کانٹے پھلیں۔ پھل پات لو پھل پات لے۔ کل جگ نہیں کر جگ ہے۔ یاں دن کو دے رات کو لے۔ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہات دے اس ہات لے۔ جیسے کو تیسا۔ جیسا اور تیسا کنایہ ہیں صفات مذمومہ سے لیکن جس طرح بدی کے بدلے میں جو فعل کیا جائے صرف کہنے کو بد ہے۔ اسی طرح جیسے کے بدلے میں تیسا گالی نہیں ہے۔''

(حمائلِ نذیر احمد طبع تاج کمپنی صفحہ 7۔۔۔ 11)

بلا شبہ نذیر احمد نے بدیع کے جس قاعدے کا سہارا لیا ہے ہمارے بہت سے سلف اکابر اس سے فارغ ہی رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ نذیر احمد کے بامحاورہ ترجمہ سے لاکھوں انگریزی خواں مستفید ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

❁

368 حالی (1914م)

خواجہ الطاف حسین حالی 1914م بڑے حساس اور دردمند دل کے مالک تھے ان کا دل ہر وقت قومی درد سے سرشار رہتا تھا۔ قرآن کے پکے شیدائی تھے حیاتِ جاوید میں سرسید کے خیالات کی اس خوبی اور علیت سے توجیہات بیان کی ہیں جن کے بعد سید کے خیالات سے نہ صرف نفرت کم ہوگئی ہے لوگوں میں دفاعِ اسلام اور فہم قرآن کا جذبۂ بیکراں بھی پیدا ہوا ہے۔ ویسے حالی خود بھی زبردست مصلح، مبلغ عالم اور بہت سے علوم پر گہری نظر رکھنے والے تھے لہٰذا حالی کے بارے میں یہ مواد جمع کرنا کہ آپ کس طرح ایک شاعر سے دانشورِ قرآن بنے غیر ضروری ہے آپ فطرت کا مطالعہ کرنے والے تھے فطری بن گئے۔ ان کا سینہ تعصب کی کثافت سے پاک تھا جبکہ ایسے پاکیزہ سینوں میں قرآن۔ بغیر پوچھے جاگزیں ہو جاتا ہے خاص طور پر جب رفیقِ سفر، ''راہبر'' بھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ حالی کسی اور راستے پر چل پڑتے مگر ایک مردِ خدا نے ان کی رہبری کی اور مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کے لئے اپنا ہم پیشہ کھیون ہار بنالیا۔ حالی خود ہی لکھتے ہیں:

''ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار گذار رستے میں رہ نورد ہے بہت سے لوگ جو اس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں بہت سے ابھی اس کے ساتھ افتاں وخیزاں چلے جاتے ہیں مگر ہونٹوں پر

الطاف حسین حالی

پپڑیاں جمی ہیں۔ پیروں میں چھالے پڑے ہیں لیکن وہ اولوالعزم آدمی جوان سب کا راہنما ہے اسی طرح تازہ دم ہے نہ اسے رستے کی تکان ہے نہ ساتھیوں کے چھوٹ جانے کی پرواہ ہے نہ منزل کی دوری سے کچھ ہراس ہے۔ اس کی چتون میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اس کی ایک نگاہ ادھر بھی پڑی اور اپنا کام کرگئی۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان

دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے''

(ماٰخوذ از یادگارِ حالی۔صالحہ عابد حسین طبع انجمنِ ترقیِ اردو (ہند) علی گڑھ صفحہ 11/40 تا 20)

یہاں حالی نے گرویدۂ سید ہونے کی داستان سنادی اور سید فطرتی مذہب کے راہبر تھے۔ جس میں معجزات وکرامات ہزلیات وخرافات کی گنجائش نہ ہوسکتی تھی باایں ہمہ حالی سید کے مبلغ بن گئے یادگارِ حالی میں لکھا ہے کہ

''ایک دن سرسید کے یہاں خواجہ صاحب مرحوم بھی تھے اور مولانا شبلی بھی حضرت عائشہ کے مذہب کا تذکرہ ہونے لگا۔ مولانا شبلی ازراہِ ظرافت بول اُٹھے کہ معلوم ہوتا ہے حضرت عائشہ بھی نیچری تھیں ورنہ معراج جسمانی سے کیوں انکار کرتیں؟ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب نے کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نیچری ہونا بڑی فضیلت کی بات ہے کہ حضرت عائشہ تک اس جرگہ میں داخل ہوں۔''

(یادگارِ حالی صفحہ 13/17 تا 17)

یہ یاد رہے کہ قرنِ اول سے چوتھی صدی ہجری تک قرآنی دانشوروں کو عدلی۔ توحیدی، قدری اور معتزلی کہا جاتا تھا یعنے دانشِ قرآن کسی خاص شخصیت یا مدرسۂ فکر سے موسوم نہیں تھی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اشخاص کی نسبت سے موسوم ہیں جبکہ فطرتی۔ قدری، توحیدی، عدلی، اور معتزلی صفات سے موسوم ہیں مثلاً۔ کسی نے انسان کے ارادے واختیار کو پاور سے تعبیر کیا اُسے قدری کہا گیا۔ کسی نے اللہ سے ظلم سرزد ہونے کی نفی کی تو اسے عدلی کہا گیا۔ کسی نے اللہ کی تنہا حاکمیت کا تذکرہ کیا تو اسے توحیدی سے موسوم کیا گیا اسی طرح کسی نے معاصی سے اجتناب برتا اور قرآن کی حاکمیت کو مشتبہ کرنے والی باتوں سے کنارہ کیا تو اُسے معتزلی کہا گیا یا یہ کہ سُنیوں سے علیحدہ تعبیر وتشریح کا اُسلوب اختیار کیا تو اسے بھی معتزلی کہا گیا۔ اور یہ صورتِ حال اس وقت

تک باقی رہی کہ تاتاریوں کے روپ میں اچانک ایک بگولہ نمودار ہوا جو مسلمانوں کی تہذیب وثقافت رفاہی کلچر اور علمی درسگاہوں کو خس وخاشاک کی طرح اُڑا لے گیا۔ اب نہ ان کے علمی مراکز رہے۔ نہ سوچنے والے دماغ اور نہ ہی معتزلہ کے استیصال کا کوئی خاص منصوبہ جو ان کے ہاتھوں کامیاب ہونے کی نوید لے آتا۔ ادھر زوال علم وآگہی کے ساتھ ہی ہماری مذہبی قیادتیں جو فکری ارتکاز کی گرویدہ تھیں عقل ودانش اور علمی ترقی کے چار سو سال پورا کر چکی تھیں انہوں نے مسلمانوں پر ایک اور آفت ڈھادی کہ عقل واجتہاد پر پابندی لگادی اور یہ پیریڈ اتنا لمبا ہو گیا کہ پورے ایک ہزار سال تک نہ ابوحنیفہ پیدا ہونے دیا نہ امام عقل ودانش واصل بن عطاء۔ اور نہ ہی کسی جانب سے نشاۃ ثانیہ کی آواز بلند ہوئی۔ عثماتی سلطنتیں تھیں تو ان کا چراغ علم وآگہی کے تیل سے عاری تھا۔ ہزار سال کے بعد جہاں بغداد، دمشق اور قرطبہ کا زمانۂ عروج ذہنوں سے اوجھل ہو چکا تھا وہاں معتزلہ اور ان کے مجتہدانہ کارناموں کی یاد بھی نہ رہی۔ اب کہ نشاۃ ثانیہ کا دور سائنسی رنگ وروپ میں شروع ہوا تو مذہب نے ہزیمت کا نیا راستہ اختیار کیا لیکن اب فطرت اور قانونِ فطرت کے تناظر میں دینی صداقتوں کو آزمانے کا نیا موقع میسر آیا اور ماضی کے چار صد سالہ اعتـــزال نے فطرت کی راہیں اپنا کر نیا رنگ اختیار کر لیا اب عقل پر لگائی جانے والی پابندی بھی ختم ہو چلی تھی اور اجتہاد کے آگے جو بند باندھے گئے وہ بھی عقلیات اور فطرت کی تاب نہ لا کر بہتے چلے گئے۔ ہمارے حالی عقلیات کے اسی نئے دور کی پیداوار تھے۔ تاہم پاکستان بننے کی صورت میں بنیاد پرستی نے اپنا زور دکھانا شروع کر دیا لیکن کمپیوٹر، الیکٹرانک اور دیگر سائنسی ایجادات نے مذہب کی ہزیمت کو یقینی بنا دیا ہے مذہبی درسگاہوں میں بظاہر بنیاد پرستی کا راج رہا لیکن عامۃ الناس مطمئن نہیں ہو رہے بس منافقانہ ہم آہنگی کو وطیرہ بنائے ہوئے ہیں جو امید رکھنی چاہئے کہ زمانۂ قریب میں منافقت کا یہ خول بھی اُتر ہی جائے گا پھر۔ **واشرقت الارض بنور ربھا** ۔ زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ قرآن کا دور دورہ ہو گا۔ تقلید کا چلن نابود ہو جائے گا۔ تحقیق کی ڈیمانڈ ہو گی اور تحقیق کا میدان وسیع ہے جس کے لئے فکری محنت، ذہنی آزمائش اور اجتہادی بصیرت کے آفاق طے کرنے ہونگے۔

❋

369 سید امیر علی (1928م)

سرسید اور چراغ علی کے بعد اسلام کا سب سے زیادہ دفاع کرنے والے سید امیر علی بن سید سعادت علی 1840 میں پیدا ہوئے اور 1928 میں اللہ کو پیارے ہو گئے آپ انگریزی اور اردو و بنگالی کے زبردست دانشور

سید امیر علی

تھے۔مقنن تھے، ریسرچ سکالر تھے متکلم اسلام تھے بقول خیر الدین زرکلی۔من کبار المناضلین عن الاسلام فی العصر الاخیر

پچھلے عرصہ میں اسلام کے سب سے بڑے دفاع کنندہ تھے۔

(الاعلام ۔ 355/1)

آپ کسی بھی ارتکازِ فکری (تقلید) کے خلاف تھے۔آزادانہ تحقیق و ریسرچ کے قائل تھے۔دفاع اسلام میں نپے تلے قانونی اور جچے تلے معیاری الفاظ استعمال کرتے تھے۔انہوں نے ''سپرٹ آف اسلام''۔ کے ٹائیٹل پر یہ بیت لکھ کر اپنی غیر جانبداری کا اشارہ دیدیا ہے:

زبان که از بهر حق گوئی چه سربانی چه عیرانی: -

مکان که از بهر حق جوئی چه جا بلقا چه جا بلسا

اس طرح وہ اپنے عقیدے اور مسلک کے لحاظ سے دانشورِ قرآن تھے۔ذیل کی نادر تصنیفات آپ کی مجتہدانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

- A CRITICAL EXAMINATION OF THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD
- A SHORT HISTORY OF THE SARACENS
- THE SPIRIT OF ISLAM
- THE ETHICS OF ISLAM

یہ تمام کتابیں عربی میں ترجمہ ہو چکی ہیں کسی زمانے میں دستیاب تھیں، آج بھی ہیں:

- حیاة النبی و تعالیمه
- مختصر تاریخ المسلمین
- روح الاسلام . او حیاة محمد و تعالیمه (وهوا قوی کتبه و اعظمها)
- آداب الاسلام
- الاحکام الشرعیه

❀

370 رشید رضا (1935م)

رشید رضا

محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بہاء الدین عرف رشید رضا (1935م)۔ حالی اور محسن الملک جس طرح۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں سرسید کے سرفروش اور جانباز معاون اور ساتھی تھے اسی طرح مصر میں رشید رضا۔ امام عبدہ کے دست راست بن کر مطلع پر نمودار ہوئے دینی اور اجتماعی اصلاحات میں آپ کے جرأت مندانہ اقدامات سے دنیائے عرب نے خوب استفادہ کیا۔ آپ نے سرسید کے نقشِ قدم پر تہذیب الاخلاق کی طرح مجلّہ "المنار" جاری کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں تک اپنے خیالات پہنچائے۔ حقوقِ نسواں کے بڑے علمبردار تھے "نداء الجنس اللطیف" آپ کی طبع شدہ مشہور کتاب ہے۔ اصول التشریع العام۔ قانون سازی کے بنیادی اصولوں کی تشریح پر لکھی گئی بے حد اہم کتاب ہے۔ جس طرح حالی نے "الدین یسر" لکھ کر اسلام کو انسانی طبائع کے حسبِ حال فطری اور قابلِ پذیرائی دین ثابت کیا ہے اسی طرح رشید رضا نے یسر الاسلام۔ لکھ کر اسلام کو فطری دین ثابت کیا ہے۔ شبہات النصاری وحجج الاسلام آپ کی بڑی معرکۃ الاراء کتاب ہے، جس میں چراغ علی کی طرح غیر مسلموں کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے۔ ویسے تفسیر "المنار" آپ کی زندہ شاہکار تصنیف ہے۔ ❁ (معجم المطبوعات طبع مصر صفحہ 934)

371 عنایۃ اللہ اثری

علمائے راسخین میں حضرت علامہ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی مدرس مدرسہ دارالحدیث گجرات کا نام عقیدت سے لیا جا سکتا ہے آپ کا دل ویسے تو موروثی طور پر توحید۔ باری سے معمور تھا تاہم اپنے ہم سفروں کے برعکس احادیث جنہیں اہلحدیث حضرات کھلے بندوں قرآن پر ترجیح دیتے بلکہ ضرورت پڑنے پر تردید کے لئے استعمال بھی کرتے ہیں۔ آپ اپنی خداداد بصیرت وذہانت کے زور پر ان کی ایسی توجیہ اور تاویل کر جاتے تھے جس سے حدیث پرواز داعتراض بھی ختم ہو جاتا اور قرآن محکم کی حاکمیت پر آنچ بھی نہ آتی۔ آپ نے سینکڑوں مسائل میں قرآنی دانشوروں کے دفاعی انداز کو اپنا کر بڑی جرأت اور خوفِ خدا کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ نے یوں تو بہت سے مسائل پر مستقل تصانیف چھوڑی ہیں لیکن ان میں۔ البیان المختار جو انبیاء کے حالات پر 410 صفحات پر مشتمل ہے اور "القول المختار" جو سیرتِ نبویؐ کے بعض گوشوں کو شامل ہے نہایت نادر اور عالمانہ تحقیق کی حامل ہیں۔ بااین ہمہ کوئی بھی توجیہ کتنی ہی دلپذیر اور توانا کیوں نہ ہو جب تک انسانی سوچ اور کاوش کی مرہون منت ہے حرفِ آخر نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ چونکہ عامل بالحدیث تھے لہٰذا انہیں قرآن کی حاکمیت اور حکمرانی کی حمایت کرنے کے باوصف دانشورانِ قرآن میں شمار نہیں کیا جا سکتا؟ اگر

ہمارے عنایت اللہ اثری دانشورِ قرآن نہیں ہو سکتے پھر کوئی دوسرا بھی نہیں ہو سکتا۔

372 طنطاوی جوھری (1940م)

گذشتہ صدی نے ایک بڑے باکمال آدمی کو جنم دیا نام تھا طنطاوی بن جوھری 1940م۔ یہ مختلف علوم کے علامہ تھے۔ اپنی سوچ کا محور قرآن کو بنالیا تھا اور قرآن نے اسے یہ صلہ دیا کہ اس پر عقلیات اور سائنس کے آفاق وا شگاف کر دیئے۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کتنا ہی درجہ کمال کو پہنچے وہ کامل نہیں ہو سکتا اس کے کسی نہ کسی عمل اور کسی نہ کسی فکر پر بشریت غالب رہ ہی جاتی ہے جو انسان کو بشریت کے دائرے میں محصور کر دیتی ہے طنطاوی بھی ایک انسان تھے جو اپنے آہنگ اور نہج میں تجرباتی تنوع کے پلِ صراط سے گذر رہے تھے اس نے اپنی بساط کی حد تک قرآن محکم کی سائنسی تشریحات کیں اور سوچنے والوں کے لئے سوچ کے نئے زاویئے دیئے آج ہندو پاک میں وحی کی سائنسی تشریحات کرنے والوں کے سرخیل بھی وہی ہیں ویسے ان کا یہ اسلوبِ تشریح بڑا دلکش، جاذب اور پُرکشش ہے کہ ہر آیت کی سائنسی تشریح کے بعد اس تشریح کو قصے اور کہانیوں کے روپ میں پیش کر کے زیادہ قابلِ فہم بنایا۔ (مرأة العصر 225/2 وغیرہ)

373 امام فراھی (1940م)

السنۂ شرقیہ کے علاوہ۔ لغت اور ادب کے امام۔ عالمِ باعمل۔ مجتہدِ وقت کے دھارے کا شناسا۔ امام حمید الدین فراہی (1940م) قرآن کے بڑے دانشور تھے ادبیاتِ عرب پر عبور رکھتے اور توجیہاتِ قرآن کا گہرا شعور رکھنے والے تھے۔ 1945-46ء میں ان کی نظام القرآن کے بعض اجزاء کلکتہ میں زیرِ مطالعہ رہے۔ مجھے بہت ہی اچھے لگے میں نے ذرہ بھر انقباض محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ اس وقت تک میرا ذہن تعصّبات سے بالکل صاف و شفاف ہو چکا تھا۔ میرا ذہن۔ قرآنیات۔ قبول کرنے کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار رہتا تھا خاص کر اس سے پہلے 1943-44ء میں مسلم نشاۃ ثانیہ کے رہبرِ اعظم سر سید احمد خان (1898م) کی تفسیر دیکھ چکا تھا اب میرے لئے سلطانیٔ خرد۔ کی کوئی سی توجیہ نامانوس نہیں رہی تھی۔ نفرت اور تنگ ظرفی کا عنصر شاملِ فکر نہیں رہا تھا اب ہدایت پذیری کے لئے میرا سینہ کُھل چکا تھا۔ قرآن سے والہیت میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی حسبنا کتاب اللہ۔ حقیقت بن کر میری رہنمائی کر رہا تھا۔ مجھے اگر کہیں سے اطمینان ملتا اور میری پیاس کسی طرح بُجھ سکتی تھی تو صرف قرآن کے ذریعہ ہی بُجھ سکتی تھی۔ میں کم علم ضرور تھا مگر قرآنی جواہر پاروں کے سمیٹنے کا شعور فراواں تھا اور

میں سمجھتا ہوں اس میں سرسید کے بعد امام فراہی، عنایت اللہ مشرقی اور امام الہند ابوالکلام آزاد کی فیض رسانی کا زیادہ حصہ ہے۔

تب جوانی تھی مشاغل کے تنوع سے فرصت نہ ملی کہ امام فراہی کی نظام القرآن کے جتنے بھی اجزاء مل رہے تھے خرید کر لیتا اب پیرانہ سالی کا دیو استبداد حافظے کی توانائی پر پا کوب ہے۔ حافظے کے محلات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں نسیان اور فراموشی کا قبضہ مستحکم ہو رہا ہے۔ خاص کر امام فراہی۔ کا لٹریچر اصلی حالت میں فراہم بھی نہیں ہو رہا اور تراجم پر میرا اعتماد نہیں ہے کہ اکثر تلامذہ نے اپنے اساتذہ کی افکار میں تصرف کیا ہے مثلاً مولانا شبلی (1914م) کی سیرت النبیؐ کی پہلی جلد ہے مولانا نے یہ جلد خود ہی چھاپی تھی کہ فرشتۂ اجل نے زندگی جیسی نعمت چھین لی۔ بعد میں سید سلیمان ندوی نے اسے ازسر نو تحریر کر کے 5 مزید جلدیں لکھ کر چھ جلدوں میں مکمل کیا۔ لیکن 1943 میں دیکھا کہ شبلی ایڈیشن کی پہلی جلد مکمل تصرف کی نذر ہو چکی تھی۔ شبلی مرحوم نے اپنے ایڈیشن میں معجزات و کرامات کا بالکل ہی انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دونوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد یقین ہو چلا تھا کہ شبلی کے خیالات مسخ ہو چکے ہیں بلکہ الکلام میں اس موضوع پر لکھی ہوئی تحریر سے آج بھی تصدیق ہو سکتی ہے کیونکہ سرسید کی طرح نعمانی بھی اس عقیدے کے تھے کہ معجزات و کرامات نے اللہ کے کاموں میں شراکت کا تصور اُجاگر کر کے توحید کے تقاضوں کو نہ صرف مجروح کیا ہے بلکہ مفلوج بھی بنا دیا ہے اسی طرح جب مجھے باوثوق ذریعہ سے پتہ چلا کہ موجودہ ''تفاسیر فراہی'' میں تصرف ہو چکا ہے تو میں نے اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ رہا یہ کہ امام فراہی کے ضمن میں ندوی صاحب کی یہ وضاحت کہ،

> ''ان (شبلی و فراہی) ہر دو میں سے انکی (سرسید کی) تفسیر کا عربی ترجمہ
> کر دیں مگر ان حضرات نے تفسیری اختلاف کی بنا پر معذرت کر دی۔''

(معارف اعظم گڑھ فروری 1919م)

یہ وضاحت اور معذرت قابلِ مسموع نہیں ہو سکتی کیونکہ مترجم کسی بھی مصنف کے خیالات کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہ ندوی صاحب کی غلط توجیہ اور غلط معذرت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ندوی صاحب نے اپنی چشمک کو ان ہر دو حضرات کے پلڑے میں ڈال کر بات کو غلط نہج پر ڈال دیا ہے۔ تاہم میں امام فراہی کے بارے میں تو کچھ کہنے سے عاجز ہوں البتہ کہنے دیجئے کہ شبلی سے تسامحات ہوئے ہیں اور ان کی سید سے اندرونی مگر خفیف سی معاندت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اگر معاندت نہ بھی کہو تب بھی سطحِ ذہن پر خفیف سا غبار ضرور تھا کہ انہوں نے سید کی اچھی باتوں کو نام لئے بغیر نہ صرف قبول کر لیا دیدہ دلیری سے اپنی ہی صلاحیت کا ثمر بھی ٹھیرا یا ہے، اسے

______ محدثین کی اصطلاح میں۔تدلیس کہا جاتا ہے یعنے کسی سے بھی خلش ہو پر کاش ہو یا دل نہ چاہتا ہو کہ سچائی اس کی طرف منسوب ہولہٰذا پرائی محنت کو اپنی محنت کا نام دے کر اس کا پتہ کاٹ دینا تدلیس ہے یہی وجہ ہے کہ۔حوض۔موج اور رودِ کوثر والے شیخ اکرام۔اور شبلی نامہ والے محمد امین زبیری نے شبلی پر حقیقت چھپانے کا الزام لگا کر وار کیا ہے کہ وہ الکلام میں بیشتر باتیں سرسید سے لیتے ہیں مگر نام کا پتہ کاٹ کر۔یہ یاد رہے کہ اکثر دانشورانِ قرآن خود مجتہد ہو کر بھی شیخ اور استاد کی نسبت سے پرہیز نہیں کرتے تھے ان کے بارے میں جب لکھا ہوا ملتا ہے کہ وہ حنفی معتزلی تھے۔شافعی قدری تھے زیدی توحیدی تھے۔یا شیعہ عدلی تھے تو میں نے ایسی نسبتوں سے تعرض نہیں کیا کیونکہ نسبت کی گرویدگی انسان کے آزادانہ اختیار کا مسئلہ ہے۔

❁

374 امامِ انقلاب عبیداللہ السندی (1945م)

جن کے دل میں اسلام نے راہ پالی ان کے ہدایت یافتہ ہونے میں کیا شک ہے بوٹا سنگھ کے ہونہار فرزند عبیداللہ السندی (1945م) بلاشبہ علمائے بارزین میں سے تھے آپ مسلکاً صوفی تھے تاہم آپ کی تمام زندگی اِنقلاب قائم کرنے کی جدوجہد میں بسر ہوئی وہ ایسا اِنقلاب چاہتے تھے جو تمام بنی نوع بشر کے لئے یکساں افادیت اور فیض رسانی کا موجب ہو اور جس کے خطوط قرآن نے خود متشکل کیے ہوں چنانچہ وہ بعض سورتوں کی تفاسیر اور تشریحات میں ہر مقام پر قرآنی انقلاب کی وضاحت کرتے تھے جو سب کی بھلائی کے لئے ہو وہ اتنے غیر متعصب تھے کہ خواہ کسی بھی مذہب کا کوئی بھی سائل ان سے بات کرتا تو قرآن کو عالمی تناظر میں پیش کر کے اس کی تشفی کرا دیتے تھے آپ نے روس میں رہ کر لینن۔سے ملاقاتیں کیں اور ان پر واضح کیا کہ سوشلزم یا انسانیت کے اجتماعی مفاد کے سوتے قرآن محکم سے پھوٹتے ہیں۔لینن نے کہا کہ آج تک ہمیں کسی نے بھی یہ بات نہیں بتلائی۔مولانا نے فرمایا۔آپ لوگوں نے یورپ کی طرح قرآن سے مشورہ کیا ہی نہیں۔تمہیں کس طرح پتہ چلتا کہ اس میں کیا ہے؟ آپ کی کُھلی باتوں سے آپ کی مادرِ تعلیم دیوبند کی درس گاہ کے اکثر علماء بدکتے تھے شبیر احمد عثمانی تو آپ کے جانی دُشمن تک ہو گئے تھے لہٰذا آپ نے تنگ آ کر دہلی میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ادارہ قائم کیا اور پھر تازیست اسی سے وابستہ رہے۔مولانا دین و دنیا کی رہنمائی قرآن ہی سے اخذ کرتے تھے وہ جلاوطنی ختم کر کے جب وطن واپس آئے تو ہم نے حیدرآباد سندھ میں اُن سے ملنے کی خواہش کی۔حیدرآباد کے مشہور تعلیمی ادارے نور محمد ہائی سکول میں ہماری خواہش کی تکمیل ہوئی علامہ مشرقی ان دنوں

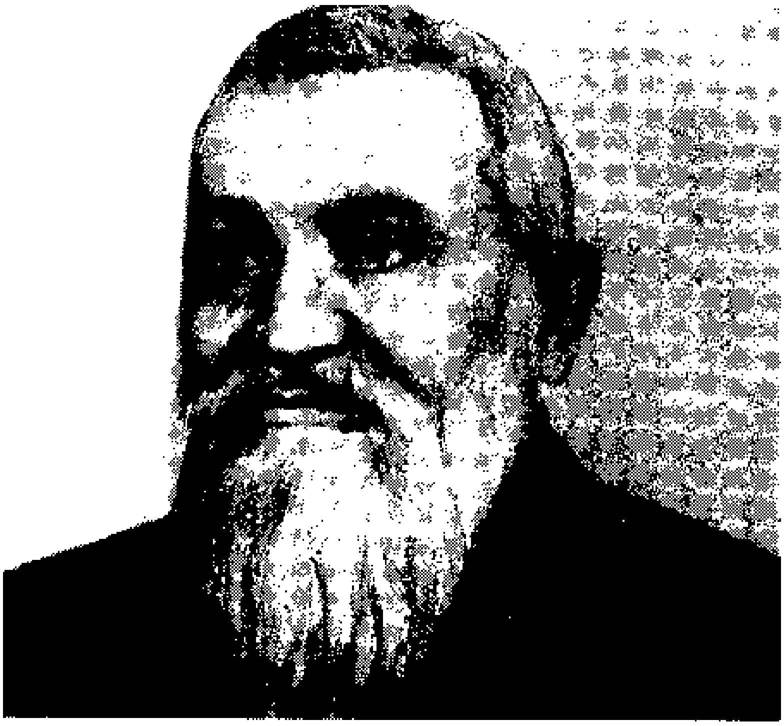

امام انقلاب عبیداللہ السندی

مدراس کے دیلور جیل میں محبوس تھے۔ ہم خاکساروں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر سلامی دی مولانا بڑے خوش ہوئے۔ ابھی ہم فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ مولانا سے ملنے کے لئے آگے بڑھے اور مولانا کے پاؤں پکڑ لئے۔ مولانا نے زمین پر بیٹھ کر اس کے پاؤں پکڑ لئے اس پر ملاقاتی نے چلا کر کہا کہ مولانا یہ آپ نے کیا ستم ڈھاویا؟۔ آپ نے فرمایا تم نے میرے پاؤں پکڑے اور میں نے تمہارے معاملہ برابر برابر۔

مولانا کے بڑے عقیدت مندوں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے والوں میں سندھ کے دانشور مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی خطۂ سندھ میں علم وحکمت بانٹ رہے ہیں اور مولانا کے ترجمان ہیں ان کے توسط سے مولانا کی تفسیر ''الھام الرحمان'' کسی زمانے میں چھپ رہی تھی۔ بعد میں جنوبی پنجاب میں پوری تفسیر کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔ مولانا سرسید کی تعلیمی اور فکری روشن خیالی کے بڑے معترف تھے۔ سید کی ذہانت وفطانت کے بڑے قائل تھے لوگوں نے جن مسائل میں سید سے اختلاف کیا آپ نے کُھل کر ساتھ دیا۔ اپنی الھام الرحمان۔ میں مسیح کے نزول کی کُھل کر مخالفت کی۔ بدعات وخرافات معجزات وکرامات کی انسانی علوم اور سائنس کے تناظر میں تردید کی۔ مولانا کے معتقدین اور حلقۂ احباب الہام الرحمان کے توسط سے سرسید کے بہت قریب آگئے ہیں آج بہاولنگر کے علاقہ میں مولانا کی فکر کو آگے بڑھانے کے لئے ایک زبردست علمی درسگاہ قائم ہے۔ جہاں سال میں ایک ماہ کے لئے پورے قرآن کا درس ہوتا ہے۔ بڑے بڑے علما اور لبرل قسم کے دانشور حاضر ہوتے ہیں۔ یہ تمام حرکات وسکنات چونکہ علماءِ دیوبند کی تنگ ظرفی میں بار نہ پاسکتے تھے لہٰذا انہوں نے مولانا کو آخر عمر میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا حالانکہ دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی ''تصفیۃ العقائد'' ۔ میں سرسید کو پکا مسلمان تسلیم کر چکے اور ان کے مشورے سے اسلامیات کا مرتبہ نصاب علیگڑھ میں داخل کر چکے تھے۔ باایں ہمہ بعد کے علماء اپنے بزرگوں کا احترام نہ کر سکے۔

❁

375 عبداللہ العمادی (1946م)

امام اہل الرائے سید احمد خان فکر ونظر اور جدیدیت کا جو سیلاب لائے تھے اس کے بہاؤ میں تقلید کے خس وخاشاک ٹھہر نہ سکتے تھے جبکہ وہ ہوتے ہی بہنے کے لئے ہیں لیکن لوگوں نے کمزور بیساکھیوں کے سہارے اپنی ہٹ قائم رکھی اور سید سے مقابلہ جاری رہا۔ لیکن اللہ کی جانب سے سید والا تبار کو حاضر وغائب معاونین کے

ذریعہ اس طرح کمک ملتی رہی جس طرح کمزور مسلمانوں کی ڈھارس کے لئے بدر میں کمک پہنچتی رہی علامہ عبداللہ العمادی (1946م) جو علومِ عربیہ کے ماہر شناسا اور راہرو تھے اور توجیہ و تاویل کے بے خطا مفکر مانے جاتے تھے انہوں نے سرسید کے مشن کو پوری مہارت سے جاری رکھا۔ امرتسر کے ''الـوکیـل'' اور کلکتہ کے الھـــلال کے ذریعہ فلسفہ و کلام میں دھوم مچا رکھی تھی۔ کشف ساق جیسے ادق مسائل کی چٹکیوں میں تحلیل و توجیہ کر کے صفاتِ خداوندی کو سمجھنے کے لئے زبردست مثال پیش کر دی تھی۔ ویسے صفاتِ خداوندی کے باب میں ہمیشہ تین رائیں پائی جاتی رہی ہیں I۔ انہیں بغیر تاویل و توجیہ کے تسلیم کرنا چاہئے مثلاً اللہ کے لئے چہرہ یا ہاتھ، جسم وغیرہ بلکہ پاؤں، شکل، داڑھی، سونے کی جوتی اور آدم کو اپنا ہمشکل بنانے کی باتیں ہیں سب حقیقت ہیں سادہ صورت ہی میں ماننا ہوگا۔ II۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس طرح کی صفات کی بالکل ہی نفی کرنا ہوگی۔ III۔ اور تیسرا مدرسۂ فکر کہتا ہے کہ جب عرب کے محاورات، ضرب الامثال، مجازات و استعارات کا باب وسیع ہے تو کیا وجہ ہے کہ تنزیہ و تقدیس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر توجیہ و تاویل کا سہارا نہ لیا جائے۔ لسانِ عرب کے مطابق صفات عین ذات نہ سہی مگر وہ خاص مفہوم رکھتی ہیں مثلاً خدا **سمیع** ہے و **بصیر** ہے **فعال لما یرید** ہے۔ اس کا عرش بھی ہے اور کرسی بھی لیکن اس کی سماعت و بصارت اور دیگر اعمال کسی حاسے اور کسی آلے کے محتاج نہیں۔ سماعت و بصارت کا جو نتیجہ ہے وہ اللہ کو حاصل ہے اور اور اسی معنے میں وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ اسی طرح عرش و کرسی اس کے علم اور حاکمیت کے استعارے ہیں چنانچہ سرسید اسی خیال اور عقیدے کے تھے اور اسے لے کر ہی امام عبداللہ العمادی میدان میں آترے اور ہند کی پوری فضا میں قرآنی مہک اور عطر بیزیوں سے خوشبوئیں بکھیر دیں۔ مسائل کی ایسی توجیہ اور تنقیح کا سہارا لیا جو استدلال اور ابلاغ کے تمام اسلوبوں پر حاوی اور مشتمل تھا۔

❁

376 الشیخ الفاضل ثناء اللہ امرتسری (1948م)

قرآنی دانشوروں نے اسلام اور قرآن کا دفاع ہمیشہ عقل سے کیا ہے کہ نقل اس راہ میں درماندہ اور عاجز ہی رہی ہے، یہ نہ صرف عہدِ حاضر کے ترقی یافتہ دماغ کا وطیرہ ہے زمانۂ ماضی میں بھی راسخ العقیدہ سلفی اور سُنی تک ـــ عقلیات ہی سے رجوع کرتے تھے ابوالحسن اشعری جس نے عقلیات سے بغاوت کر کے سلفیات کے حصار میں پناہ لے رکھی تھی اس کے بارے میں جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی دِفاع کے لئے اپنے لب و لہجہ میں تبدیلی کر کے معتزلہ کی آواز میں بات کرتے تھے اس کی مثال ہمارے دور میں مناظرِ بے بدل

الشیخ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری علیہ الرحمہ (1948ء) کے پیکر میں دیکھی جاسکتی ہے آپ بڑے حاضر جواب اور منطقی لہجہ میں بات کرنے والے تھے سرسید کے بارے میں پوری تفسیر لکھ ڈالی بااین ہمہ عقل کو معطل نہیں کیا اور جب بھی آریہ سماج، مسیحیوں اور احمدیوں سے مناظرے ہوئے آپ نے عقلیت کی بالادستی قبول کی اور نقل کو ذریعۂ دفاع نہیں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی اپنی جماعت کے اکابر جو روپڑ سے تعلق رکھتے تھے انہیں بدعتی اور گمراہ کہتے تھے کیونکہ اہلحدیثوں کے نزدیک جو عقل سے کام لے وہ بدعتی اور گمراہ ہے چنانچہ محترم الشیخ ابوالوفاء کی دونوں تفسیروں سے چالیس مسائل چُن کر انہوں نے سینکڑوں علماء کے فتوے حاصل کر لئے اور نام رکھا۔ **الاربعین فی ان ثناء الله ليس من المحدثين بل من الممتد عين الضالين۔** اس طویل نام کا مفہوم یہ ہے کہ

''چالیس وجوہات جن کی رو سے ثناء اللہ محدث نہیں رہے گمراہ اور بدعتی بن گئے۔''

ایک دفعہ آریہ سماجیوں سے مناظرہ ہوا تو ان کے عالم نے سٹیج پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ۔ صاحبو تمہیں معلوم ہے کہ یہ مناظرے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین طے پائے ہیں۔ سامعین ہندو اور مسلمانوں نے ٹھیک ہے ٹھیک ہے کی آوازیں بلند کیں۔ اس پر دوسرا اعلان ہوا کہ۔ ہمارے مقابلے پر کوئی مسلمان آنا چاہئے جبکہ ثناء اللہ ہم کافروں میں سے ہیں اور سینکڑوں علماء کا یہ فتویٰ ہمارے پاس ہے۔ اس پر سامعین پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مگر ہمارے ثناء اللہ گھبرائے نہیں کھڑے ہو کر تسلیم کر لیا کہ میرے بھائی پنڈت نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے۔ مگر اب میں سب کے سامنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں اب تو میرا حق بنتا ہے کہ بات کروں؟۔ سب نے کہا ٹھیک ہے ٹھیک ہے اس اعلان کے بعد مخالف کیمپ سے پنڈت جی گویا ہوئے کہ اصولِ مناظرہ کی رو سے اس ہی نے بولنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا فلاں حدیث میں تمہارے پیغمبر کے بارے میں یوں یوں لکھا ہے اس کا جواب دو۔ ہمارے ثناء اللہ نے کہا کہ۔ صدرِ محترم!۔ مناظرے کی شرائط ملاحظہ ہوں جہاں پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ۔ فریقِ مخالف اگر قرآن پر اعتراضات کرے گا تب تو میں دفاع کروں گا لیکن قرآن کے علاوہ میں کسی بھی تحریر اور حوالے کے جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ اتنی سی بات پر مناظرے کا رُخ پلٹ گیا کہ وحی قرآن پر اعتراضات احادیث کے راستے ہی وارد ہو سکتے تھے۔

نہ صرف یہ کہ ثناء اللہ نے حق پر کاش۔ اور مقدس رسول لکھ کر اپنے دفاعی اسلوب کے مطابق صرف اور صرف قرآن کا دِفاع کیا ہے ضمناً یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ دفاعِ قرآن۔ قرآن ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ محفوظ ہے

اور خود بھی گویا ہے اور بولنے والوں کی خود ہی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ مثلاً انہوں نے بقرہ کی آیت۔ کی ذیل میں ابراہیمؑ کے چار پرندوں کے ذبح کی ذیل میں لکھا ہے:

''عام طور پر اس آیت کا یہی مطلب بتایا جاتا ہے مگر تدقیقِ نظر سے اِن معنے کا ثبوت قرآن مجید کے لفظوں سے نہیں ہوتا قرآنی عبارت میں دو لفظ قابلِ غور ہیں۔ I۔ صُــرْ۔ اس کے معنے ہیں جوڑ کا چنانچہ تفسیر معالم وغیرہ میں اس کا ترجمہ ''اَمِـلْ'' سے کیا گیا ہے اور شاہ عبدالقادر دہلوی نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ II۔ دوسرا لفظ ''جـزءً'' ہے جب وہ ایک چیز کی طرف نسبت ہوتا ہے تو اس چیز کا ایک ٹکڑا مراد ہوتا ہے اور جب کسی جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس جمع میں سے ایک فرد مراد ہوتا ہے۔''

غور فرمایئے کتنی معقولیت سے مسلک محدثین، فقہا اور مفسرین کا رد کیا ہے بلکہ ایک ماہر استاد کے انداز میں مثال دے کر بات کو زیادہ باوزن اور قابلِ فہم بنا دیا ہے فرماتے ہیں:

''جیسے لڑکا دسویں جماعت کا جزو ہے قرآن مجید میں بھی جزءِ مقسوم۔ ان ہی معنے سے آیا ہے۔ پس اس صورت میں معنے آیت کے یہ ہوئے کہ۔ ان چاروں جانوروں کو اپنی طرف مائل کر۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر رکھ کر بلا۔ تیرے طرف جاویں گے۔ تو اس سے سمجھ لیجئے گا کہ جس طرح یہ وحشی جانور تیرے بلانے پر آ گئے ہیں خدا کے بلانے پر سب مردہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی۔''

(تفسیر ثنائی مکتبہ ثنائی سرگودھا جلد 137/1 حاشیہ نمبر 2)

ناظرینِ محترم :۔ ہم بارہا واضح کر چکے ہیں کہ جس نے بھی اپنے تقلیدی مسلک سے ہٹ کر خواہ 5% ہی قرآن ہی کی حمایت کی وہ دانشورِ قرآن ہے بنا بریں ہمارے نزدیک حنفی ہو خواہ شافعی، زیدی ہو خواہ شیعہ، سلفی ہو خواہ معتزلی جس نے بھی قرآن پاک کے حق میں کسی بھی موقع پر خیر سگالی کا مظاہرہ کیا ہم اُسے قرآنی دانشوروں سے خارج نہیں کر سکتے خاص کر ثناء اللہ۔ اور حافظ عنایت اللہ اثری، گجراتی جیسے اہلحدیثوں کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ تنگ ظرفوں کے گھیرے میں رہ کر بھی قرآن کے لئے سینہ کُھلا رکھتے ہیں۔

377 حسن البناء (1949م)

امام حسن بن احمد بن عبدالرحمان البناء (1949م) اخوان المسلمین کے بانی تھے قرآن کے بڑے دانشور تھے۔ ارتکازِ فکری (تقلید) کے خلاف تھے۔ اپنے ایک لیکچر میں سیاست کے بارے میں فرماتے ہیں:

وعبادة ... ووطن ... وجنسية ... وسماحته ... وقوة ... وخلق ... ومادة .. وثقافة ... وقانون

سیاست عقیدہ ہے ___ عبادت ہے ___ وطن ہے ___ نیشنلٹی ہے
___ رواداری ہے ___ پاور ہے ___ تخلیق ہے (ایجادات) ___ مادہ ہے ___
ثقافت ہے ___ اور قانون ہے۔ (بحوالہ زرکلی 197/2)

پاکستان بننے کے ایک ماہ بعد برطانیہ نے اپنے انتداب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسرائیل تخلیق کیا اور ایک گھنٹہ بعد امریکہ نے اسرائیل کو تسلیم کر کے یہودیوں کے ناجائز قبضہ کی توثیق کر دی۔ حسن البناء نے اپنے فلسطینی بھائیوں کی حمایت میں اخوان المسلمین کے مسلح رضا کار بھیج دیئے۔ جس سے حکومتِ مصر پریشان ہوئی اسی اثناء میں برطانوی انٹیلی جنس نے اخوان اور شاہ فاروق میں پھوٹ ڈالنے اور لڑانے کی سازش کی یعنے فوج اور باڈی گارڈ کی موجودگی میں کسی رضا کار کے ہاتھوں وزیراعظم محمود فہمی نقراشی (پاشا) کو قتل کرا دیا اس کے جواب میں جبکہ حسن البنا۔ جمعية شبان المسلمين کے دفتر کے سامنے کھڑے تھے کسی گروہ نے خود حسن البناء کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اسی طرح مسلمانوں میں یگانگت اور بیداری کا اُٹھنے والا جذبہ ختم ہو کر رہ گیا۔ اخوان مسلمانوں کے موجودہ اور رائج مالیاتی نظام کو جدید خطوط پر متشکل کرنا چاہتے تھے جو اسلامی ملوکیت اور جاگیرداری کے خلاف تھا۔ بلکہ اس کے لئے اخوانیوں کے سرکردہ علماء اور سکالرز نے اشتراکية الاسلاميه۔ کا سلوگن ایجاد کیا یا مستعار لیا۔ چنانچہ شہید عبدالقادر عودہ ایڈووکیٹ جس نے احوال الشخصية کے عنوان سے عدالتی تشریحات پر ضخیم کتاب لکھی۔ انہوں نے الخلق خلق الله والمال مال الله۔ یعنے مخلوق بھی اللہ کی ہے اور ملکیتیں بھی اللہ کی ہیں لکھی اور اشتراکیتِ اسلامیہ کو حتمی فارمولا قرار دیا۔ شام کے مرشد العام مصطفےٰ السباعی نے اشتراكية الاسلاميه کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر فقہ اسلامی اور قرآنی حوالوں سے اسلامی سوشلزم کو معاشی مساوات کا واحد حل ٹھیرایا۔ امام محمد الغزالی نے الاوضاع الاشتراكية لکھی اور سبھی نے بے پایاں املاک کو زوالِ اُمت کا سبب قرار دیا۔ میں دسمبر 58ء میں دمشق میں

حسن البنا۔

اخوانی اجتماعات میں شامل ہوتا رہا مجھے ان کی معاشی پالیسی سے بڑا اطمینان ملتا رہا ان کا یہ نعرہ مجھے بہت ہی اچھا لگتا تھا،

دیننا اسلامنا دستورِ نا قر آننا

یوں بھی قرآن کا نام سُن کر میں دیوانہ وار ان کی ہم آہنگی کرتا تھا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ مودودی پارٹی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر نظامِ جاگیرداری کو مستحکم کیا اور سوشلزم کے خود ساختہ معنے دہریت اور انکارِ خدا کر کے مسلم سیاست پر بڑا ظلم ڈھایا ہے پھر یہ منافقت مستزاد کہ یہاں برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق یہ لوگ اپنے کو اخوانی مشن کا حامی بھی کہلاتے رہے۔

دستورنا قرآننا۔ قرآن ہی ہمارا سُپریم لاء ہے۔ کیا مہک ہے اس نعرے میں؟

❁

378 سید محب الحق عظیم آبادی (1852-1954)

تحریک رجعتِ الی القرآن کے سرگرم کارکن شرف ونجابت کے پیکر سید محب الحق عظیم آبادی (1852-1954) اُن عظیم رہنماؤں میں سے تھے جن کے قلم میں سادگی اور رعنادیں میں دلسوزی تھی۔ حالی کی طرح استدلال میں جدلی انداز اختیار کرنے کے مخالف تھے۔ ناصحانہ اور مشفقانہ اندازِ فہمائش آپ کا طرۂ امتیاز تھی آپ عمر کے طویل دورانیہ میں خدمتِ قرآن کے لئے وقف رہے۔ بڑے سید کے جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے۔ ''شرعة الحق'' آپ کی مشہور اور انقلابی کتاب ہے۔ آپ نے کہیں بھی تعریضی لہجہ اختیار نہیں کیا۔ پاکستان جب منتقل ہوئے پیرانہ سالی بھی تھی اور عسرت وتنگدستی نے بھی گھیر رکھا تھا۔

آپ کے استدلال کی گہرائی اور چوٹ اتنی اثر آفریں ہوتی کہ متشککین عرصۂ دراز تک کلبلاتے رہتے مثلاً وہ الصلواۃ کو ایک پہلودار لفظ مانتے اور ساتھ ہی اسے اسلامی عبادات کی ایک اصطلاح بھی تسلیم کرتے اور معانی کے بحران سے بچنے کا مشورہ بھی دیتے تھے۔ ان کے نظریئے کے مطابق۔ قرائن کو معنے آفرینی میں دخل ہے بشرطے کہ ایسے قرائن خود قرآن ہی سے ماخوذ ہوں یا قرآن سے کشید کیے گئے ہوں۔ وہ فرماتے تھے کہ۔ قرآن میں جس چیز کے کرنے کا نام لے کر حکم دیا گیا ہو اس چیز میں نہ اجمال ہوتا ہے نہ ابہام۔ مثلاً۔ الصلواۃ سے پہلے۔ اَقَامَ۔ یا۔ یُقیم کے صیغے ہوں تو گنجائش ہو سکتی ہے کہ کوئی اور مفہوم بھی ہو لیکن اگر حکم کو صیغۂ امر کے ذریعہ سامنے لایا گیا ہے تو وہاں متعلقہ چیز کا عین ہی مطلوب ہوگا جو اصطلاحی پیکر میں موجود ہے مثلاً

الصّلواۃ سے پہلے اگر ''اقیموا'' کا صیغہ ہے تو اس سے اصطلاحی صلواۃ ہی مراد ہے جو رکوع وجود، قیام اور قعود کے پیکر میں ادا کی جاتی ہے ورنہ تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے مبہم اور مجمل حکم دیا۔ رسولؐ نے اجمال اور ابہام کی تبلیغ کی۔ اور قرآن ابہام لے کر نازل ہوا جو کہ نزولِ وحی کے مقاصد اور نفسیات کے خلاف ہے اور امت اجمال کو قبول کر کے تعمیل کے قالب میں نہ ڈھال سکی۔

❁

379 احمد امین (1954)

مصر کے بڑے سکالر، ادیب، مؤرخ، مبصر، ناقد۔ اجتماعی تجزیہ نگار اور سلطانئ خرد کے مبلغ احمد امین (---) تاریخِ اسلام کے نامور ہیرو تھے۔ آپ نے ''ضحی الاسلام. ظهر الاسلام. اور عصر الاسلام وغیرہ کی کئی جلدیں لکھ کر اسلام کے عروج وزوال کو اس طرح واضح کیا ہے کہ ہمیں اپنے اکابر کی کرتوتوں پر شرم آتی ہے۔ آپ نے مرحلہ وار ہر دور کی تاریخ کو اس انداز سے منضبط کیا ہے جس سے سیاسی، علمی اور فکری ادوار کا الگ الگ پتہ چل سکتا ہے آپ نے۔ فجر الاسلام. (ڈان آف اسلام) کے عنوان سے مجموعی تبصرہ لکھا اور اسمیں مسلمانوں کے فکری زوال کو ان کے سیاسی زوال کا شاخسانہ قرار دیا ہے وہ بنوعباس کے عہد میں جنم لینے والی متعدد تحریکوں کا پس منظر بتاتا ہے کہ یہ تمام تحریکیں اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اسلام کا لباس اوڑھ کر سامنے آئی تھیں جبکہ ان کا جواب صرف عقل اور لسانیات کے گہرے شعور سے دیا جا سکتا تھا چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ مسلمان علماء نے ''عقلیات'' سے کام لیا اور قرآنی آیات اور نصوص سے عقل کی فرماں روائی ثابت کر دی بلکہ ''عقلیات'' کی ایسی رَو چل پڑی کہ مخالفوں کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اب مسلمان جہاں بھی جاتے ان کا احترام کیا جاتا۔ لیکن پھر ایسا بھی ہوا کہ ان تحریکات کی خفیہ سازشوں سے پانسہ پلٹ گیا اور حدیثِ نبوی کے نام پر اتنی شدت سے روایات، ملفوظات اور احادیث بلکہ کرامات ومعجزات و خرافات کی یلغار کر دی گئی کہ عقل کے پاؤں اُکھڑ گئے کیونکہ عقلیات میں زمانہء حاضر کی تمام باتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سائنس ہو، طب ہو، فنونِ لطیفہ ہوں، علومِ حاضرہ ہوں جو کسی معاشرے کو اچھی اساس فراہم کرتے ہیں ان سے استفادے کی راہیں کُھل جاتی ہیں۔ ارتقاء کے راستے ہموار ہو جاتے ہیں علم، تجربہ، اور مشاہدہ فروغ پاتے ہیں لیکن کہا یہ گیا کہ یہ تمام باتیں سنتِ نبوی کے خلاف ہیں وطیرۂ سلف کے منافی ہیں وغیرہ احمد امین فجر الاسلام میں اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے فکری زوال کا پہلا سبب فکری

احمد امین

ارتکاز (تقلید) تھا دوسرا بڑا سبب سنت کی قربان گاہ پر عقلیات کے بچھڑے کو ذبح کر کے چڑھاوا چڑھانا تھا۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان کافی عرصہ تک جہالت اور تقلید کا شکار رہے نہ ہماری فکر آزاد تھی نہ جغرافیائی حدود محفوظ۔ ایسے میں سائنسی دور میں سرسید احمد اور محمد عبدہٗ اگر ہماری دستگیری نہ فرماتے تو ہم اپنی قومی موت آپ ہی مر جاتے۔ اب ہمیں چاہئے کہ اپنے ان بزرگوں کی نصیحت پر عمل کریں۔ دل اور دماغ کو علم و سائنس کی روشنی سے منور کریں۔ سر پر سائنس کا فولادی ''خود'' اور جسم پر سائنس کی زرہ پہنیں تا کہ جہاں کہیں سے ہم پرواز ہو ہم محفوظ رہ سکیں!!

❁

380 علامہ اسلم جیراجپوری (28 دسمبر 1955)

نابغہ عصر فقیہ القرآن علم و حکمت کے موتی رولنے والے اور موتی بکھیرنے والے علامہ اسلم جیراجپوری (28 دسمبر 1955) ایک بڑے علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علم کے بحر خار تھے۔ قدرت نے فراوانیٔ تدبیر سے نوازا تھا آپ کا سینہ علوم قرآن کے لئے کھول دیا گیا تھا فکر میں اتنی پختگی تھی کہ وقت کے تاجدارانِ علم ان کے آگے سرنگوں ہو جاتے تھے وہ قرآن سے برگشتہ لوگوں کو دور سے ہانک کر اس چشمۂ حقیقت کے گھاٹ پر لے آتے تھے یہ آپ کا ناقابلِ رشک ایک کردار ہے بلاشبہ آپ قرآن کے بڑے دانشور تھے۔ نسبت کے بُت خانے کے پجاری نہیں تھے غیر مقلد تھے اور پھر اسی عدمِ تقلید کی برکتوں سے قرآن کا قرب حاصل ہوتا گیا۔ آپ نے بیشمار مقالے لکھے تاریخ میں آپ کو خصوصی درک تھا اپنی سادہ مگر ابلاغی اور استدلالی تحریر سے دلوں کو مسخر کیا۔ تاریخ الامت، تاریخ القرآن، نکات القرآن، محجوب الارث اور الوراثة فی الاسلام ۔ کی طرح درجنوں کتابیں لکھیں۔ اس طرح جو مقالے بھی لکھے تحقیق و ریسرچ کا انمول نمونہ تھے۔ مشہور خطیب القرآن علامہ غلام احمد پرویز آپ کی شاگردی پر نازاں و فرحاں تھے۔

❁

381 امام الھند (1958م)

اسلم جیراجپوری کی طرح دقیقہ سنج، نکتہ رس اور آیاتِ الٰہی میں ڈوب کر نتیجہ اخذ کرنے والے امام الھند ابوالکلام آزاد (1958م) اپنے عہد کے نامور نثر نگار اور معانیٔ قرآن کے لئے ایسے الفاظ منتخب کرنے والے محقق بے بدل کہ ترجمہ ہی سے اعتراض کا شائبہ ختم ہو کر رہ جاتا۔ یہ ابوالکلام کا کمال تھا۔ آپ کے تفسیری نکات مستقل تالیف اور مدرسۂ فکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ آپ ایک خانقاہی ماحول کے نوجوان

امام الہند

تھے ایک جست میں روشن خیال نہ بن سکتے تھے خاص کر سلفیوں سے قربت بڑھانے کے لئے عرصہ دراز تک ابنِ تیمیہ کے مدرسۂ فکر کے داعی اور مبلغ بھی رہے لیکن جلد ہی معلوم ہوا کہ آپ کے اندر کی پیاس بجھانے والا۔ اگر سرسید نہیں تو ابنِ تیمیہ بھی نہیں ہوسکتے چنانچہ آپ نے آزادانہ غور وفکر، مسیحیوں اور آریہ سماج کے زہر آلود لٹریچر سے آزردہ ہوکر۔ قرآن کی آغوش میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی کہ قرآن میں اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ بس اب اس کے لئے یا اس کی ترجمانی کے لئے الفاظ کے صحیح انتخاب کی ضرورت ہے چنانچہ ہمارے امام الھند نے اسی زاویہ سے خدمتِ قرآن کا بیڑا اُٹھایا کہ قدرت نے آپ ہی کو ترجمانی۔ کی بھرپور صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ بلاشبہ آپ نے عقلیات کو امام تسلیم کرتے ہوئے سلفیات سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی گو رسمی طور پر علیحدگی کا پتہ نہیں چلا تاہم وطیرہ اور عمل نے بتلا دیا کہ آپ صرف اور صرف قرآن ہی کو سپریم لا سمجھتے اور اسے ہی سرچشمۂ ہدایت مانتے ہیں۔ بلکہ میری استقراء کے مطابق کم از کم 200 مسائل وعقائد میں نام لئے بغیر سرسید کے دِفاع کا اُسلوب بھی اپنایا یعنے جس طرح ابوالحسن اشعری نے۔ **الــــرد عــــلــــی المجسمة** ۔اور ''**مقالات الاسلاميين**'' لکھ کر اپنے اشعری افکار بھی پیش کردیئے۔ اس فرق کے ساتھ کہ اشعری مجتہد ہوکر بھی تقلیدی نسبت استعمال کرتے تھے اور امام الھند کسی بھی فکری ارتکاز (تقلید) کو آدابِ انسانیت کے خلاف سمجھتے تھے بلکہ گذشتہ دوسو سال سے ''جدیدیت'' کے علمبردار محققین نے سلف کے آزاد فکر اماموں کے برعکس تقلیدی نسبتوں کو جھٹک دیا تھا یہی وجہ ہے کہ سرسید، چراغ علی، محسن الملک، محمد عبدہ، رشید رضا اور احمد امین نے اپنے آپ کو کہیں بھی تقلید کی آلودگی میں ملوث نہیں کیا بلکہ بعد میں ان کی فکر کو مقتدا بنانے والے کسی بھی محقق نے تقلید کو شیوہ نہیں بنایا کہ عدم تقلید ہی سے تحقیقی رول ادا ہوسکتا تھا اور روحِ قرآن اپنے حقیقی رنگ میں نکھر کر دلوں میں رنگ جما سکتی تھی۔ میں نے ''**تذکار الاحمدین**'' میں سرسید احمد خان اور ابوالکلام احمد کے قرآنی افکار کو باختلافِ الفاظ، ہم تعبیر وہم توجیہ ثابت کیا تھا افسوس کہ عرصہ **45** سال سے وہ نادر مرقع مِل نہیں رہا میں سیاست پسند انقلابی تھا ہمہ گیریت میرا مسلک تھا یکسوئی سے اِن جواہراتِ منثورہ کی حفاظت نہیں کرسکا اور اب تو نسیان اور بڑھاپے نے رہے سہے امکانات ہی ختم کردیئے۔ میری تفتیش کے مطابق 1915ء تک تو امام الھند جیسے بھی تھے بعد میں آپ کے خیالات میں نمایاں طلاطم اور معاً ہی تبدیلی ظاہر ہونے لگی۔ غرض کہ ابوالکلام کی ترجمان القرآن کی خوبیاں ان گنت اور محاسن بے شمار ہیں وہ جو بات چند لفظوں میں کہہ سکتے تھے دوسرے کئی اوراق میں بھی نہ کہہ پائے۔

❀

382 عناية الله المشرقی (1963م)

سرسید کے ربع صدی بعد رجعت الی القرآن کی صدا عنایت اللہ المشرقی (1963م) نے بلند کی تو کفرزارِ ہند میں اچھے جمِ غفیر کو اپنے پیچھے لگالیا اور قرآن محکم کو سائنسی زبان میں متعارف کرانے کی بنیاد رکھی کیونکہ اب دنیا سوچ کے سائنسی انداز سے شناسا ہو رہی تھی، اسی دور کے مسلمان مفکرین علامہ مشرقی۔ طنطاوی جوہری اور بعد میں امت مسلمہ امرتسر کے فیلو ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے سوچ کے اسی انداز کو اپنا کر۔ معرکۂ علم وجہالت میں کود پڑے۔ علامہ مشرقی چونکہ اپنی محنت سے کما کر روٹی کھاتے تھے لہٰذا بے خطر ہو کر لکھتے چلے گئے۔ آپ نے گوسالہ حدیث کے۔ وقت کے سامریوں کو للکارا، جھنجھوڑا اور متوجہ کیا کہ وہ وقت کی آواز، رفتار اور تقاضوں کو پہچانیں۔ دفاعِ قرآن کے فرسودہ اور روسِ نظامی کی ناآسودہ خواہشوں کو بالائے طاق رکھ کر میدانِ عمل میں اتریں۔ علم، سائنس، لسانیاتِ عرب اور قرآن کی روح اور پالیسی کے مطابق نئے اندازِ فکر کو اپنائیں۔

یوں تو سرسید کے زمانے ہی سے مسلمانوں نے محسوس کیا تھا کہ خدمتِ دین کے لئے نیا ذریعہ۔ علومِ سائنس کا حصول ضروری ہے مگر اس وقت نہ طنطاوی موجود تھے نہ علامہ مشرقی۔ سرسید کو ایک انگریز (غالباً ڈریپر) کی لکھی کتاب مل گئی۔ آپ نے علیگڑھ کے ہونہار طالب علم (مولانا) ظفر علی خان کو ترجمہ کرنے کا حکم دیدیا۔ ظفر علی نے ''معرکۂ مذہب وسائنس'' کے نام سے اتنا کامیاب ترجمہ کیا کہ دنیا عش عش کر اُٹھی۔ غرضے کہ بعد میں علامہ مشرقی میدان میں اُترے اور غلام آباد ہند میں اپنے علم اور عمل سے تہلکہ مچا دیا لوگ فوج در فوج خاکساروں کی صف میں شامل ہوتے گئے۔ ان کی اخلاقی سطح اتنی بلند کہ آپس میں لین دین۔ کاروبار اور معاشرت کے تمام امور میں بے ایمانی، جھوٹ اور فریب کا خاتمہ ہو کر رہ گیا۔ بدچلنی، آوارگی اور غلط بیانی کا نام تک مِٹ گیا۔ خوفِ خدا اور محاسبۂ امیر۔ پوری حرکات وسکنات میں گردش کرنے لگ گیا۔ خدمتِ خلق کو ایسا شعار بنایا گیا کہ انسانی سطح پر غیر مسلموں کو بھی بے پایاں خدمات سے نوازا گیا۔ تاہم اس تحریک کا ایک پہلو اُجاگر نہ ہو سکا کہ جس طرح ملاّں کردار سے عاری گفتار کا غازی بنا ہوا تھا خاکسار بھی رفتہ رفتہ علم سے نابلد اور صرف عمل سے مالا مال ہوتا چلا گیا حالانکہ علم اور عمل کے امتزاج ہی سے قافلۂ فکر منزل پالیتا ہے۔ تاہم خاکسار جانتے تھے کہ علم کا بھی ایک مقام ہے۔ انہوں نے ''تذکرہ'' کے ذریعہ۔ سائنس کو بڑی اہمیت دی۔ بڑے بڑے سکالر پیدا کئے قاضی عزیز احمد خوشابی کی ''حکمۃ القرآن'' (تین جلدوں) کو پڑھ کر دلوں میں قرآن کی عظمت کا نقش جم جاتا اور کلامِ خدا کی منزلت دوچند ہو جاتی ہے۔ سید عبدالودود صاحب کی سائنسی تشریحات

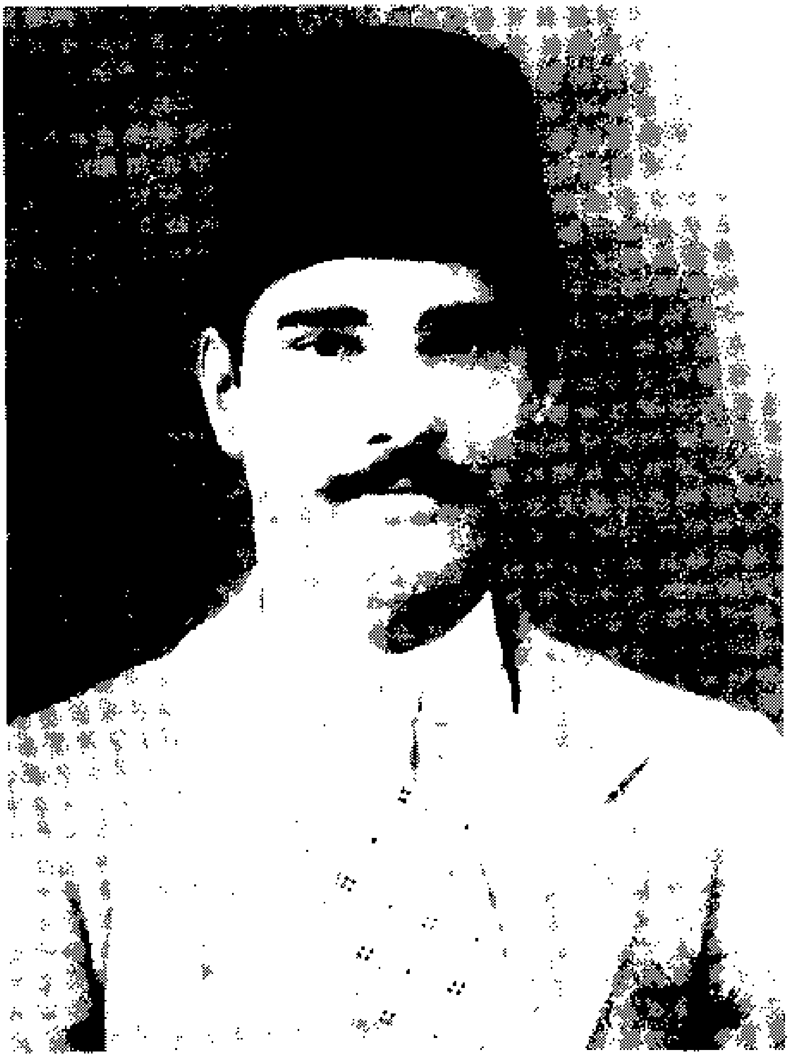

عنایۃ اللہ المشرقی

۔قرآن کا جیتا جاگتا اصالتاً علمی اعتراف ہے۔خاص کر تذکرہ نے نہ صرف فرقان حمید کے قریب کر دیا قرآن کا متوالا بھی بنا دیا۔

مشرقی نے تذکرہ۔ میں قبرِ مسیح کی دھماکہ خیز نشاندہی کر کے اس عقیدے کو پختہ بنا دیا ہے کہ مسیح مر کر دفن ہو چکے ہیں اب نہ وہ آئیں گے نہ ان سے پہلے مہدی۔اب کائنات بشری کے بڑے نمایندہ محمد رسول ؐ اللہ نے قرآن جیسی عالمی کتاب جس میں کسی قسم کی نہ کمی ہے نہ تناقض پیش کر کے مستقبل کی موہوم رسالتوں اور جعلی نبوتوں کی آمد کا انسداد کر دیا ہے۔اب کوئی نہ آئے گا انتظار فضول ہے۔سب کچھ اپنے عمل ہی سے درست کرنا ہوگا۔میں نے غالباً اکتوبر 1958 میں بیت المقدس میں قبرِ مسیح کو دیکھا اور فوٹو ز بھی حاصل کئے۔

علامہ مشرقی کے ذہن کی بلندی ملاحظہ ہو کہ وہ اسلام کو صرف مسلمانوں ہی کا وطیرۂ زیست نہیں سمجھتے تھے۔کائناتِ بشری کا نظریۂ حیات بھی سمجھتے تھے میں نے غالباً اکتوبر 1946 میں انکی اچھرے کی رہایشگاہ پر استفسار کیا کہ یہ جو ہم ''غلبۂ اسلام'' کا جملہ سینہ پر سجائے ہوئے ہیں تو ہند میں اسکے قیام کی کیا صورت ہے؟ فرمایا برخوردار آپ اسلام کو کسی فرقے کا مذہب نہ سمجھیں یہ عالمی دین ہے اس میں امن و سلامتی کو پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے اس طرح سلامتی پوری انسانیت کا مسئلہ ہے مشترکہ میراث ہے غلبہ کے معنے سلامتی کے غالب آنے کے ہیں اس نکتہ کو ذہن میں رکھیں۔علامہ کی اس وضاحت اور نصیحت کا یہ اثر ہے کہ میں آج بھی اسلام کو فرقہ وارانہ لقب تسلیم نہیں کرتا۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے تمام نوعِ بشر کو ایک جسم قرار دے کر اشارہ دیا ہے کہ جب جسم کا کوئی حصہ دُکھے گا تو پورا جسم دُکھے گا۔اس کے معنے یہ ہیں کہ عقیدے سے قطع نظر۔دُکھ اور سُکھ امن اور سلامتی کے سب مساوی حقدار ہیں۔شیخ سعدی فرماتے ہیں،

چو عضوے بدر آورد روزگار

دگر عضو ہا را نہ ماند قرار

جسم کا ایک عضو اگر ٹیس محسوس کرتا ہے تو پورا جسم تڑپ اُٹھتا ہے۔

383 نیاز فتح پوری (1884-1966)

علامہ نیاز محمد نیاز فتحپوری (1966) بڑے نابغۂ عصر اور ہمہ جہتی شخصیت تھے ادیب تھے،شاعر تھے،لغتِ اردو کے نقاد اور مفاہیم و معانی کے نباض تھے۔انسانی قدروں کو اُجاگر کرنے اور باہمی احترام کا درس دینے

[illegible]

والے تھے۔ کلام میں اتنا ایجاز کہ ابوالکلام کی طرح جو بات دوسطروں میں تحریر کرتے دوسرے پورے صفحے میں واضح نہ کر سکتے تھے۔ مذہب کے بارے میں بڑا کُھلا ظرف رکھتے تھے۔ سیکولر سماج کو بہت پسند کرتے تھے۔ قرآن کو مذہب انسانیت کی آخری دستاویز سمجھتے تھے۔ روزے، نماز، حج وزکواۃ کی ادائیگی میں رُکاوٹ بننے کے خلاف تھے وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جو کچھ کرو نفرت نہ کرو۔ اگر اخلاقیات میں نفرت کی گنجائش رکھی گئی تو انسانیت قیامت تک یکجا اور یک فکر نہ ہو سکے گی۔ آپ نے ایک مرحلے پر قرآنِ محکم کو رسول اللہ ﷺ کی تالیف کہا تھا بعد میں ان پر کُھلا کہ ایسی بات نہیں وہ تو خدا کا کلام ہے حادث ہے مگر مثیل سے پاک۔ آپ نے سینکڑوں سماجی، اخلاقی، عقائدی اور قرآنی مسائل پر لکھا اور خوب لکھا۔ آپ کی من و یزداں شہرت کی بلندیوں پر چمکی اور ہزاروں چُندھیائی آنکھوں کو صحیح بینائی مل گئی کیونکہ۔ نیاز۔ کے معنے ہیں جس کے اندازِ تفہیم میں مداہنت نہ ہو۔

❀

384 ضیاء الدین کرمانی

ضیاء الدین کرمانی دورِ حاضر کے عظیم محقق ہیں ان کا سلسلۂ نسب کرمان (ایران) کے خاندان آلِ مظفر تک پہنچتا ہے۔ ضلع الہٰ آباد یوپی کے ملاں برہان الدین آپ کے پردادا تھے 1904ء میں پیدا ہوئے لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی میں بی اے آنرز۔ اور ایم اے کی اسناد بدرجۂ اول حاصل کیں جس پر یونیورسٹی نے فیلوشپ عطا کی۔ آپ کا صحافت سے خصوصی تعلق تھا۔ پاکستان کی قراردادِ لاہور منظر پر آنے سے دو سال پہلے 1938ء سے جنوری 1940ء تک ہفت روزہ ''پاکستانی'' لکھنؤ جاری کیا اور اس کے ایڈیٹر رہے حکومتِ ہند کے پبلک انفرمیشن بیورو میں جرنلسٹ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور 1947ء میں حکومتِ پاکستان کی وزارتِ اطلاعات میں ڈپٹی انفرمیشن افسر کے عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے آپ کا علمی جوہر اس وقت کُھلا جب آپ نے

THE LAST MESSENGER

WITH

A LASTING MESSAGE

لکھ کر سیرتِ نبویؐ کے باب میں ایک خوشگوار اضافہ کیا بلکہ اس تصنیف کے ذریعہ حیرت انگیز تہلکہ برپا کر دیا بعد میں یہی کتاب ـــــــ ابدی پیغام کے آخر پیغام بر ـــــــ کے عنوان سے ان کے کسی بااعتماد عزیز نے ترجمہ کی جس پر مصنف نے 84 میں اعتماد کیا ہے۔

اس کتاب میں کیا ہے؟ کس کس زاویہ سے سیرتِ نبویؐ کا احاطہ کر کے تقابلی تناظر میں جو صحیح مواد پیش کیا ہے وہ منفرد بھی ہے اور قابلِ پذیرائی بھی۔ آپ نے اپنی اس کاوش کے ضمن میں اعتراف کیا ہے کہ۔ اس میں سرسید اور چراغ علی وغیرہ کی اجتہادی سوچ کا زیادہ دخل ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ انہیں مذکورہ اکابر سے کوئی دریوزہ گری کی نسبت نہیں ہے۔ اگرچہ فیضان اُنہیں کا ہے۔ جو کچھ بھی کہئے نسبت ہے اور نسبت نہیں بھی۔ کیونکہ سرسید کے بعد ان کے مخالفین نے جب بھی خالی الذہن ہو کر دفاعِ قرآن کی ذمہ داری سنبھالی ہے دفاع کے وہی آداب اور اُصول اپنائے جو سرسید کا طرۂ امتیاز تھے بہرحال یہ اچھی بات ہے کہ انسان آزادانہ سوچ کے نتائج کو بغیر کسی نسبت کے سامنے لے آئے وہ لکھتے ہیں:

''سنت اور حدیث کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے سنت سے مراد ہے کسی
مخصوص صورتِ حال میں آپؐ کا طریقِ کار ـــــ اور حدیث سے مراد ہے
آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے کسی واقعہ کا بیان۔'' (ابدی پیغام طبع کراچی صفحہ 294)

ـــــ نیز نمبر کی ذیل میں لکھتے ہیں:

''اگر کسی خاص مسئلہ میں مختلف احادیثِ صحیحہ سے مختلف طریق کار مروی
ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو سند قرار دینا درست نہیں بلکہ ان سب روایات کی
روشنی میں آنحضرتؐ کے طریقِ کار سے جو سنت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ـــــ
جزئیات پر اصرار نہ کرو۔'' (صفحہ 294)

یہ ایک معتدل رائے ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ عادات و خصائل جو عمل نبی سے خاص ہیں ان میں بھی رسول کی پیروی لازمی ہے علمائے اصول کی نظر سے درست نہیں ہے وہ صرف احکام اور مسائل کے باب ہی میں سنت مل جائے تو غور کر سکتے ہیں لیکن سنت کی دینی حیثیت پھر بھی زیرِ بحث رہے گی کہ دین تو مکمل ہو چکا اس میں نہ نقص رہ گیا اور نہ ہی کمال میں کمی۔ لہٰذا آئندہ جو بات بھی کسی بھی ماٰخذ سے کشید ہو وہ فتویٰ اور ہنگامی فیصلہ تو کہلا سکتی ہے تکمیلِ دین میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور ناگزیر ہونے کے باوصف ہم عمل کے پابند نہ ہونگے۔ اس گذارش کا مطلب یہ ہے کہ کرمانی صاحب اصولی حد تک حدیث کو وہ مقام نہیں دیتے جو سنت کا ہے اور سنت کو وہ مقام نہیں دیتے جو دین کا ہے اس زاویہ سے آپ بلاشبہ دانشورِ قرآن تھے۔

❀

385 امام الرجال تمنا عمادی (1971ء)

ادام امر جان تمنا ہادی

محدثین نے ایک مفروضہ قائم کررکھا ہے کہ حدیث وروایات کا مفہوم کتنا ہی رکیک اوراصولِ فطرت کے خلاف ہو اسکی سند اگر محفوظ ہے تو وہ صحیح شمار ہوگا۔ ہمارے امام الرجال علامہ۔ محی الدین تمنا عمادی (1971ء) اس منطق کو تسلیم نہیں کرتے روایات میں تو ہے رسول اللہ ﷺ پر جادو کا شدید اٹیک ہوا تھا اور اسکی اسناد بھی صحیح ہیں مگر قرآن اس بات کو نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ جو لوگ پیغمبر پر جادو کی تاثیر مانتے اور سحر کا مارا کہتے ہیں وہ ظالم ہیں (اسرا اور فرقان) بلکہ پیغمبر تو کیا ایک عام انسان پر بھی جادو کے وار کو قرآن تسلیم نہیں کرتا لایفلح الساحر حیث اتی۔ جادوگر کہیں سے اور کسی پر بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہوسکتا (طہ، 69) اسی طرح حدیث میں ہے کہ نماز میں جس گڑبڑ سے نبی اشتباہ میں پڑ گئے تھے وہ روایت بھی صحیح ہے جبکہ قرآن مجید اسے بھی نہیں مانتا اور فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولانبی الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امینتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ (حج، 51)

اس کی تفسیر میں جلال الدین سیوطی (1505ء) لکھتے ہیں:

اذا تمنی۔ (قراء)۔ القی الشیطان فی امینتہ (فی قرأتہ ما لیس من القرآن مما صناہ المرسل الیھم وقد قرأ النبی ﷺ فی سورۃ النجم بمجلس من قریش بعد)۔ افریتم اللت والعزی مناۃ الثالثۃ الاخرے بالقاء الشیطان علی لسانہ من غیر علمہ ﷺ بہ۔ تلک الغرانیق العلے وان شفاعتھن لترتجیٰ ففرحوا بذالک۔

> تمنی کے معنے ہیں قرأ ۔ اذا تمنی جب نبی نے قرأت کی تو شیطان نے آپ کی قرأت میں اپنی تلاوت شامل کردی جس کا نبی کو پتہ ہی نہ چل سکا۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ نے ایک بار قریش کی مجلس میں سورۂ نجم کی آیت۔ افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ (نجم، 29) تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کردیئے ۔ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ ۔ اے قریش ۔ تم نے لات، عزےٰ اور منات کو دیکھ لیا ہے کہ کتنی شان والے ہیں ۔ بلاشبہ یہ قابلِ تعظیم ہستیاں ہیں جن کی شفاعت کی اُمید رکھی جاسکتی ہے۔ (تفسیر جلالین طبع دار المعرفۃ بیروت صفحہ 440)

یہ روایت اپنے مفہوم میں واضح ہے جس پر یقین کرنے سے نہ ایمان باقی رہتا ہے نہ پیغمبر کی عصمت اور قرآن کی حفاظت ۔ یہاں ''تمنی'' کے معنے کئے جاتے ہیں قرأ ۔ تلاوت کرنا ۔ حالانکہ پورے قرآن میں

تـمـنـی ۔کے معنے کہیں بھی تلاوت کرنے کے نہیں کیے گئے ۔اور نہ ہی کسی مستند لغت کا سہارا لیا گیا ہے۔صرف روایت ہی کے سہارے روایت بھی بن گئی اور لغت بھی تیار ہوگیا جبکہ درجنوں دانشورانِ عرب کے حوالہ سے ہم ثابت کرآئے ہیں کہ وہ حدیث کے ذریعہ تیار کردہ لغوی مفاہیم کو حجت نہیں جانتے۔اب آیئے تفصیلی تحلیل کی طرف توجہ (51) میں واضح طور پر لکھا ہے کہ۔ماارسلنا من نبی ولا رسول الا اذا تمنی ۔ہم نے جب کبھی کوئی نبی یا کوئی رسول مبعوث کیا۔ یہاں نبی اور رسول۔نکرے کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں انہیں گرامر کے کس ضابطے کی رو سے معرفہ بنایا گیا ہے؟ خاص کر جس ترتیب سے سورتوں کا نزول بتلایا جاتا ہے اس میں سورۂ حج کے نزول کا 103 واں نمبر ہے اور نجم کا اس سے پہلے 23واں نمبر ہے یعنے سورۂ نجم 80 نمبر پہلے مکہ میں نازل ہوچکی ہے اور حج 80 نمبر بعد میں مدینہ میں اس طرح حج سورۂ نجم کے لیے پس منظر کیسے بن گئی؟ کیا جو آیت آٹھ دس سال بعد نازل ہوئی وہ اتنا ہی عرصہ پہلے نازل ہونے والی آیت کا پس منظر بن سکتی ہے؟ حقیقت ہے کہ یہاں دونوں آیتیں اپنے اپنے موقع ومحل کی مناسبت سے مستقل حیثیت اور مفہوم کی حامل ہیں نہ ایک دوسری کا ضمیمہ بن سکتی ہیں نہ پیوند۔دونوں ہی کسی جعلی پس منظر کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔

اب جبکہ روایات میں رسولؑ سے عصمت اُٹھا کر شیطان کو حاوی دِکھلایا گیا ہے ہمارا فرض بنتا ہے کہ از روئے علم اور لغت شیطانی مفاہیم کا تعاقب کریں تو جناب' تـمـنّٰی ۔عربی کا لفظ ہے اس کے معنے طلبگاری اور خواہش کرنے کے ہیں اس طرح مفہوم ہوگا کہ۔ جب بھی کوئی نبی اور رسول اپنا اصلاحی پروگرام لے کر میدان میں اُترا تو شیطان لوگوں نے ان کی خواہش اور پروگرام میں روڑے اٹکائے تب اللہ سبحانہ ان کے تخریبی عزائم ومقاصد کو حرفِ غلط کی طرح محو کردیتے اور جو مقاصد نبی کے سپرد کیے ہیں انہیں ثبات بخشتے ہیں۔امام الھند ابو الکلام آزاد (1958م) لکھتے ہیں:

> ''فرمایا کوئی رسول اور نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ اس کی طلبگاریوں کی راہ میں یعنے اصلاح وہدایت کی راہ میں شیطان کی فتنہ پردازیوں نے رخنہ ڈالنا نہ چاہا ہو اور مفسدانہ قوتیں پوری طرح آمادۂ پیکار نہ ہوگئی ہوں۔پس اس معاملہ کی سچائی کا معیار یہ نہیں کہ شیطانی وسوسہ اندازی خلل انداز ہوئی ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ ہے کہ بالآخر کامیاب ہوتی ہے یا نہیں؟ اور وحی ونبوت کی ربانی قوتیں اس کے اثرات ملیامیٹ کردیتی ہیں یا نہیں؟''

(ترجمان القرآن. طبع مدینہ پریس بجنور جلد 514/2 نوٹ نمبر 18)

یہ اور اس طرح کی احادیث سے غیر مستند لغت تیار کر کے ان لوگوں نے بڑا ستم ڈھایا ہے اور امام عمادی کا سرسید کی طرح عقیدہ تھا کہ کوئی بھی حدیث سلطانئ شعور کے آگے نہیں ٹھہر سکتی تاہم جن کا اصرار ہے کہ حدیث مستقل توانائی کا نام ہے رجال کے زاویہ سے انہیں سنبھالا دیا جا سکتا ہے تو تمنا عمادی نے یہاں بھی ان کی خواہش کا احترام کیا اور رجال ہی کے محاذ پر لڑنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ مشلہ معہ ۔ آپ کا وہ شاہکار تنقیدی مقالہ ہے جس کا صدیوں تک جواب فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح آپ کے بیسیوں مقالات ہیں جن میں رجال کے محاذ پر چومکھی لڑائی لڑ کر محدثینِ عصر کو پسپائی پر مجبور کر دیا ہے۔ آپ ایک پیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے قوالیوں پر حال کھیلتے تھے وہ اگر چاہتے تو ہاتھ چومنے والوں کی ایک دنیا آپ کی پرستش کرتی مگر آپ نے اس طرح کے ٹھاٹ باٹ پر لات مار کر انسانی وقار میں اضافہ کیا پھسلے نہیں عسرت و تنگدستی کو گوارا کر لیا مفت کے لقمے نہیں توڑے۔ راقم الحروف کے ایک مقالہ۔ ''اختلافات قرأت کا پس منظر اور استدلال''۔ پڑھ کر آپ نے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور حوصلہ دیا کہ اب میں تنہا نہیں میرے بعد میں تیشۂ تنقید ہاتھ میں لے کر رجال کی کوہ کنی کرنے والے موجود ہونگے۔ ❁

386 قاضی عزیز احمد خوشابی

قاضی عزیز احمد عزیز خوشابی زمانہ حال کے ایک زبردست دانشورِ قرآن ہیں۔ تسخیرِ کائنات۔ قرآن کا زندہ موضوع ہے جس میں سیاروں، ستاروں اور افلاک کی حرکات و سکنات اور افعال و اثرات کے دریافت اور نو دریافت شدہ کروں اور قطروں کی بابت معلومات میں اضافہ کرنا ہے۔ علمِ فطرت کی روشنی میں ''مصنوعاتِ خالق'' کی ''کُنہ'' تک پہنچنا قرآن نے ہم پر فرض کیا ہے۔ ان علوم کا تعلق بلاشبہ عقلی ارتقا اور سائنس سے ہے۔ ہمارے عزیز صاحب جن کے قلم میں توانائی ہے قرآنی تشریحات کی بھرپور صلاحیت ہے۔ ''تذکرہ'' مشرقی سے متاثر ہیں مگر تشریح کا رنگ ڈھنگ ان سے مختلف ہے آپ سائنس کی بات سائنسی زبان میں کرنے پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ میری ان سے جان پہچان نہیں ہے ذریعۂ اتصال قرآن دوستی یا ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر سالار کی آہنگ پر حرکت کرنے میں مضمر ہے ہم اللہ کے سپاہی ہیں خدمتِ قرآن اور خدمتِ خلق ہمارا شعار ہے۔ ہمارا حوالہ قرآن ہے اور قرآن ہی ہماری سانسوں میں بسا ہوا ہے فرقہ بندی سے ہم نفرت کرتے اور تعصب سے ہمیں چڑ ہے۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی غیر مسلم۔ اللہ اکبر کی صدا بلند کرتا ہے تو ہم دنیا کے کسی بھی قانون کی رُو سے اُسے۔ اللہ اکبر کہنے سے نہیں روک سکتے۔ یہاں فقہِ ملاں کی بات نہیں فلسفہ اور

قاضی عزیز احمد خوشابی

حکمتِ قرآن کی بات ہے۔

عزیز احمد نے ''حکمۃ القرآن'' کے عنوان سے غالباً چار جلدیں لکھ کر اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔اور میں انہیں پڑھ کرنہیں چاہتا کہ جو صاحب۔قرآن کی جوہری خدمت سرانجام دے چکا ہو اور مزید دے رہا ہو اُسے دانشورانِ قرآن میں شامل نہ کروں۔ بلاشبہ آپ نے دانشِ قرآن سے بہرۂ وافر پایا ہے اور سائنسی علوم کے تمام مناہج سے پوری آگاہی رکھتے ہیں۔ میں اُسے خاکساری سلیوٹ پیش کرتے ہوئے مفسرانِ قرآن کی رہنمائی کا اہل سمجھتا ہوں۔

بلاشبہ عزیز احمد اور ضیا کرمانی مرحوم قرنِ اول سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے عرصہ میں اگر ہوتے تو معتزلہ کے قدآور علما میں شمار ہوتے کہ ان دنوں ہر دانشورانِ قرآن کو کسی نہ کسی مدرسۂ فکر سے نسبت دی جاتی تھی تاہم ہزار سال بعد یعنے آج نسبت کا وہ رواج بھی ختم ہو چلا ہے۔اب نہ ارتکازِ فکری (تقلید) کا دور ہے نہ حاجتِ نسبت ناگزیر۔ ہر شخص قرآن اور عقل کو اپنا امام بنا کر وحیِ قرآن سے روشنی حاصل کرسکتا ہے۔

عزیز احمد نے خاکساری وطیرے کو کمال ہوشمندی سے دہرایا اور تعصب کی تمام برائیوں کو جھٹکتے ہوئے پروفیسر عبدالسلام جو سرائیکی علاقے کے مایۂ ناز سپوت ہو گذرے ہیں انہیں شاگردانِ قرآن میں شمار کیا ہے۔عبدالسلام پہلے پاکستانی بلکہ ایشین سائنسدان ہیں جنہوں نے ایٹم توڑنے کے تمام مراحل کو قرآن سے کشید کیا ہے اور پوری توانائی سے دنیا کو قائل کرلیا ہے کہ قرآن سے کشید کیا معانی رکھتے ہیں۔رہی یہ بات کہ وہ ہماری طرح کے مسلمان نہیں ہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے ہم نے رسولؐ اللہ سے کئے ہوئے کون سے عہد و پیمان اُستوار کئے ہیں؟ اللہ نے کہا کہ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول**

یہ محمدؐ اللہ کے رسول ہی تو ہیں اگر موت انہیں گھیر لیتی ہے یا کسی طرح رگ

حیات کٹ جاتی ہے تو یہی معاملہ آپ سے پہلے کے لوگوں کو بھی پیش آتا رہا ہے۔

اس آیت میں بطورِ خاص جو بات نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ سابقہ انبیاء۔ پر ''خلت'' کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنے سب ''گذر چکے'' ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہا۔اس ''خلت'' کے آگے ''قد'' کا اضافہ کر کے مزید مؤکد کیا ہے یعنے قد خلت . نے ہمارے رسولؐ سے پہلے کے تمام رسولوں کے گذر جانے کو سہ آتشہ بنا کر پھر ذہن نشین کرایا ہے کہ۔ ہمارے پیارے رسول جب تشریف لائے تو کائناتِ بشری زندہ رسولوں سے خالی ''خلت'' تھی ______ اتنی واضح اور روشن خبر کے باوصف ہمارے اکابر قرآن کی اس وضاحت کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ۔ مسیح زندہ ہیں قد خلت . کا وار ان پر نہیں چل سکتا اور وار بہا کھر بہا

سالوں تک زندہ رہ کر۔حی و قیوم ۔کا روپ دھارتے رہیں گے۔

اسی طرح ہم خاتم النبیین ۔کی وضاحت کو بھی نہیں مانتے اور قد خلت کے توانا مشاہدہ کو بھی نہیں مانتے پس جب ہم خود ہی انتظار کے جعلی عقیدے کی وجہ سے رسولؐ انام ۔کی خاتمیت کے عقیدے اور عمل سے منحرف ہیں تو کسی دوسرے کو دوش دینے کا ہمیں کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا رسولؐ اللہ ہماری اس منافقت پر خوش ہونگے کہ ہم آپ کو خاتم النبیین بھی کہیں اور آپ کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ جاری بھی تسلیم کر لیں؟

مسیح نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں دو مقاصد لے کر تمہارے پاس آیا ہوں ۔ایک تو تمہاری اصلاح کے لئے دوسرا یہ بتلانے کہ میرے بعد احمد نامی رسولؐ آئے گا اس کا ساتھ دینے کی تاکید کرنے ۔مسیح کی اس پیشگی اطلاع سے لے کر نبی اکرم ﷺ کے تشریف لانے یعنے پورے چھ سو سال تک کسی نبی کے آنے کا سُراغ نہیں ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ۔خلت ۔خاتم النبیین اور من بعدی ۔ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں کہ آپؐ اس وقت ہی تشریف لے آئے جب کوئی زندہ نبی موجود نہیں تھا۔اس کے باوجود ہمارا عقیدہ ہے کہ مسیح مرے نہین اور قربِ قیامت میں ظہور فرماویں گے ۔کیا یہ رسولؐ اللہ سے دھوکہ نہیں ۔فرض کرو کوئی غیر ۔قرآنِ محکم کے حق میں کلمہِ خیر کہتا بھی ہے تو مذہب کے کس قانون کی رو سے ہم اسے حمایت و تائیدِ قرآنی سے روک سکتے یا اس کا نام حذف کر سکتے ہیں؟ ❁

387 پرویز (24فروری1985م)

غلام احمد پرویز (1985م) ایک عہد آفرین اور تاریخ ساز شخصیت تھے ۔تمام عمر قرآن پاک کی تفہیم میں کھپا دی ۔تفہیم کے لئے قدرت نے آپ کو جن صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ منفرد بھی تھیں اور حالات کے مطابق بھی ۔آپ درجنوں کتابوں اور سینکڑوں علمی مقالات کے مصنف تھے ۔زبردست سکالر اور حاضر جواب عالم تھے ۔شاہکار رسالت ۔آپ کی وہ یادگار تصنیف ہے جو صدیوں تک یاد رہے گی ۔''معراجِ انسانیت' 'عقیدت و احترام کا وہ مرقع ہے جو انہوں نے دربار رسالت میں پیش کر کے زندگی کی بہت سی کج ادائیوں کی تلافی کر دی ہے ۔آپ زبردست خطیب تھے ۔انشاپرداز تھے ادیب تھے ۔سخن سنج اور سخن طراز تھے ۔تاہم انسان تھے معراجِ انسانیت میں آپ نے حضرت خدیجہؓ کی بوقت شادی چالیس سال عمر لکھی ہے جو آپ جیسے محقق سے تسامح کا غماز ہے اہلِ تحقیق نے 28 سال لکھی ہے نیز علامہ تمنا عمادی (70م) نے 1969 ۔میں مجھے خط لکھا تھا جس میں پرویز مرحوم کے اصطلاحات کے ترجمہ کرنے پر اظہارِ خفگی کیا تھا کہ اس سے اصطلاحات کی آبرو ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

❁

غلام احمد پرویز

388 عمر احمد عثمانی (1991م)

فقیہ الامت، فقیہ القرآن دانائے رموزِ قرآن علامہ عمر احمد عثمانی (3 نومبر 1991م) اپنے عہد کے نابغہ تھے بیشار علمی مقالات کے مصنف اور فقہ القرآن کے خالق تھے آپ نے اس تشنگی کا ازالہ کر دیا ہے کہ سرسیدؒ سے لے کر آج تک جتنے بھی سکالر اور اہلِ تحقیق ہو گذرے ہیں انہوں نے فقہی باب بندی کر کے۔ قرآنی استدلالات کو اُجاگر نہیں کیا۔ علامہ جیراجپوری اس میدان کے شہسوار تھے مگر یہ بات ان کے ذہن میں بھی نہیں آئی کہ ایک گوشہ ایسا بھی ہے جس پر کسی نے بھی نظر نہیں ڈالی۔ اور پھر ایسا ہوا کہ اللہ کے بندے عمر احمد عثمانی کے دل میں خود قرآن ہی نے یہ بات ڈال دی کہ مجھے فلاں زاویۂ نظر سے بھی دیکھو۔ بلا شبہ۔ فقہ القرآن اسلامی احکام کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے اور ہم کسی بھی مرحلے پر قرآنی احکام و مسائل کی معلومات سے مستغنی نہیں ہو سکتے عثمانی صاحب رسول اللہ ﷺ کے ایک نواسے حضرت عمرو بن عثمان ذی النورین کی اولاد میں سے ہیں۔ اسے ذہن نشین کرنے کے لئے ذیل کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ آپ ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب جو ربیع بن عاص سے بیاہی گئی تھیں ان کے بطن سے علی اور اُمامہ پیدا ہوئے یہ امامہ۔ جب دیکھتیں کہ نانا ابو ﷺ نماز میں حالتِ سجدہ میں ہیں تو دوڑ کر گرون پر بیٹھ جاتیں پھر جب تک اپنی مرضی سے اُتر نہ پاتیں آپ ﷺ سجدے میں پڑے رہتے۔ اسی طرح سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے تھے عبداللہ بن عثمان جس کی نسل افریقہ میں پھیلی اور عمرو بن عثمان ذی النورین جن سے عمر احمد عثمانی کا تعلق ہے۔ (تفصیل آرہی ہے) اسی طرح سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے حسن و حُسین اور بی بی زینب پیدا ہوئے ہمارے عمر احمد بی بی رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے عمرو بن عثمان ذی النورین کی 46 ویں پشت کے نامور عالمِ قرآن تھے حضرت عمرو بن عثمان کی 9 ویں پشت میں عبدالرحمان گاذرونی ہند میں وارد ہوئے پانی پت کے حضرت جلال الدین کبیر ان ہی گاذرونی کی 12 ویں پُشت سے وابستہ تھے۔ ادھر حضرت رقیہؓ کے بطن سے حضرت عثمان کے دوسرے بیٹے عبداللہ بن عثمان (نواسۂ رسول) تھے جو مسعودی (957م) کے مطابق 76 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ (مروج الذھب طبع مصر 1964م جلد 341/2) اور بقول ابن تیمیہ عبداللہ مذکور حضرت امام حسین کے صاحبزادے علی زین العابدین کے اتالیق تھے۔ (مہاج السنۃ طبع مصر 1321 ہجری جلد 123/2)

ادھر حضرت زکریا ملتانی کے پوتے اور شاہ رکن عالم ملتانی کے نانا۔ حضرت شیخ جمال فرغانی ان ہی عبداللہ بن رقیہ کی نسل سے تھے۔

(مرأة المناقب شیخ عماد المدین نبیرہ ۔حضرت بہاؤالحق زکریا)(دیباچہ فقہ القرآن جلداول)

علامہ عمراحمد عثانی اپنے وقت کے ایک بہترین عالمِ قرآن تھے صائب رائے تھے 1952 میں ان سے اوراُن کےتوسط سے علامہ طاہر سورتی مرحوم سے کراچی میں تعارف ہوا تھا۔

❁

389 علامہ ابوالخیر اسدی (2001م)

ملتان کی مٹی بڑی نم ہے اس میں گرمی ،شوخی اورتاؤ کھانے کی بہت کم صلاحیت ہے گذشتہ صدی کے نصف اول سے رہتک، حصار اور میوات سے ہجرت کر آنے والے لوگوں کی شہروں کے حساس علاقوں میں یکجائی سکونت اورنقل مکانی نے یہاں کے دیرینہ مزاج میں تلخی ضرور گھول دی ہے لیکن اس کے باوجود قدیم باشندوں کی بہت سی آبادی آج بھی اپنے قدیمی مزاج کی آئینہ دار ہے ایسے ہی لوگوں میں ہمارے ابوالخیر اسدی رحمہ اللہ بھی شامل تھے شرافت ونجابت آپ کی گھٹی میں شامل تھی وضع اتنی سادہ کہ آپ کو دیکھ کر یقین کرلینا مشکل ہوجاتا کہ آپ نے ملتان کے ایمرسن کالج سے گریجوایشن کیا بھی ہوگا؟ آپ نے الازھر۔کا جائزاتی مطالعہ کیا بھی ہوگا؟بغداد کی ''آلــوســی'' یونیورسٹی سے فلسفہ الٰہیات پر تخصص (Ph.D) کیا بھی ہوگا؟ نیز روشن خیالی اورخِردافروزی نے آپ کے دل تک آسانی سے رسائی حاصل کربھی لی ہوگی؟لیکن آپ مسلک کے پکے حنفی تھے پکے سے میری مراد ہے اُس ابوحنیفہ کے پیروکارکی ہے جودین کا ماخذ صرف قرآن کو مانتے تھے جوروایات کو مسترد نہ کرتے ہوئے بھی دین کی اساس میں شامل نہ سمجھتے تھے۔اُن کی سوچ کا ماخذ صرف قرآن تھا اوریہی فکر وخیال ابوالخیر اسدی کی جانب منتقل ہوا تھا انہوں نے وحــدۃ الــوجــود ۔کے بارے میں اپنے دیوبندی اکابر کی کُھل کرنفی کی۔وہ انتظاری عقیدے کے مفاسد سے بخوبی آگاہ تھے اورآمدِ مسیح ومہدی کو برملا جھٹلاتے تھے ان کی ختمِ نبوت کی عجمی تفسیر بلاشبہ رواں صدی کی نادرتصنیف ہے۔۔۔۔کی عجمی تشکیل دوسری نادرہ تھی۔آپ مخدوم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔مگر خانقاہی معیشت کو لقمۂ حرام سمجھتے تھے۔ ملتان کے جنوب مشرق میں چندمیل کے فاصلے پر مخدوم رشید کا مشہور قصبہ ہے آپ اسی کے باسی تھے

21 مارچ 2001ء آپ کا سالِ وفات ہے

وہ نابغہ تھے علماء بازریں میں سے تھے ایسے لوگ باربار پیدانہیں ہوتے صلاۃ پرطلوعِ اسلام میں شائع شدہ میرے مقالات کا اپنے حلقۂ ارباب میں اکثر ذکرفرماتے جس سے خودطلوعِ اسلام کی پوزیشن مضبوط

ہوتی تھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

❁

390 ڈاکٹر سید عبدالودود (2001م)

عمرِ خضر پانے والے ڈاکٹر سید عبدالودود صاحب بلاشبہ دورِ حاضر کے عظیم قرآنی سکالر ہیں آپ نے سائنسی آیات کو بطورِ خاص موضوع بحث بنایا اور بیشمار تحریریں اس غرض کے لئے ارزاں فرمائی ہیں کہ علوم سائنس کی اساس وحی قرآن فراہم کرتی ہے۔ آپ بھی میری طرح مسلمانوں کی غیر متعصب جماعت تحریکِ خاکساراں سے متعلق رہے ہیں وہ بھی ''مشرقی'' فلسفہ کے مطابق غلبۂ اسلام۔ یعنے سلامتی کے غالب کرنے کے متمنی تھے اور سلامتی کسی خاص فرقہ کا ورثہ نہیں کائناتِ بشری کا ہر فرد اس میں سہیم وشریک ہے یعنے اسلام کے غالب آنے سے سلامتی کا غالب آنا مراد ہے اور میں سمجھتا ہوں اس سے اونچا مقصد نہ ہوسکتا تھا اور نہ کوئی ہدف اعلےٰ وارفع۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ زیادہ تر انگریزی میں لکھتے ہیں لہٰذا اُردو والوں میں بہت کم متعارف ہیں لیکن انگریزی تحریروں کے باعث آپ نے بڑی شہرت پائی اور بڑے علمی حلقوں میں شناسا اور متعارف ہوئے۔ اس طرح گویا آپ سائنسی زاویہ سے قرآن کے ایک عظیم اسکالر ہیں۔ ذیل کی آپ کی مایۂ ناز تحریریں ہیں:

I. "Phenomena of Nature and The Quran" 1971 میں لکھی

II. "The Heaven, The Earth and The Quran" 1986 میں لکھی

III. "Conspiracies against the Quran"

IV۔ ''مظاہرِ فطرت اور قرآن'' اُردو میں لکھی

مؤرخہ 18 جنوری 1986ء پروفیسر عبدالسلام نوبل لاریٹ نے مصنف کو لکھا کہ I اور II کی تلخیص تیار کرو چنانچہ مظاہرِ فطرت لکھی گئی۔ نومبر 2001ء میں فوت ہوئے۔

❁

ڈاکٹر سید عبدالودود

حریفانِ قرآن

یہاں تک قرآنِ محکم کے اُن دانشوروں کا تذکرہ تھا جو قرآن کی حاکمیت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے تھے۔ آخر میں ایک دو ایسے کج فکر لوگوں کا ذکر ہوگا جن کی نوکیلی زبان سے سینۂ قرآن ہر وقت چھلنی رہا۔ یہ تھے مجتہد۔۔۔سلف کے مایۂ ناز بزرگ امام عبدالرحمان بن عمرو بن محمد الاوزاعی (774م) جن کی لوگ بادشاہ سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ اُنہیں جسٹس بننے کی پیشکش کی گئی مگر اُنہوں نے ٹھکرا دی۔ بااین ہمہ وہ عقیدے کے فاسق بھی تھے اور فاجر بھی۔ قرآنِ محکم کی حاکمیت، بالادستی اور سپریم حیثیت کو تسلیم نہ کرتے تھے اور کہتے تھے الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب.

قرآن ہمہ پہلو حدیث کا محتاج ہے اس کے برعکس حدیث بے نیاز ہے۔

(بحوالہ جامع بیان العلم ابنِ عبدالبر طبع مصر 19/2۔ الموافقات للشاطبی طبع مصر 10,8/4)

اُن سے کہا گیا کہ قرآن۔ کتابِ محفوظ ہے وہ کس طرح سنت کی محتاج ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب اُن سے خامشی کے سوا کیا ہوسکتا تھا_____ اسی طرح اُن کے حلیف یمامہ کے محدثِ اعظم یحییٰ بن کثیر (747م) بھی کہتے تھے کہ السنة قاضیة علی الکتاب ولیس الکتاب بقاضٍ علی السنة

حدیث کو قرآن پر فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے اس کے برعکس قرآن کو یہ اتھارٹی نہیں ہے۔

(کتاب الاعتبار حازمی (1188م) طبع مصر 1346ھ صفحہ 17 . سنن دارمی طبع دمشق 1349ھ جلد 1 صفحہ 145)

یعنی دو سلفی اوزاعی اور یحییٰ بن کثیر اور دو ملحد جعد اور جہم قرآن کی فیصلہ کن حیثیت کو نہیں مانتے تھے۔

❁

عبد الرحمان الاوزاعی